مرد ملے تاں درد نہ چھوڑے اوگن دے گن کردا
کامل لوک محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

کامل لوک

اولیائے جموں کشمیر کے سوانحی حالات وخدمات

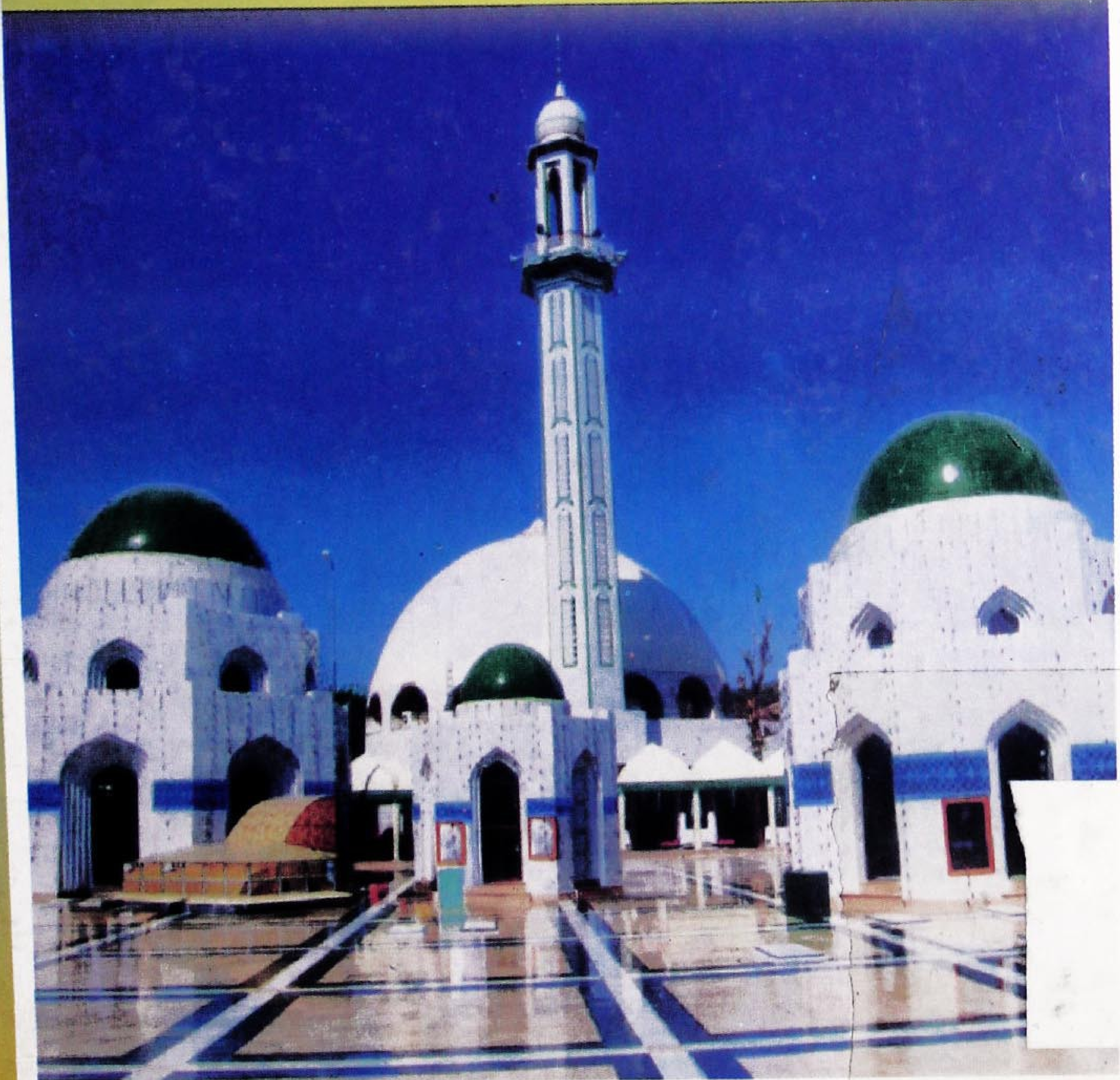

غلام سرور رانا

Marfat.com

Marfat.com

218671
DATA ENTERED

مرد مِلے تاں درد نہ چھوڑے اوگن دے گُن کردا
کامل لوک محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

کامل لوک

اولیائے جموں و کشمیر کے سوانحی حالات و خدمات

غلام سرور رانا

Marfat.com

Marfat.com

کامل لوک

اولیائے جموں وکشمیر کے سوانحی حالات وخدمات

غلام سرور رانا

گوجری ادبی سنگت اے 14 سیکٹر سی تھری میرپور
آزاد ریاست جموں وکشمیر

فون نمبر: 05827-435750,437036
موبائل: 0331-8864908

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف ناشر غلام سرور رانا محفوظ ہیں

نام کتاب	کامل لوک
صاحبِ کتاب	غلام سرور رانا
تعداد	پانچ صد
اشاعت	اکتوبر 2010ء
کمپوزنگ	زاہد کمپیوٹرز عزیز پلازہ میاں محمد روڈ میرپور
ناشر	گوجری / ادبی سنگت میرپور آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر
قیمت	150 روپے
پرنٹرز	فیض الاسلام پرنٹنگ پریس راجہ بازار راولپنڈی (پاکستان)

ملنے کا پتہ:

1۔ الفضل کتاب گھر شاپنگ سنٹر نانگی میرپور
ارشد بک سیلرز چوک شہیداں میرپور

2۔ مکتبہ کنزالایمان علامہ اقبال روڈ میرپور
بکس اینڈ لکس ہال روڈ جموں چوک میرپور

3۔ دفتر گوجری ادبی سنگت اے 14 سیکٹر سی تھری میرپور آزاد جموں وکشمیر

Marfat.com

انتساب

پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خالق
اور سدا بہار کالموں کی کتاب سحر ہونے
تک کے مصنف ڈاکٹر عبدالقدیر خان
کے نام۔

Marfat.com

فہرست تفصیل

نمبر شمار		صفحہ نمبر
1۔	پیش لفظ غلام سرور رانا	10
2۔	ناموسخن ور: صاحبزادہ سید اسد محمود کاظمی چیئرمین علماء و مشائخ سپریم کونسل میر پور	17
3۔	جموں و کشمیر میں تصوف کی روائت: بابائے گوجری رانا فضل حسین تمغہء پاکستان	20
4۔	حضرت میاں نظام الدینؒ کیاں شریف	22
5۔	حضرت شیخ نور الدین رشیؒ	28
6۔	حضرت بابا بام الدینؒ	37
7۔	حضرت بابا زین العابدین رشیؒ	37
8۔	حضرت بابا لطیف الدینؒ	38
9۔	حضرت بابا نصیر الدینؒ	38
10۔	حضرت بابا تاج الدین بخاریؒ	39
11۔	حضرت صبح خانؒ	40
12۔	حضرت سائیں علی بہادر خانؒ	42
13۔	حضرت پیر سید علی عباس شاہ بخاریؒ	46
14۔	حضرت شاہ محمد غازیؒ	47
15۔	حضرت حافظ محمد یونس نقشبندیؒ	48

Marfat.com

صفحہ نمبر		نمبر شمار
54	حضرت سید جمال شاہ بادشاہؒ	17۔
54	حضرت میاں عظیم اللہؒ	18۔
54	حضرت سید علی عمرؒ	19۔
55	حضرت سائیں ہنسوؒ	20۔
56	حضرت سائیں یوسف ثانیؒ	21۔
57	حضرت عاشق علیؒ	22۔
57	حضرت سید طفیل حسین شاہؒ	23۔
58	حضرت نیک عالم شاہؒ	24۔
63	حضرت پیر محمد شاہؒ	25۔
67	حضرت پیر سید مالک شاہ دیوانؒ	26۔
68	حضرت باجی الف دینؒ	27۔
72	حضرت سید عبداللہ شاہ غازی نوشاہیؒ	28۔
72	حضرت پیر سید خاکی شاہ بادشاہؒ	29۔
73	حضرت سائیں برکتؒ	30۔
73	حضرت مولوی عبدالحقؒ	31۔
74	حضرت سید شمس الدین بدہالویؒ	32۔
77	حضرت سید لال شاہ بادشاہؒ	33۔
78	حضرت سائیں فضلؒ	34۔
79	حضرت پیر حافظ محمد حیاتؒ	35۔
83	حضرت میاں حسین علیؒ	36۔

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ نمبر
37۔	حضرت حافظ محمد علیؒ	84
38۔	حضرت فیض بخشؒ	86
39۔	دلڑ سلطان کے گورسی اولیاء کا سلسلہ	88
40۔	حضرت میاں اللہ دتہ بادشاہؒ	90
41۔	حضرت میاں محمد زمان بادشاہؒ	91
42۔	حضرت شاہ عالم غازی بادشاہؒ	92
43۔	حضرت میاں محمد سلطان بادشاہؒ	93
44۔	حضرت غلام محی الدین غزنویؒ	94
45۔	حضرت پیر ثانی سرکارؒ	97
46۔	حضرت میاں عبید اللہ لارویؒ	99
47۔	حضرت سائیں نور مجذوبؒ	110
48۔	حضرت سائیں غلام محمدؒ	112
49۔	حضرت پیر سید نیاز علی شاہؒ	116
50۔	حضرت میاں باروؒ	117
51۔	حضرت شاہ دولہ بجاڑؒ	118
52۔	حضرت مولوی محمد عبد اللہ چشتیؒ	120
53۔	حضرت عطا محمد مچھیارویؒ	123
54۔	حضرت سائیں مست بادشاہؒ	124
55۔	حضرت مولوی عبد اللہ لدڑویؒ	126
56۔	حضرت بابا محمد امین لدڑویؒ	127

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ نمبر
57۔	حضرت مولوی عبدالحکیمؒ	128
58۔	حضرت محمد عالمؒ	130
59۔	حضرت میاں مندوؒ	131
60۔	حضرت مستان خانؒ	132
61۔	حضرت مائی دھنیؒ	134
62۔	حضرت مائی سمیؒ	135
63۔	حضرت ملک صاحب دینؒ	136
64۔	حضرت میاں محمد بخشؒ	138
65۔	حضرت سائیں دھیروپ بادشاہؒ	144
66۔	حضرت سید محمد علی شاہؒ	145
67۔	حضرت میاں یوسف علیؒ	148
68۔	حضرت پیرا شاہ غازیؒ	153
69۔	حضرت مٹھا باجیؒ	158

Marfat.com

پیش لفظ

غلام سرور رانا

کامل لوک اولیائے جموں وکشمیر کی خدمات کا جائزہ ہے جو میری برسوں کی تحقیقی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ کتاب کا مسودہ اگرچہ مکمل کیے کافی عرصہ ہو گیا اور اس کی اشاعت آج اور کل پر ٹلتی رہی۔ بابا جی گوجری، خرقہ پوش صحافی آئی یو جرال اور مرحوم ممتاز ہاشمی مجھ سے اس کے منصۂ شعود پر لانے کے لئے اصرار کرتے رہے۔ لندن میں موجود میرے ان دیکھے مہربان چودھری مسکین گذشتہ ایک سال سے ٹیلی فون پر تواتر کے ساتھ اس کی اشاعتی پیشرفت معلوم کرتے رہے۔ اُن کے اصرار پر مجھے کام مکمل کرنا ہی پڑا۔ ورنہ نامعلوم میری تساہل پسندی سے کتنا وقت اور گزر جاتا۔ چوہدری صاحب نے کامل لوک کی اشاعت میں مالی معاونت بھی کی جس کے لئے ان کا ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ صوف ایک لباس ہے۔ جسے پہننے والے کو صوفی کہا گیا ہے۔ یہ موٹا لباس ہے جس کو زیبِ تن کرنے سے شخصیت میں فروتنی وانکسار پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ معروف صوفی حضرت معروف کرخیؒ کا قول ہے۔ ''اِس بات سے دور ہو کہ اللہ تعالےٰ تم کو مسکینی کے لباس کے سوا کسی اور لباس میں دیکھے''۔ جبکہ حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک صوفی کے لئے کڑا معیار مقرر کرتے ہوئے لکھا کہ ''حذر اور احتیاط کا لبادہ اوڑھ لو خوف کی چادر اپنے اوپر ڈال لو تقویٰ اپنے اوپر لازم کرلو۔ خدا تعالیٰ کی خاطر اپنے نفس کے محاسب بن جاؤ ہر حال میں اُس پر کڑی نگرانی رکھو''۔

جہاں تک یہ سوال کہ طریقت وشریعت میں کوئی فرق ہے۔ کبار صوفیائے کرام نے اپنی تصانیف میں اِس فرق کی سختی سے تردید کی ہے۔ حضرت داتا صاحب نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی شریعت خود حقیقت ہے اور حقیقت شریعت کا دوسرا نام ہے۔ حضرت شبلیؒ اِس تعلق کو اچھوتے انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''شریعت یہ ہے کہ تو اُس کی عبادت کرے۔ طریقت یہ ہے کہ تو اُس کی طلب کرے اور حقیقت یہ ہے کہ تو اُس کو دیکھے''۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے بقول صوفی ہے ہی وہ جس کے داہنے ہاتھ میں قرآن کریم اور بائیں ہاتھ میں سنت

Marfat.com

نبویؐ ہو گویا یہ صوفی کے پہچان کی مدلل دلیل ہے۔

صوفی کے لئے رزق حلال اور صدق مقال کا خیال رکھے بغیر بقا کی منزل تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ فخر نقشبنداں حضرت خواجہ امیر کلالؒ کا قول ہے ''جب تم لقمہ اور خرقہ پاک نہیں رکھو گے اور نبی کریمؐ کی شریعت کا اہتمام نہیں کرو گے اُس وقت چاہے تم عبادت کی کثرت کی وجہ سے کبڑے ہو جاؤ اور ریاضت کرتے کرتے تمہارا بدن کمان کی طرح دبلا پتلا ہو جائے اور نحیف و لاغر ہو جائے لیکن تم ہرگز منزلِ مقصود حاصل نہیں کر سکتے''۔ فقر کو اگر مومن کی معراج کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ نے اسے تصوف کی اساس قرار دیتے ہوئے تصوف کے مراتب تک پہنچنے کا زینہ قرار دیا ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال بھی فقر کے اسی نظریہ کے قائل ہیں۔ وہ جابجا اپنی شاعری میں فقر کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فقر کی وجہ سے علامہ اقبال کے نزدیک مسیح و خضر سے اونچا مقام پاتے ہیں۔

مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

صوفی کا پیغام اور مشن کیا ہے اُس کی تبلیغ کی اساس کیا ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ نے اِس کا احاطہ بڑی خوبی سے ذیل کے شعر میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں

جو دم غافل سو دم کافر

ساہنوں ایہو مرشد پڑھایا ہو

باہو سرکارؒ نے اسے چنبے کی بوٹی سے تشبیہ دی جو طالب کے دل کو اِس خوبی سے مہکاتا ہے کہ اُس سے بقول حضرت سید احمد رفاعیؒ کے وہ باطنی کدورتوں سے اِس حد تک پاک ہو چکا ہوتا ہے کہ اُس پر بھی اپنے کو دوسروں کے لئے کسی درجہ بھی زیادہ نہ سمجھے''

ریاست جموں و کشمیر سے تعلق رکھنے والے صوفی شعراء حضرت شیخ نور الدین نورانی رشی، حضرت للہ عارفہؒ، حضرت میاں عبیداللہ لارویؒ، حضرت میاں نظام الدین لارویؒ، حضرت سائیں فقر دینؒ، ، حضرت میاں محمد بخشؒ، حضرت سید نیک عالم شاہؒ، حضرت سید حیدر شاہ قلندرؒ کی کشمیری، گوجری

Marfat.com

اور پنجابی شاعری کے موضوعات میں جہاں دنیا کی بے ثباتی کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ وہاں انہوں نے لوگوں میں دینی قدروں کے شعور کو اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اِس اعتبار سے ان ریاستی شعراء کا پیغام بلاشبہ حضرت سچل سرمستؒ، حضرت بابا بلھے شاہؒ، حضرت سلطان باہوؒ، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت خواجہ غلام فریدؒ، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ سے کسی طور مختلف نہیں ہے۔ جموں وکشمیر میں صوفیاء کے سبھی سلسلے پائے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں یہاں کی انفرادیت یہ بھی ہے کہ رشی صرف یہاں ہی پائے جاتے ہیں۔ یہاں کے مرغزار، دشت وبن رشیوں کی ہمیشہ سے آماجگاہ رہے ہیں۔ یہاں کے چپے چپے پر رشیوں کے پڑاؤ کا سراغ زمانہ قدیم سے موجود ہے۔ حضرت شیخ نورالدین رشیؒ جو علمدارِ کشمیر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں کے دم سے اس خطہ میں ریشیت کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ جموں وکشمیر کا روحانی جھنڈا آپؒ کے ہاتھ مبارک میں ہے۔ رشی شیخ العالمؒ کے پیغام کو عام کرنے کے لئے پورے جموں وکشمیر میں پھیل گئے۔ رشی شیخ العالمؒ کے پیغام آتشی کو عام کردیا۔ اِن ہی نفوس قدسیہ میں سے حضرت سید تاج الدین بخاریؒ نے پنجیڑی بھمبر میں بڑا روحانی مرکز قائم کیا۔ اِسی طرح سہار، پیر گلی میں حضرت سید علی ہمدانی المعروف شاہ ہمدانؒ کے سلسلہ کے ایک بزرگ نے خانقاہ قائم کی۔ آزاد کشمیر میں پنجاب، سندھ اور سرحد کے مختلف علاقوں سے آنے والے صوفیاء نے دینی قدروں کو عام کرنے کے روحانی مراکز قائم کئے۔ ان مراکز کو چلانے کے لئے صوفیاء مختلف وقتوں اور زمانوں میں یہاں آتے رہے۔ اِن خانقاہوں سے روحانی قدروں کو فروغ مِلا۔ پنجاب کے صوفیاء کے تعلقات جموں وکشمیر کے صوفیاء سے ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔ حضرت مخدوم حمزہؒ جن کا آستانہ جموں وکشمیر کا ایک بڑا روحانی مرکز ہے۔ آپؒ بقول ڈاکٹر عبدالمجید سندھی مصنف ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں''، حضرت جمال الدین بخاری سہروردیؒ کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ جہاں تک رشی سلسلہ کا تعلق ہے ڈاکٹر صاحب نے اِسے سہروردی سلسلہ کی شاخ بتایا جو تاریخی اعتبار سے درست نہیں۔ حضرت شیخ نورالدین ولیؒ نے رشی نامہ میں اپنے طریقت کے سلسلہ کو ایک بند میں بیان کیا ہے جو اُن کے ذکر کے باب میں درج ہے۔ اسی طرح حضرت پیرا شاہ غازیؒ کا حجرہ شاہ مقیمؒ کے جلیل القدر صوفیاء

Marfat.com

سے تعلق تھا۔ حضرت میاں محمد بخشؒ اکثر یہاں تشریف فرما ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ میاں صاحب کے حضرت قاضی سلطان محمود اعوان شریف گجرات والوں کے ساتھ جس طرح کے مراسم تھے وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ قاضی صاحب سال میں دوبار کھڑی شریف آتے۔ کئی روز تک میاں صاحب کو میزبانی کا شرف بخشتے تھے۔ اسی طرح میاں صاحب کا بھی جب گجرات جانا ہوتا تو آوان شریف میں قاضی صاحب کے مہمان بنتے۔ میاں صاحب کا ایک اہم ادبی کارنامہ تذکرہ مقیمی کی تصنیف ہے۔ جس میں انہوں نے حجرہ شاہ مقیم کے صوفیاء سے لیکر حضرت پیرا شاہ غازیؒ کے خلفاء اور نامور مریدین کا احوال بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے۔ اس فارسی تصنیف کا اردو ترجمہ میاں صاحب کے خانوادہ کے ہونہار محقق صاحبزادہ عمر بخش نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ یقیناً یہ ایک اہم تحقیقی کام ہے جس کی بڑی ضرورت تھی۔ جس کے لئے میں صاحبزادہ عمر بخش کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

حضرت میاں محمد بخشؒ کے علاوہ جن جموں وکشمیر کے صوفی شعراء نے نثری اور شعری کام کیا ہے اُن میں حضرت شاہ ہمدانؒ کی کتاب ''ذخیرۃ الملوک'' حضرت شیخ نورالدین رشیؒ کی ''رشی نامہ'' حضرت سید حیدر شاہ قلندرؒ کی ضخیم گوجری اور پنجابی کی سی حرفی، حضرت میاں عبیداللہ لارویؒ کی اسرارِ کبیری ملفوظات نظامیہ، سات سی حرفیاں، حضرت سائیں فقرالدین چشتیؒ کی سی حرفی، حضرت میاں نظام الدین لارویؒ کی سی حرفی رموز نہانی اشعار نظامی ''اسرارِ کبیری'' موضوعات کے اعتبار سے ایک اہم نثری کاوش ہے۔ اس کے ذکر سے خیال حضرت شیخ حمید الدین صوفی سوالی ناگوریؒ کی تصنیف ''سرور الصدور'' کی جاتا ہے۔ یہ ملفوظات کی اہم کتاب ہے جس سے ناگوری باباؒ کی دینی علوم پر مشاہدے کی گہرائی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ناگور میں آپؒ کی دو بیگھہ زمین تھی جس کو خود کاشت کر کے رزق حلال اور صدقِ مقال کا اہتمام کرتے تھے۔ والئی ناگور نے گزر بسر کے لئے زمین اور روپیہ دینے کی کوشش کی تو اُسے لینے سے صاف انکار کر دیا۔ اسی طرح اسرارِ کبیری بھی تصوف کی اہم کتاب ہے۔ مہاراجہ کشمیر نے میاں صاحب کو زمین اور روپیہ دینے کی کوشش کی جسے آپؒ نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جس طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے دو خلفاء حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت شیخ

Marfat.com

حمیدالدین ناگوریؒ نے ناموری حاصل کی اُسی طرح حضرت میاں نظام الدین کیاں شریف کے دوخلفاء حضرت محمد قاسم موہڑویؒ اور حضرت میاں عبیداللہ لارویؒ نے دینی قدروں کے احیاء میں بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ آپؒ کے بعد آپ کے فرزند حضرت میاں نظام الدین لارویؒ نے شعروادب کی شمع جلائے رکھی۔ سماجی سطح پر آپؒ نے ریاست جموں وکشمیر کے مفلوک الحال طبقوں کے حقوق کی بازیابی کے لئے بڑی جدوجہد کی۔ اِسی کے سبب امیر القوم کہلائے۔ آپؒ کے نامور سپوت موجودہ سجادہ نشین حضرت میاں بشیر احمد لاروی نے ریاست جموں وکشمیر کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے سخن گوئی کا ذوق رکھنے والے مریدین اور خلفاء کے منظوم خطوط کو ''نیر سمندر'' کے نام سے چھ ضخیم جلدوں میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب کی تحقیق کا کمال یہ ہے کہ بعض شعراء اپنے پورے شعری اثاثہ کے ساتھ محفوظ ہوگئے ہیں۔ اگر نیر سمندر کی اشاعت کا اہتمام نہ ہوتا تو راجوری، پونچھ، مہنڈر، ریاسی نکیال سے تعلق رکھنے والے قدیم گوجری، پنجابی اور پہاڑی شعراء کا منظوم کلام زمانہ برد ہو جاتا۔ نیر سمندر میں مہاجر شعراء کی منظومات کو محفوظ کر کے محققین کو صوفیانہ شعری روائت پر تحقیق میں آسانی مہیا کردی گئی۔ حضرت سید حیدر شاہ قلندرؒ کا شمار بھی نامور صوفی شعراء میں ہوتا ہے۔ آپکی ضخیم سی حرفی گوجری، پنجابی کلام پر مشتمل ہے۔ اس میں اچھوتے خیالات کو بڑی عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ پہلے آپؒ پلندری سے مہنڈر پھر وہاں سے ہجرت کر کے پناگ شریف کوٹلی کو مسکن بنا کر ایک بڑے روحانی مرکز کو قائم کیا۔ جموں کے مسلم قبائل میں آپکے مریدین کی خاصی تعداد موجود ہے۔

حضرت سائیں فقر دین ترابی چشتی نے پنجابی اور گوجری میں خاصی شاعری کی۔ آپکی شعری تصنیفات کو زبردست عوامی پذیرائی حاصل ہے۔ آپؒ کے کلام کو محفلوں میں بڑے شوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ کامل لوک میں شامل مضامین گزشتہ پندرہ سالہ تحقیق کا نتیجہ ہیں۔ کامل لوک کی یہ پہلی جلد ہے۔ جموں وکشمیر کو اولیاء کی دھرتی کہا جاتا ہے۔ یہاں شائد ہی کوئی گاؤں یا پہاڑی ٹیکری ایسی ہوگی جہاں کسی اللہ والے نے اپنا ڈیرہ نہ لگایا ہوگا۔ مطمئن ہوں کہ پہلی جلد میں کسی حد تک تذکرہ آ گیا ہے۔ کوشش ہوگی کہ دوسری جلد بھی شائع ہو۔ اس میں حضرت شاہمدانؒ۔ حضرت مخدوم حمزہؒ۔ حضرت شاہ

Marfat.com

غلام شاہ بادشاہؒ۔ حضرت محمد امین بانیاںؒ۔ حضرت سائیں سہیلی سرکارؒ۔ حضرت بابا شادی شہیدؒ۔ حضرت سید حیدر شاہ قلندرؒ جیسے اولیاء کرام کے سوانحی حالات شامل کروں گا۔ کامل لوک کی اشاعت کے لئے میرے اُن دوستوں کا جن کی رہنمائی اور اصرار میرے شامل رہا ان کا ذکر نہ کرنا میرے لئے مناسب نہیں ہوگا۔ ان میں آئی یو جرال جن کی اشیر باد نے ہمارے حوصلوں کو ہمیشہ بڑھایا۔ کامل لوک کی ترتیب و اشاعت میں اُن کے مشورے ہمارے شامل حال رہے ہیں۔ ہمت افزائی کے لئے اُن کا ممنون ہوں۔ ممتاز ہاشمی جن کو مرحوم لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ میں بتا نہیں سکتا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو کامل لوک کی اشاعت کو دیکھ کر کس قدر خوش ہوتے۔ حافظ نواب دین مہتمم مکتبہ کنز الایمان مزاج کے اعتبار سے صوفی ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے میری اکثر ان سے نشست رہتی ہے۔ انہوں نے بھی رہنمائی کی۔ اس کے علاوہ سید مسعود اعجاز بخاری، پروفیسر قاضی زبیر احمد، رفیق العصری، محمد رشید ضیائی، مولانا محمد بشیر مصطفویؒ، چوہدری ریاض عالم ایڈووکیٹ، پروفیسر حافظ محمد سلیمان، سعید عالم چوہدری صدر سکولز ٹیچرز آرگنائزیشن ضلع میرپور، مولوی محمد اشرف بوڑا جنگل، پروفیسر ارشد علی، ریاض الحق، پروفیسر محمد یوسف فاروقی، قاری محمد ابراہیم، میر آزاد بصیر کی کتاب کی شاعت کیلئے اُن کی دلچسپی کیلئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ عرصہ تین سال سے جس شخص کے تبحر علمی سے مستفیض ہو رہا ہوں وہ میرے صدر معلم چوہدری محمد حسین صاحب ہیں۔ اقبالیات، تاریخ اور سیف الملوک اُن کے مطالعہ کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ انہوں نے اقبال، حضرت میاں محمد بخشؒ، غالب اور دوسرے کلاسیکی شعراء کا گہری نظر سے مطالعہ کر رکھا ہے۔ مطالعہ سے گہری دلچسپی کے سبب کوئی نہ کوئی کتاب ان کے زیر مطالعہ رہتی ہے۔

مولوی محمد اشرف بوڑا جنگل دینہ کے پاس میاں صاحب کے حوالے سے غیر مطبوعہ روائتوں کا خاصہ ذخیرہ ہے وہ اسے اگر کتابی صورت میں لے آئیں تو سیف الملوک شناسی کے کئی گوشے وا ہو سکتے ہیں۔ پروفیسر اسد محمود کاظمی صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے خوبصورت مضمون لکھا۔ حضرت پیر غلام محی الدین غزنویؒ اور حضرت پیر ثانی سرکارؒ پر مضمون میری بیٹی بینش کا لکھا ہوا ہے۔ بہت پہلے

Marfat.com

جب میں کتاب کے مضامین کو یکجا کر رہا تھا۔ اس نے ایک دن مجھے حضرت پیر صاحب پر اپنا لکھا ہوا مضمون دیا۔ اصرار کیا کہ اِسے بھی شامل کتاب کریں۔ میں نے اُسے مضمون میں مزید اضافے کے لئے کہا۔ لندن جانے کے سبب وہ ایسا نہ کر سکی۔ مضمون اگرچہ مختصر اور جامع ہے مگر پیر صاحب کی خدمات کو مکمل طور پر اجاگر نہیں کرتا۔ اس لئے میں کامل لوک کی دوسری جلد میں، میں نہ صرف اولیائے نیریاں شریف بلکہ آپؒ کے جلیل القدر خلفاء کی خدمات پر بھرپور مضمون لکھوں گا۔ جس شخصیت کا ذکر مجھ پر واجب نہیں بلکہ فرض بھی ہے۔ وہ اپنے بابا جی بابائے گوجری رانا فضل حسین تمغہ پاکستان ہیں۔ یہ انہی کی ادبی تربیت کا نتیجہ ہے کہ دو حرف لکھ لیتا ہوں۔ میرا ادبی ذوق جو بھی ہے جیسا بھی ہے وہ بابا جی کا راہنما کیا ہوا ہے۔ کامل لوک کی اشاعت میں اُن کے مشوروں کا بڑا دخل ہے۔

Marfat.com

غلام سرور رانا......ایک نامور سخنور

تحریر: پروفیسر سیّد اسد محمود کاظمی

چیئرمین علماء و مشائخ سُپریم کونسل میر پور آزاد جموں وکشمیر

ریاست جموں وکشمیر جو اس وقت دردوالم کا استعارہ بن چکی ہے، اپنے دامن میں ادب وسخن کے بے شمار گوہرِ تابدار اور اقلیمِ سخن کے شہسوار چھپائے ہوئے ہے۔ دریائے سخن کے ان ہی غواصوں میں ایک چمکتا دمکتا نام گوجری ادبی سنگت میر پور کے سیکرٹری ''رانا غلام سرور'' کا ہے۔ جو ریاست جموں وکشمیر کے ایک معروف علمی، ادبی اور روحانی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ جن کے تعارف میں ان کے ذاتی ادبی شہہ پاروں کو پیش کرنے کی بجائے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ بابائے گوجری رانا فضل حسین کے ہونہار لختِ جگر۔ تملّق کی آلودگی سے بچتے ہوئے راقم علی وجہ البصیرۃ یہ کہہ سکتا ہے کہ دنیائے ادب میں گوجری زبان کا تذکرہ بابائے گوجری رانا فضل حسین کے ذکر کے بغیر ہمیشہ ادھورا اور نامکمل رہے گا۔

ریاست جموں وکشمیر میں گوجری کا شمار بڑی زبانوں میں ہوتا ہے۔ اور ریاست کی مسلم اور ہندو آبادی میں گوجری کثیر الاستعمال زبان ہے۔ رانا غلام سرور کے خاندان نے گوجری ادب کی آبیاری خونِ جگر سے کی ہے۔ راقم کے اس دعویٰ کی حقیقت سے آشنا ہونا چاہیں تو یہ بات ملاحظہ فرمائیں کہ اس خاندان کی پردہ نشین خواتین بھی صاحبِ دیوان ہیں۔ اس خاندان میں بڑے بڑے نامی گرامی افراد موجود ہیں جو برادری کے ماتھے کا جھومر ہیں جبکہ راقم کا موضوع سخن رانا غلام سرور ہیں۔

پیدائش: رانا غلام سرور بابائے گوجری رانا فضل حسین کے گھر 03 فروری 1955ء راجوری کے مردم خیز علاقے پروڑی گوجراں میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وہیں مکمل کی۔

ہجرت: ریاست کے اندرونی حالات کی کشیدگی نے جب وہاں کے مکینوں کا وہاں رہنا مشکل کر دیا تو دیگر بے شمار مہاجرین کی طرح رانا غلام سرور کا خاندان بھی وہاں سے 1965ء میں ہجرت کر کے میر پور آ جاتا ہے۔

Marfat.com

ادبی خدمات:

ایک علمی وادبی خاندان سے تعلق اور مصنفِ کثیرہ بابائے گوجری رانا فضل حسین کی گھٹی کا لازمی نتیجہ رانا غلام سرور کا ادبی ذوق ہے۔ آنے والی سطور میں موصوف کی ادبی خدمات کا مختصر جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ مصنف وشاعر رانا غلام سرور 17 سال کی نوعمری میں جو کہ کھیلنے کی عمر ہوتی ہے۔ اپنے ادبی ذوق کے پیشِ نظر 1972ء میں آزاد کشمیر ریڈیو تراڑکھل سے منسلک ہو جاتے ہیں۔ اور 1995ء تک 23 سال مسلسل آزاد کشمیر ریڈیو تراڑکھل سے اردو، پہاڑی اور گوجری ادب کی آبیاری کرتے ہیں۔

۲۔ مصنف وشاعر نے 30 سال کی عمر میں 1985ء میں بزبان گوجری ''سجری سویل'' کے نام سے اپنا پہلا شعری مجموعہ ترتیب دیا۔ جس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس شعری مجموعے کو جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگوئجز سری نگر سے طبع کروا کر ادب کے شائقین کی دہلیز تک پہنچایا۔

۳۔ پہلے مجموعہ کے 6 سال بعد 1991ء میں مصنف نے اپنا دوسرا شعری مجموعہ ''رُت نروئی'' کے نام سے گوجری زبان میں ترتیب دیا۔ اس ادبی کاوش کی حوصلہ افزائی اور قدردانی کرتے ہوئے اس مرتبہ بھی اس مجموعے کو جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگوئجز سری نگر سے طبع کروا کر قارئین سے داد وصول کی۔

۴۔ مصنف کا تیسرا ادبی نقش ''پھلواڑی'' ہے جو انہوں نے بچوں کیلئے منظوم میرپوری پہاڑی زبان میں ترتیب دیا۔ اس منظوم مجموعے کو ''گوجری ادبی سنگت میرپور آزاد کشمیر'' نے 2005ء میں طبع کروایا۔ مصنف کے اس عظیم ادبی شہہ پارے اور بے مثال تخلیقی کاوش کے پیشِ نظر پاکستان کے مشہور ادارے ''نیشنل بک فاؤنڈیشن آف پاکستان'' نے مصنف رانا غلام سرور کو 20 ہزار روپیہ نقد انعام اور سندِ امتیاز سے نوازا۔

۵۔ 2005ء میں ہی مصنف نے اپنے والد گرامی مصنف کتبِ کثیرہ بابائے گوجری رانا فضل حسین جنہیں تمغہ پاکستان کا گرانقدر اعزاز حاصل ہے کے فن اور شخصیت پر نامور شعراء اور ادبی

Marfat.com

شخصیات کی تحسینی نظمیں اور مضامین ''بابائے گوجری'' کے نام سے کتابی شکل میں طبع کرانے کی سعادت حاصل کی۔

۶۔مصنّف کا پانچواں ادبی نقش بنام '' **کامل لوک**'' اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جو بزرگانِ دین، صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کے احوال، آثار اور کرامات پر مشتمل ایک بیش بہا گنجینہ ہے۔

۷۔مذکورہ بالا مطبوعہ کتب کے علاوہ دیگر کئی مسودے زیر کار ہیں۔جو مصنّف کی لیل و نہار کی مصروفیات کا سبب ہیں۔ان مطبوعات کے علاوہ مصنّف اپنے والد گرامی کی مطبوعات کی ترتیب، نظر ثانی، کمپوزنگ اور اشاعت میں بھی ہمیشہ ان کے معاون رہے۔

کچھ زیر نظر تصنیف کے بارے میں:

زیر نظر مجموعہ اولیائے جموں وکشمیر کے حوالے سے ایک مثبت تحقیقی کاوش ہے۔مصنّف نے بڑی ہی مہارت، سلیقے اور فن کے ساتھ بزرگانِ دین کی سیرت، احوال و کرامات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔اگر چہ نثر کے اعتبار سے مصنّف کا یہ پہلا شاہکار ہے۔مگر بعد از مطالعہء کتاب محسوس ہوتا ہے کہ اردو ادب کے سمندر میں غوطہ زن ایک مشاق، جہاندیدہ اور تجربہ کار مصنّف کا قلم اپنے فن کی جولانیاں دکھا رہا ہے۔

مصنّف نے بڑے تسلسل سے دریا کی روانی کی طرح اپنے قارئین کو معلومات وحقائق کی تقسیم کی ہے۔راقم نے اپنی شب وروز کی تعلیمی، تدریسی، تقریری وتحریری مصروفیات کے باعث فقط چند مقامات سے کتاب کا مطالعہ کیا۔مگر راقم یہ بات کہنے کی پوزیشن میں ضرور ہے کہ مصنّف نے اپنی قلمی مہارت اور نہایت ہی نظم وضبط سے اولیاءِ کرام اور بزرگانِ دین کے احوال، آثار وکرامات کو جموں وکشمیر کی سرزمین سے اٹھا کر صفحات کی زمین پر منتقل کیا ہے۔اور کسی بھی موقع پر صحافتی دیانت اور تحقیق کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔مصنّف نے اپنے قلمی جواہر سے اس میں بیل بوٹے ڈال کر خوبصورت کشیدہ کاری کی ہے۔جس کے سبب کتاب کے صفحات تختہ چمنستان معلوم ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ مصنّف رانا غلام سرور کے علم وعمل اور صحت ورزق میں برکت وترقی عطا فرمائے۔آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ وبارک وسلم۔

Marfat.com

جموں وکشمیر میں تصوف کی روائت

تحریر: بابائے گوجری رانا فضل حسین تمغہ ءپاکستان

برصغیر پاک و ہند میں فروغِ اسلام اولیاء کرام، اصفیاء عظام، اور اتقیاء امت کی سعی جمیلہ سے عام ہوا۔ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخشؒ، حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت فریدالدین گنج شکرؒ جیسی عظیم ہستیاں اس خطے میں تشریف لائیں جن کے کردار کو دیکھ کر لوگ اسلام کی لڑی میں آتے گئے۔ جموں وکشمیر میں بھی اولیاء اللہ کی آمد ظہور اسلام کا سبب بنی۔ حضرت سید علی ہمدانیؒ المعروف حضرت شاہ ہمدانؒ سے بہت پہلے سید شرف الدین عبدالرحمٰنؒ المعروف بلبل شاہؒ کشمیر میں وارد ہوئے۔ تبتی طالع آزما رنچن شاہ کی پوری حکومت نے اسلام قبول کر لیا۔ اُس کے بعد مغل بادشاہ شاہجہان کے آخری عہد میں سید محمد فریدالدینؒ جموں کے وسیع وعریض علاقوں میں تشریف لائے۔ جن کی تبلیغی مساعی سے کشتواڑ کی طاقتور ہندو حکومت کے سربراہ نے اسلام قبول کر لیا۔ ان دو عظیم مبلغین کے حالات پر ہماری تاریخ خاموش ہے۔ عمداً یا سہواً مورخین کے اغماض پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔

غلام سرور رانا نے ان گمنام اور نامور بزرگان دین کے حالات کو جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ اکٹھ اہلِ حق کی پہلی جلد مرتب کر لی ہے۔ یکے بعد دیگرے ریاست جموں وکشمیر کے اِن حقانی حضرات کی کئی جلدیں سامنے آسکتی ہیں۔ جموں وکشمیر کے چپے چپے پر اللہ والوں کی تاریخ بکھر بکھر کر معدوم ہوتی جارہی ہے۔ اسے محفوظ کر کے آنے والی نسلوں کی رہنمائی کا حق ادا کیا جاسکتا ہے۔

غلام سرور رانا اردو، گوجری، پنجابی اور پہاڑی زبانوں کے قادر الکلام شاعر اور عمدہ نثر نگار ہیں۔ گوجری ادبی سنگت اشاعتی تنظیم قائم کی ہوئی ہے جس کے زیر اہتمام بہت سی کتابیں شائع ہوئی اور ہو رہی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کتب ہا کے مسودے مکمل ہو جائیں تو شائع کرانے کا اہتمام قدرت کاملہ کی جانب سے ہو ہی جاتا ہے۔ رمضان 2010ء میں خاکسار کی نعتوں کا خوبصورت مجموعہ ''رحمتاں کی رُت'' گوجری ادبی سنگت نے شائع کر دیا ہے۔ اس مجموعے میں چار نعتیں وہ ہیں جو راقم نے 2008ء

Marfat.com

کے سرکاری حج کے دوران روضہ اقدس پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔

سرور رانا کی شاعری کا خوبصورت مجموعہ سجری سویل جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز سرینگر نے شائع کیا۔ دوسرا گوجری شعری مجموعہ بھی اسی اکیڈمی نے ''رُت نروئی'' کے نام سے شائع کیا۔ بچوں کی نظمیں پہاڑی زبان میں پھلواڑی کے نام سے سرور رانا نے خود شائع کیں ہیں۔ پاکستان نیشنل بک کونسل نے 2005ء کا پہلا انعام بیس ہزار روپے دیا اور پانچ سو پھلواڑی کے نسخے باخذ قیمت بھی خرید کئے۔ پھلواڑی کے حوالہ سے سرور رانا کو چالیس ہزار روپے مِل گئے۔ یہ خاموش طبیعت کا مالک ہے۔ متوکل درویش مزاج ہے۔ میری شادی کے بعد آٹھ سال تک ہمارے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کاروباری مقدم گھرانہ تھا۔ دوسری شادی کے مشورے ہونے لگے۔ راقم ایک سے زیادہ شادیوں کے حق میں نہیں تھا۔ آٹھ سال بعد ایک اللہ والے کی دعا اور پیشگوئی سے سرور کی پیدائش ہوئی۔ گھر میں روحانی قدروں پر اعتقاد کے تذکرے رہتے ہیں۔ حضرت میاں بشیر احمد لاروی ویزے پر تشریف لائے۔ وہ راقم کے پیر بھائی ہیں۔ سرور رانا اور منیر حسین چوہدری بہت سے نوجوان ساتھیوں کی معیّت میں بیعت ہوئے۔ اس کا پہلا تحقیقی مقالہ حضرت میاں عبید اللہ لارویؒ پر تھا۔ وہ مقالہ حضرت میاں بشیر احمد لاروی ساتھ لے گئے۔ حضرت بابا جی صاحب کی سیرت پر چھپنے والی کتاب میں شامل ہے۔

سرور رانا کا تصوّف روحانیت پر گہرا معالعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِس نے حقانی بزرگوں پر تحقیق شروع کردی ہوئی ہے۔ سرور رانا کا تایا نور محمد مرحوم سیف الملوک کا حافظ تھا۔ ہماری ایک بہن حسین بی بی مرحومہ بھی سیف الملوک کی حافظہ تھی اور قادر الکلام شاعرہ بھی۔ سرور کے خانوادے کا تیسرا شخص میں بھی سیف الملوک کا حافظ ٹھہرا۔ مسدس حالی اور علامہ اقبالؒ کی بانگِ درا، بالِ جبریل اور ضربِ کلیم بھی راقم کو نوک زبان یاد ہیں۔ اولیائے کاملین ہمارے خانوادے پر ہمیشہ سے مہربان رہے ہیں۔ حضرت بابا جی صاحب لارویؒ نے سرور رانا کے دادا کو بیعت فرمایا۔ پوچھا نام کیا ہے ہمارے والد نے نام فیض بتایا تو فرمانے لگے پورا نام فیض محمد ہے۔ یہی بتایا کر اپنی گوجری زبان میں فرمایا:

''سچیں ہی فیض ہووے گو'' الحمد اللہ وہ فیض جاری وساری ہے

Marfat.com

حضرت میاں نظام الدینؒ کیاں شریف

سلطان المشائخ حضرت میاں نظام الدینؒ ریاست جموں کشمیر کے جلیل القدر صوفیائے کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ نسبتی اعتبار سے مغل خانوادہ سے تعلق تھا۔ والد حضرت میاں محمد ملوکؒ صاحبِ ارشاد ولی تھے۔ جنہوں نے آپکو روحانیت کے اسرار و رموز سے آشنا کیا۔ ابتداء ہی سے آپکو یہ احساس تھا کہ کوئی رہبرِ طریقت بھی ہونا چاہئے۔ یہی احساس لئے بہت سے آستانوں پر حاضری دی مشائخ سے ملاقات کی۔ جب طلب کے جذبہ نے شدت کا احساس پیدا کیا تو خواب میں اُنہیں ہندواڑہ کے گاؤں ماگم شریف کا بتایا گیا۔ ان دنوں وہاں حضرت میر محمد صدیقؒ شریعت و طریقت کی شمع جلائے بیٹھے تھے۔ عرب و عجم سے روحانیت کے طالب دیوانہ وار ماگم شریف پہنچ رہے تھے۔ آپکو بھی رہبرِ طریقت سے ملاقات کا شوق ماگم شریف لے گیا۔ جب کٹھن سفر کے بعد ماگم شریف پہنچے تو دیکھا لوگوں کا ہجوم جمع ہے۔ یہ بھی سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ ماگمی سرکارؒ نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ میں تو عرصہ سے تمہارا منتظر تھا۔ یہ فرما کر آپکو سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کر کے خلافت سے نوازا۔ اور باورچی کو حکم دیا مہمان کی تواضع کشمیری قہوہ سے کرے۔ آپکو ذکر کے رائج طریقے بتا کر رخصت کیا اور تاکید کی کہ لوگوں کی روحانی تربیت پر توجہ دیں۔ تزکیہ نفس کا خصوصی اہتمام کریں۔ اِس ملاقات نے آپؒ کے باطن کو معرفت کے نور سے منور کر دیا۔ آپکی نگاہ سے کوئی بھی پہلو مخفی نہ رہا۔ جدھر دیکھتے حق کی جلوہ گری نظر آتی گویا شاہ سائیں حضرت عبداللطیف بھٹائیؒ کے الفاظ میں

لاکھ دروازوں کا قصر پر سماں
اور جانب کروڑوں کھڑکیاں
جس طرح بھی دیکھتا ہوں کہ سربسر
اس طرح آتا ہے وہ مالک نظر

ماگم شریف سے واپس آنے کے بعد مکان کے تنہا گوشہ میں عبادت و ریاضت میں وقت گزارتے۔ موٹے اونی کپڑے کا سادا سا لباس زیب تن ہوتا۔ جلال کا یہ عالم تھا کہ کسی میں آپؒ کے

Marfat.com

چہرہ کی جلالت کی جانب دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ چونکہ آپؒ کا انداز انسانوں سے مہر و محبت والا تھا۔ اِس لئے کوئی بھی سائل حضرت والا کے لطف و کرم سے محروم نہ رہتا تھا۔ اِس میں شاہ و گدا کی تمیز نہ تھی۔ تربیت میں اس بات کا خصوصی اہتمام فرماتے کہ عقیدت مند جو پند و نصائح سنے اُس میں اُسے عقیدگی کی پختگی عطا ہو اور اِس کی حاضری کا مقصد بھی پورا ہو جائے جیسا کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے نصیحت کے طالب بادشاہ وقت کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ قیامت کے روز اِس بارے میں ضرور پوچھا جائے گا کہ آیا مخلوق کا حق ادا ہوا ہے کہ نہیں۔ بادشاہ ندامت سے مجلس سے اُٹھ آیا تھا۔ حضرت نظام الدین کیانویؒ نے بھی اپنے ہم نام حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی مانند حق گوئی بیباقی کے انمٹ نقوش مرتب کیے۔ بقول صاحبِ سیف الملوک حضرت میاں محمد بخشؒ

محرم حال حقیقت کولوں واقف سی عرفانوں
پُرتقصیراں نوں تاثیراں ہوون اُس زبانوں

مرشد کو بھی آپؒ سے بے انتہا محبت تھی۔ جو بھی بیعت یا روحانی بلندی کا طلبگار بن کر ما گم جاتا تو اُسے فرماتے کہ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں جو کچھ تھا وہ نظام الدینؒ لے گیا ہے۔ اُسی کے پاس کیاں شریف چلے جاؤ۔ چنانچہ بہت سے لوگ دور دراز کے سفر کے بعد کیاں پہنچتے اور بیعت کی سعادت حاصل کرتے تھے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ جو ان دنوں جموں و کشمیر کا حکمران تھا۔ اُسے جب اطلاع ملی کہ کیاں شریف میں ایک ایسا روحانی پیشوا ہے جس کی ارادت میں لاکھوں لوگ شامل ہیں اور وہ کسی وقت بھی اُس کی حکومت کے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔ جیسا کہ ایک انگریز دانشور نے اجمیر کا دورہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ ہندوستان پر ایک قبر حکومت کر رہی ہے۔ مہاراجہ کے حکم پر آپکو حراست میں شمشیر گڑھ لے جایا گیا۔ مہاراجہ آپؒ کے جمال کی تاب نہ لا سکا۔ اُس پر ندامت کی کپکپی طاری ہو گئی۔ شرمندگی سے معافی کا طلبگار ہوا۔ ہکلاتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ آپؒ چاہے یہاں پر رہیں یا واپس چلے جائیں آپکو اختیار ہے۔ نذرانے اور جاگیر دینی چاہی جو آپؒ نے قبول نہ کیں۔ کیاں شریف کا آستانہ

Marfat.com

ریاست جموں وکشمیر کے بڑے روحانی مراکز میں سے ہے آپؒ کے خلفاء کی تعداد بھی کافی ہے۔ جن میں حضرت محمد قاسم موہڑویؒ، حضرت پیر نظیر احمدؒ، حضرت غلام نبی ملتانیؒ، حضرت میاں عبیداللہ لارویؒ، حضرت میاں نظام الدین لارویؒ کا نام قابلِ ذکر ہے۔ حضرت پیر قاسم موہڑویؒ اور حضرت پیر نظیر احمد موہڑویؒ نے مری کے علاقہ موہڑہ شریف میں رشد وہدایت کے چراغ روشن کیے۔ ہر دو بزرگوں کے دم سے آزاد کشمیر، پنجاب، ہزارہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی بڑی تعداد فیضیاب ہوئی جبکہ حضرت میاں نظام الدین لارویؒ اور انکے عظیم المرتبت والد حضرت میاں عبیداللہ لارویؒ نے وانگت لار میں روحانی مرکز کی داغ بیل ڈالی جس سے نہ صرف وادی کشمیر بلکہ راجوری، پونچھ، ریاسی اور صوبہ جموں کے بہت سے علاقوں کے مریدین کی بڑی تعداد کو روحانی آسودگی حاصل ہوئی۔ اِس کے علاوہ آپؒ کے اور خلیفہ بھی تھے جن میں حضرت ارسلا خانؒ حضرت حبیب اللہؒ، حضرت رحیم بخشؒ، حضرت امیر حمزہؒ، حضرت سائیں بہرام الدینؒ، حضرت فقیرؒ، مولوی عبدالحکیمؒ، مولوی محمد رمضانؒ، حضرت مرزا غلام ہادیؒ، حضرت فقیر کرم الٰہیؒ، حضرت قاضی محمد یوسفؒ شامل ہیں نے آپؒ نے ریاست جموں وکشمیر میں روحانیت کے احیاء میں اُسی فریضہ کی بجاآوری کی جس کا اظہار حضرت نور محمد مہارویؒ نے پنجاب میں کیا جس طرح حضرت مہارویؒ کی توجہ سے بقول مناقب المحبوبین کے مصنف کے تونسہ شریف، احمد پور، چاچڑاں شریف، مکھڈ، جلال پور اور گولڑہ کی خانقاہوں کے چراغ جلے اسی طرح حضرت نظام الدین کیانویؒ کی تبلیغی مساعی سے لار شریف، موہڑہ شریف، نیریاں شریف، ناڑہ شریف، ٹھٹھہ مولا، لاء شریف، گھمگول شریف پمروٹ شریف میں بڑی خانقاہیں قائم ہوئیں جہاں سے گم گشتہ راہوں کو جو روحانی سرفرازی عطا ہوئی اس کی تفصیل ضخیم کتابوں کی متقاضی ہے۔

آپکے روحانی تصرفات کی کوئی حد نہ تھی۔ کشف وکرامات کے انگنت واقعات روائتوں کی صورت میں ملتے ہیں۔ آپؒ کے اکمل خلیفہ حضرت میاں عبیداللہ لارویؒ اپنی سی حرفی میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔ صورت اس اجمال کی یوں ہے کہ ایک بار کیانوی سرکارؒ نے آپکو بتایا کہ میں ابھی مدینہ سے نماز پڑھکر آرہا ہوں۔ میاں صاحب نے پوچھا کہ مدینہ کتنی دور ہے۔ میاں صاحب نے

Marfat.com

فرمایا کہ یہی کوئی اڑھائی قدم۔ اِس جواب کو میاں صاحب نے منظوم صورت میں اپنی سی حرفی میں یوں بنایا ہے۔

قدم تیرے سارے عجم اُتے جھڑے لنگھ سمندروں جان والے
چمک مار کے ہک او بجلی وانگوں گھڑی مڑ مدینیوں آن والے
تیری نماز دانہ کوئے راز لبھے مکے جانگے سیس نوان والے
عبدشیریں سخن نی انہاں پیاریاندے جھڑے زخماندی پیڑ ملان والے

عارف ربانی حضرت میاں محمد بخشؒ نے اس خیال کو سیف الملوک میں یوں بیان کیا ہے۔

واؤ وانگ پھرن سبھ ملکیں ہرگز نظر نہ آون
چپ رہن کستوری وانگوں فر خوشبو دُھماون

آپؒ کی کرامات کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ عبداللہ نامی آدمی کو اس کے گھر والے علاج کی غرض سے لائے۔ وہاں رہنے سے اُس کا مرض جاتا رہا۔ اب وہ دربار پر ہی رہنے لگا۔ ایک دن اُس نے کہا مجھے حج کا بڑا شوق ہے۔ دعا کریں میری خواہش پوری ہو۔ آپؒ نے کہا کہ تمہاری قسمت میں ہوا تو ضرور حج کرو گے۔

ایک بار سردیوں کا موسم آیا۔ حاجی لوگ مکہ کا سفر کر رہے تھے۔ عبداللہ افسردہ تھا کہ میں اِس سعادت سے کیوں محروم ہوں۔ ایک شام آپؒ نے عبداللہ کو کہا کہ وضو کر کے باہر کھڑا ہونا۔ جوں ہی کمرے سے باہر آؤں میری قمیض کو پکڑ کر آنکھیں بند کر لینا جب کہوں تو آنکھیں کھول لینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے وہاں جب آپؒ کے کہنے پر آنکھیں کھولیں تو خود کو حجاز مقدس میں پایا۔ مناسک حج ادا کیے۔ دوسرے حاجیوں کی طرح وہ بھی مصروف رہا۔ جب واپسی پر اُس نے آپکی قمیض پکڑ لی اور آپکے ساتھ گھر پہنچ گیا۔ آپؒ نے اُسے کہا کہ تم حاجی تو بن گئے ہو اسے راز ہی رہنے دینا۔ اگر کسی کو بتایا تو تم نابینا ہو جاؤ گے۔ مگر جب ایک محفل میں جس میں حضرت میاں نظام الدین لارویؒ بھی موجود تھے۔ عبداللہ نے واقعہ کو بیان کرنا شروع کیا۔ جب وہ نابینا والی بات پر پہنچا تو سچ مچ اسکی بینائی جاتی

Marfat.com

رہی۔

حضرت میاں عبداللہ لارویؒ نے اپنی تصنیف ''اسرار کبیری'' میں متعدد واقعات لکھے ہیں کہ کس طرح کیانوی سرکارؒ نے بہت مشکل مرحلوں میں اُنکی رہنمائی کی تھی۔کبھی کسی رہزن سے بچایا تھا۔ نماز کی ادائیگی میں قبلہ کی صحیح سمت کے تعین میں مدد کی۔کبھی چوری کے واقعہ میں آپکو بری الذمہ کرنے میں رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔طوالت کے خوف سے ایک واقعہ بیان کیے دیتا ہوں۔ بابا جی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حالت سفر میں کسی اجنبی علاقہ میں رات کے وقت ایک مسجد میں پڑاوٗ ڈالا۔ میرے ساتھ ایک ہمراہی بھی تھا۔اُس نے اصرار کیا کہ چلو شہر میں گدائی کر کے کچھ خورد و نوش کا اہتمام کریں۔چونکہ آپؒ گدائی میں جھجک محسوس کرتے تھے۔اس لئے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔خود مسجد میں چپ کر کے بیٹھ رہے۔وہاں ایک اور مسافر بھی قیام پذیر تھا جس کا سامان چوری ہو گیا اُس نے آپؒ پر الزام لگایا کہ یہی میرے سامان کے چور ہیں۔حقیقت یہ تھی کہ اُس شخص کا سامان آپؒ کے ہمراہی نے چوری کیا تھا اور اُس کے پاس سے برآمد بھی ہو گیا تھا۔لوگوں نے ساتھی ہونے کے ناطے آپکو بھی ملزم گردانا۔لوگوں نے لعن طعن شروع کی۔ یہ ہنگامہ جاری تھا کہ مسجد کے دروازے سے ایک برگزیدہ شخصیت اندر آئی۔ اُس نے بلند آواز سے آپکی بے گناہی کی گواہی دی۔ ان کے حلیے سے وجاہت عیاں تھی۔اسلئے سب نے ان کی گواہی کو تسلیم کر لیا۔اور وہ سب معافی کے خواستگار ہوئے اور ہمراہی لڑکے کو قرار واقعی سزا دی۔ حضرت بابا جی نے ''اسرار کبیری'' میں اس طرح کے بہت سے واقعات لکھے ہیں بعد میں جب آپ کیاں شریف میں بیعت کی غرض سے پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ مختلف موقعوں پر مصائب سے بچانے والا مسیحا تو کیانوی سرکارؒ ہی تھے۔

آپؒ کی کرامات کے واقعات ایک مضمون میں سمیٹنے مشکل ہیں۔ کچھ واقعات چند ایک مضامین میں پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔سب سے مستند حوالہ اسرارِ کبیری کا ہے جس میں بابا جی صاحب لارویؒ نے صفحہ تین سو تیس سے صفحہ تین سو تریسٹھ میں ذاتی مشاہدوں کی صورت میں واقعات کو بیان کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں خراجِ عقیدت بھی پیش کیا ہے۔مناجات میں مرشد کا ذکر بھی کرتے

Marfat.com

ہیں۔ ''حیات محی الدین غزنویؒ'' میں مولانا ریاض احمد صمدانی نے آپ سرکارؒ کا ذکر ایک باب کی صورت میں کیا ہے۔ جبکہ آستانہ وابستہ عقیدتمندوں نے ''فیضانِ کئیاں شریف'' کے عنوان سے کتابچہ میں کچھ واقعات کسی حد تک جمع کر دیئے ہیں۔ آزاد کشمیر ریڈیو تراڑکھل کے گوجری پروگرام میں عرس کے موقعہ پر 1972ء سے آپؒ کی دینی خدمات پر بابائے گوجری رانا فضل حسین نے تقاریر کا سلسلہ جاری کیا۔ جس میں مذہبی سکالر باقاعدگی سے شرکت کرتے رہے ہیں۔ آپ سرکارؒ نے طویل عمر پائی۔ آٹھ صفر 1313ھ بمطابق 1892ء میں وصال فرمایا۔ کئیاں شریف میں ہی آسودہ خاک ہوئے۔ آپؒ کا آستانہ مرجع خلائق ہے۔ آپؒ کی اولاد پاک میں سے حضرت میاں محمد یٰسینؒ، حضرت میاں عبدالرشیدؒ، حضرت میاں عبدالحمیدؒ، حضرت پیر محمد داوٗدؒ نے آپؒ کے روحانی مشن کی آبیاری کی ان دنوں میں سربلند نظامی کیانوی سرکارؒ کے پیغام کو عام کر رہے ہیں۔

Marfat.com

حضرت شیخ نورالدین نورانی رشیؒ

حضرت شیخ نورالدین ولیؒ 4 جمادی الاول ۷۷۹ھ کو کولگام کے نواحی قصبہ کیموہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت سید امیر کبیر علی ہمدانیؒ کے بعد آپؒ دوسرے بزرگ ہیں جنہوں نے تبلیغ کا فریضہ بڑی جانفشانی سے انجام دیا۔ Patern saint کی حیثیت سے آپکو شیخ الاسلام، علمدارِ کشیر، شیخ الشیوخ، شیخ المشائخ، رومیٔ کشمیر، نندرشی کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ریاست جموں و کشمیر کی تہذیبی و تمدنی روایات کے تناظر میں آپکی تبلیغی جدوجہد کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ حضرت بابا کمال الدینؒ، حضرت بابا خلیل، عبدالوہاب نوری، سید علی بن سید ماگرے، اعظم دیدہ مری کی تصانیف میں حضرت شیخ العالمؒ کی سوانح عمری اور کلام کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات مِل جاتی ہیں۔ یہ تذکرے اگرچہ روائتی انداز میں لکھے گئے ہیں۔ حضرت شیخ کا خود کے بارے میں فرمانا تھا کہ ''مجھے ہر (خدا) نے کھی گاؤں میں پیدا کیا۔ میں نندسنز مسلمان ہوں۔ میرے والد سلت سنز مسلمان تھے جن کے مرشد سید حسین سمنانیؒ ہیں جو کولگام میں آسودہ خاک ہیں'' بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت شیخ کی ولادت کے حوالے سے کھی جوگی پورہ کے جوگی کی روائت کو بھی بیان کیا جس نے ایک شام اپنی بیوی کو بتایا کہ آج رات کو قریبی چشمہ پر دو پھول کھلیں گے جو عورت پہلے پھول کو سونگھے گی اُس کے بطن سے ایک ایسا رشی پیدا ہوگا جو بڑی روحانی قوت کا مالک ہوگا جبکہ دوسرے پھول کو سونگھنے والی عورت بھی ایک ایسی برگزیدہ ہستی کو جنم دے گی جو پہلے رشی سے مرتبے میں ایک دودرجے کم ہوگا۔ اتفاق سے یہ باتیں قریب سے گزرنے والے شیخ سالارالدین نے سن لیں جنہوں نے اپنی بیوی سدرہ کو جاکر ساری بات بتادی جسے سنتے ہی انہوں نے چشمہ پر جاکر پہلے پھول کو سونگھ لیا اُس کے بعد برہمن کی بیوی نے چشمہ پر جاکر دوسرے پھول کو سونگھ لیا۔ کچھ عرصہ بعد سدرہ ماں جی نے حضرت شیخ العالم شیخ نورالدین ولیؒ اور برہمن کی بیوی کے ہاں بُم سادھ نے جنم لیا۔ حضرت سید میر علی ہمدانیؒ نے آپؒ کے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ ''یہ لڑکا بڑا ہوکر ایک عالم کو سرسبز کرے گا'' روائت ہے کہ حضرت سید علی ہمدانیؒ دوسری بار کشمیر آئے تو حضرت شیخ العالمؒ کی عمر مبارک سات سال کے قریب

Marfat.com

تھی جب حضرت امیرؒ کولگام میں کیموہ کے گاؤں میں پہنچے اس وقت حضرت شیخ ایک پہاڑی پر تشریف فرماتھے۔حضرت شاہ ہمدان آپؒ سے ملنے پہاڑی پر گئے۔واپسی پر حضرت امیر کبیرؒ نے اپنے ساتھیوں کوحضرت شیخ العالمؒ کے بلند روحانی مقام کے بارے میں بتایا۔دراصل حضرت شاہ ہمدانؒ نے کشفِ باطنی سے معلوم کرلیا تھا کہ حضرت شیخ العالمؒ کے دم سے کشمیر کی تہذیبی وتمدنی روایات میں ایک انقلاب برپا ہوگا۔

آپؒ کے اجداد کا تعلق کشتواڑ سے تھا۔اِس حوالے سے معروف محقق و دانشور فتح علی سروری کسانہ کشمیر کلچرل اکیڈمی کے مجلّہ مہار واد ب میں لکھتے ہیں کہ کشتواڑ کا علاقہ آٹھویں صدی سے انیسویں صدی تک ایک آزاداور خودمختار ملک رہا ہے۔آٹھویں صدی میں اجین کے گوجر پرمار شاہی گھرانہ میں تخت وتاج کیلئے جھگڑا ہوا۔اس جھگڑے کی وجہ سے ہن پال گوجر کے لئے اجین میں رہنا مشکل ہوگیا۔وہ پہلے تو نگرکوٹ میں آیا وہاں سے سادھوؤں کا بھیس بدل کر کشتواڑ آیا اور پنجاب کے ان سانسیوں کوشکست دی جنہوں نے کشتواڑ پر قبضہ کیا تھا۔اور خودمختار گوجر سلطنت کی بنیاد رکھی ۔اِس خاندان کا آخری راجہ محمد تیغ سنگھ تھا۔حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کے بزرگ اسی کشتواڑی گوجر گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت شیخ العالم کا شجرہ نسب یوں ہے۔

اوگراسنز

دریتاسنز

زنگاسنز

ہنزسنز

گرزاسنز (شیخ سالارالدین)

نندہ سنز (شیخ نورالدین رشی)

حضرت شیخؒ کے جدامجد اوگر سنز کشمیر جاکرآباد ہوئے۔تاتاریوں کے حملوں میں زنگاسنز مارا

Marfat.com

گیا۔ اس کے ساتھ جائیداد بھی تباہ ہوئی۔ اُس کا بیٹا ہنز سنز گوتھ سنتھ میں جا کر آباد ہوا۔ اور مقامی جاگیردار کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ وہ دشمن قبیلہ سے جنگ میں مارا گیا۔ ہنز سنز کا بیٹا سلر سنز حضرت سید حسین سمنانیؒ کے ہاتھ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ اِس خانوادہ کے افراد کھی جوگی پورہ میں آباد ہوئے۔ سارا خاندان وبائی مرض میں ہلاک ہوا۔ صرف سدرہ ماں جی زندہ رہیں۔

ایک بار حضرت شیخ سالارالدین اور سدرہ ماں جی حضرت یاسمن رشیؒ کے پاس حاضر تھے۔ وہاں کشمیر کی معروف مجذوبہ للہ عارفہؒ ہاتھ میں گلاب کا پھول لئے نمودار ہوئی۔ حضرت یاسمن رشیؒ نے وہ پھول سدرہ ماں جی کو دے دیا اور برگزیدہ رشی کی ولادت کی نوید سنائی۔ آپکی والدہ بتاتی ہیں کہ ایک بار میں گاؤں کے رئیس کی بیوی کے ساتھ قریبی ندی پر بیٹھی تھی۔ ایک نورانی صورت بزرگ قریب سے گزرے انہوں نے مجھے دیکھتے ہی تعظیم بجالائی۔ رئیس کی بیوی نے کہا کہ اُس نے مجھے سلام کیا ہے۔ جس پر بزرگ نے پیچھے مڑ کر کہا کہ میں نے اُسے سلام کیا ہے جو تیرے شکم میں ہے۔ یہ کہتے ہوئے نظروں کے آگے سے غائب ہوگئے۔ یہ بزرگ حضرت اویس قرنیؒ تھے۔ ولادت کے بعد آپؒ دودھ پینے کی طرف راغب نہیں تھے۔ جب للہ عارفہؒ کو خبر ہوئی تو انہوں نے کہا کہ بیٹا پیدا ہونے سے نہیں شرمائے تو دودھ پینے سے کیوں شرماتے ہو۔ یہ کہتے ہوئے للہ عارفہؒ نے آپکو اپنی گود میں اٹھالیا اور اپنی انگلی آپؒ کے منہ میں ڈال دی۔ انگلی تھن بن گئی جس سے دودھ ٹپکنے لگا۔ آپؒ نے والدہ کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو والدہ نے قریبی مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے داخل کرایا مگر یہاں آپکا دل نہ لگا پھر مقامی جولاہے کے پاس کام سیکھنے کے لئے بٹھا دیا۔ یہاں کام کیا سیکھتے جولاہے کو کہتے ''کیا دھنیے کیا جولاہے جب من کا میل صاف کرنے پر آجائیں تو ان کے اندر سے لوگوں کی ڈھیروں روئی اور منوں دھاگے برآمد ہوں''۔

جب بڑے ہوئے تو ترال کے متمول گھرانے میں آپکی شادی ہوگئی جس سے ایک بیٹا اور بیٹی پیدا ہوئی چونکہ حضرت شیخ العالمؒ جنگلوں اور بیابانوں کی سیاحت کے ذریعے فطرت کے مشاہدے میں وقت صرف کرتے تھے جس کی وجہ سے عیالداری کے معاملات سے نبھا کرنا آپؒ کے لئے مشکل تھا۔

Marfat.com

ایک روز والدہ نے کہا کہ ''بیٹے جنگلوں اور بیابانوں میں پھرنے سے تجھے کیا ملے گا۔ گزارے کی کوئی صورت نکال۔ جس پر آپؒ نے والدہ کو کہا کہ ''اے والدہ دل تنگ نہ کر آج میں تمہیں بہت سا سونا اور چاندی لا کر دوں گا تو ساری زندگی آرام سے گزارے گی'' یہ کہہ کر شیخ ایک کمہار سے کجاوہ لے کر جنگل کی طرف چلے گئے وہاں سے ٹھیکریاں بھر کر گھر آئے اور والدہ سے کہا کہ اِس کو خالی کر دو والدہ نے دیکھا کہ کجاوہ سونے اور چاندی سے بھرا ہوا ہے۔ وہ گھبرا گئیں اور فرمایا کہ یہ جہاں سے اٹھایا ہے وہاں ہی ڈال آؤ اب میں تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گی۔

آپؒ کا زیادہ وقت عبادت میں گزرنے لگا۔ سخت تپسیہ سے کندن بننے اور للہ عارفہؒ، حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ، حضرت یا سمن رشیؒ کی پیشگوئیوں کی عملی تفسیر کا وقت آ گیا۔ آپؒ گھر بار چھوڑ کر غار میں بارہ سال تک چلہ کش رہے۔ اِس عرصے میں گھاس پات ہی آپؒ کی خوراک رہی۔ بیوی نے آپؒ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ حضرت شیخؒ اُس کی معاشی کفالت سے پہلو تہی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ وہ عدالتی اہلکار کو ساتھ لائیں تا کہ آپکو نان ونفقہ کی فراہمی کا پابند کیا جا سکے۔ چلہ کشی چھوڑ کر گھر چلے اہلکار آپکو دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا ہوش میں آتے ہی معافی کا خواستگار ہوا اور ملازمت کو چھوڑ کر آپؒ کے مریدین میں شامل ہو گیا۔ والدہ نے بھی گھر آنے کے لئے کہا جس پر انہوں نے دیکھا کہ بیٹے کے جسم سے گوشت پوست جدا ہو گیا صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ گیا۔ ماں نے کہا کہ بیٹا جو مرضی ہے کرو مگر اپنی حالت میں واپس آ جاؤ۔ اسی دور کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت شیخؒ غار میں عبادت کر رہے تھے ان کے کانوں میں عورتوں کے بولنے کی آوازیں آئیں جو ایک دوسری سے باتیں کر رہی تھیں کہ آپؒ گھاس پات پر کیسے گزارہ کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس میں کوئی طاقت ہے تبھی لوگ اپنے جانوروں کو پہاڑوں پر لے جاتے ہیں تا کہ وہ کھا کر فربہ ہو جائیں۔ اور زیادہ دودھ گوشت دیں۔ یہ سن کر آپؒ نے گھاس پات کو بھی تیاگ دیا۔ چلہ کشی سے فارغ ہوئے تو سیاحت شروع کی۔ جہاں بھی گئے روحانی قدروں کے احیاء پر خصوصی توجہ دی۔ نفس کشی ہمیشہ آپکے پیش نظر رہی۔ وادیٔ کشمیر کے علاقہ مٹن کے دورہ میں دیکھا لوگ کانگڑیوں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں بھون کر کھا

Marfat.com

رہے ہیں۔خیال آیا کہ مچھلی بڑے مزے کی ہوگی۔چند انگارمنہ میں ڈال کرکہا کہ لومچھلی کے مزے لو۔
اسی طرح ایک بار جنگل میں سے گزرتے ہوئے لوگوں کو بے دریغ درخت کاٹتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ
یہ لوگ اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ اناج تبھی زیادہ ہوگا جب درخت زیادہ ہوں گے یعنی بن نہیں تو ان بھی
نہیں۔ایک بار سبزہ زار سے گزرتے ہوئے چند لڑکیوں کو دیکھا جو گھاس پھوس کاٹنے میں مصروف تھیں
حضرت شیخؒ نے انہیں کہا کہ تم ہریالی کو یوں بے دردی سے کیوں کاٹ رہی ہو وہ بولیں ہم اگر ہریالی کو
جڑ سے کاٹ رہی ہیں تو آپؒ بھی چلتے ہوئے کتنے ہی کیڑوں مکوڑوں کو پاؤں سے روند کر ہلاک کر رہے
ہیں۔حضرت شیخؒ سے گفتگو کرنے والی لڑکیوں میں شیاما، بہت بی بی، دھت بی بی، سنگہ بی بی، سلابی بی
قابلِ ذکر تھیں جنہوں نے آپؒ کی توجہ سے روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کیے۔حضرت شیخؒ کی
تربیت کے حوالہ سے موسیٰ وانی کا واقعہ اکثر تاریخوں میں ملتا ہے جس کی گاہک سے بے اصولی کو دیکھتے
ہوئے کہا کہ مجھے بھی قیمتی پارچے کی مانند کسی مناسب جگہ رکھو تا کہ میری بھی اہمیت بن جائے۔اِس
جملہ کو سننا تھا کہ موسیٰ وانی کی حالت بدل گئی۔اپنا سب کچھ غریبوں میں لٹا کر حضرت شیخؒ کے مریدین
میں شامل ہو گیا۔ایک بار حضرت شیخؒ ایک دعوت میں شرکت کے لئے پہنچے دربان نے آپکے غریبانہ
لباس کو دیکھتے ہوئے اندر نہ جانے دیا کسی سے عمدہ لباس مانگ کر زیب تن کر کے آئے تو میزبان نے
بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔محفل میں خصوصی نشست بیٹھنے کے لئے دی۔جب کھانے کا وقت ہوا تو
آپؒ نے کھانے میں اپنی پوشاک کی آستینیں ڈال دیں اور کہا کہ اے آستینو کھاؤ کیونکہ اِس دعوت کا
اہتمام صرف تمہارے لئے ہے۔میزبان کو حقیقت معلوم ہوئی تو بڑا نادم ہوا۔

حضرت شیخؒ کو سرخیل ریشیاں بھی کہا جاتا ہے۔رشی حقیقت میں وہ پرہیز گار و عبادت گزار
لوگ ہیں جو دنیاداری کے معاملات کو تج کر جنگلوں و بیابانوں کو اپنا مسکن بنالیں۔ان کا مقصد صرف
تزکیہ نفس ہوتا ہے۔بقول طاؤس بانہالی وہ بھی ہے اپنی نظر کا نور اس شمع ہدایت سے لیتے ہیں جس نے
چالیس برس تک غار حرا میں اجالا کیا۔

حضرت شیخؒ کے آفاقی مشن سے متاثر ہو کر لاکھوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔دراصل

Marfat.com

آپؒ نے تبلیغ کا انداز اسلام کے ابدی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اختیار کیا۔آپکے فیضان سے مذہبی رواداری کی ایسی فضا پیدا ہوئی جس سے ریاست جموں وکشمیر کے عوام نے من حیث القوم بھر پور فائدہ اٹھایا۔ چرارشریف کی درگاہ مذہبی قدروں کے احیاء کا بڑا مرکز بن گئی ۔آپؒ نے تحریر وتقریر دونوں طریقوں سے کام لیا۔صوفی شاعر کی حیثیت سے آپؒ کے کشمیری کلام کو''مثنوی مولوی ثانی'' بھی کہا جاتا ہے۔ریشیت کے حوالے سے ایک نظم میں لکھتے ہیں۔

پہلے ریشی نبی کریمؐ ہیں۔دوسرے حضرت اویس قرنیؓ تیسرے ریشی زلکر ریشیؒ ہیں چوتھے پلاسمن ریشیؒ ہیں پانچویں روم ریشیؒ (جو حضرت خضر علیہ) ہیں چھٹے حضرت میرن ریشیؒ ہیں ساتویں پر ریشی کی تہمت ہے بھلا میں کس قطار میں ہوں۔

ایک اور نظم میں فروتنی وانکسار کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں''میں کہاں کا ریشی ہوں میرا نام کس شمار وقطار میں ہے''

آپؒ کے زہد وریاضت کے حوالے سے پروفیسر محمد عبداللہ شیدا لکھتے ہیں''شیخ کامل حضرت شیخ نورالدین رشیؒ نے اسی لئے ایک عرصہ تک تزکیہ نفس کے ذریعے اپنے آپکو اِس کارِ عظیم کے لئے تیار کیا جو دعوت دین کے سلسلہ میں آپؒ کے پیش نظر تھا۔اہل خطہ کشمیر کی نفسیات کا تقاضا بھی یہی تھا کیونکہ یہاں کے لوگ جس قسم کی مذہبیت کے خوگر تھے اور ریشیت کا جو طریقہ ان کے رگ وپے میں بسا ہوا تھا۔اس کا خیال رکھے بغیر تبلیغ دین کا کوئی طریقہ موثر نہیں ہوسکتا دوسری بات جس کی طرف بابا داوٗد خاکیؒ نے اشارہ کیا وہ آپؒ کا اویسی ہونا ہے یعنی آپ صوفیائے کرام کے اُس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو اویسی کہلاتے ہیں۔اویسی کسی پیر طریقت سے بیعت نہیں ہوتے بلکہ براہ راست آنحضرتؐ سے روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔حضرت اویس قرنیؓ آنحضورؐ کے نادیدہ عاشق تھے جن کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ مجھے یمن سے نفس الٰہی کی خوشبو آرہی ہے''

آپؒ کی ہمہ جہت شخصیت کے بارے میں معروف محقق اور دانشور فتح علی سروری کسانہ کشمیر کلچرل اکیڈمی کے مجلّہ''مہاروادب'' کے صفحہ آٹھ پر لکھتے ہیں''حضرت شیخؒ جن کو علمدارِ کشمیر کہا جاتا

Marfat.com

ہے آپؒ کا زمانہ وہ ہے جب کشمیر میں حکومت کے ایوانوں میں اسلام کا ڈنکا بج رہا تھا۔ لیکن عوام کا ایک بڑا طبقہ اپنا تعلق ماضی سے رکھ کر تذبذب کی حالت میں تھا۔ حضرت شیخؒ ایک ہاتھ میں کشمیر کا ماضی اور دوسرے ہاتھ میں کشمیر کا مستقبل لے کر قوم کے سامنے آئے۔ یہ بات کشمیریوں کو زیادہ بھائی اور وہ آپؒ کی انسان دوستی زہد وتقویٰ اور خدا پرستی کو دیکھ کر آپکے جھنڈے تلے آتے گئے''۔

حضرت شیخؒ کے وصال کو چھ سو سال سے زیادہ عرصہ ہونے کو آیا ہے۔ آپؒ سلطان زین العابدین بڈشاہ کے دور سے تعلق رکھتے تھے۔ بادشاہ آپؒ کا بڑا احترام کرتا تھا۔ آپؒ کے فرمودات کی بجا آوری کو اپنی سعادت سمجھتا تھا۔ اس وقت سے لے کر آجتک ریاست جموں وکشمیر پر سکھوں، افغانوں، مغلوں اور ڈوگروں کی حکومتیں رہیں۔ اِن حکومتوں کے ادوار میں اہل جموں کشمیر کو جن مصائب و آلام سے گزرنا پڑا وہ تاریخ کا خونچکاں باب ہے۔ دورِ ابتلاء میں یہاں کے عوام حضرت شیخؒ کی روحانی عظمت کے گیت گاتے رہے۔ ایک گورنر نے آپؒ کے نام کا سکہ بھی جاری کیا تھا۔

حضرت شیخ العالمؒ کے حوالے سے معروف کشمیری دانشور ڈاکٹر غلام محمد اونتو اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں ''حضرت شیخ نور الدین ولیؒ کو کشمیری مسلمان علمدارِ کشمیر کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ کشمیر صوفیوں اور بزرگوں کی سرزمین ہے اور حضرت شیخ نورالدین ولیؒ سب کے سردار ہیں اور وہ کشمیر کے سیاہ وسفید کے مالک سمجھے جاتے ہیں اور کشمیر کا جھنڈا ان کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اسی لئے لوگ انہیں علمدار کشمیر (بینر ہولڈر آف کشمیر) کے نام سے پکارتے ہیں۔ حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ لوگ انہیں پیار سے نندرشی بھی کہتے ہیں۔ حضرت شیخ نورالدین ریشی کو ریشیانِ کشمیر میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اور وہ سردار کشمیر ہیں۔ شیخ نورالدینؒ کے عقیدتمندوں میں تمام مسلمان سکھ اور ہندو ہیں۔ درگاہ پر سالانہ عرس چھ جمادی الاول کو بڑے جوش وخروش سے منایا جاتا ہے کشمیر کے کونے کونے سے لوگ اِس دن درگاہ پر حاضری دیتے ہیں۔ رات بھر شب بیداری کرتے ہیں۔ زیارت کے دوران درود وسلام سے پورے علاقے میں مہک چلتی ہے۔ اگلی صبح چوغہ عصا

Marfat.com

شریف کی زیارت کرتے ہیں۔لوگ گھروں کو واپس جاتے ہوئے چرار شریف کی سوکھی ناشپاتی تبرکات کے طور پر ساتھ لے جاتے ہیں''

حضرت شیخ العالمؒ نے وادیٔ کشمیر کے دور دراز مقامات کا دورہ کر کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا۔جن مقامات کی سیاحت کا حال تاریخوں میں درج ہے ان میں دیوسر، محتامولہ، ہونجی پورہ، بیروہ، دریہ گام، روپہ ون اور دوسری جگہوں کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔چرار شریف کے علاوہ دریہ گام بھی آپؒ کی درگاہ کے طور پر مشہور ہے۔اس کے علاوہ کیموہ میں آپؒ کی جائے ولادت پر ایک درگارہ ہے۔

بعض محقق نے حضرت شیخؒ کے خاندان کو سورج بنسی لکھا ہے جب کہ ممتاز محقق اور دانشور فتح علی سروری کسانہ نے اس نظریہ سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورج بنسی قبائل کا تعلق مہر قبیلہ سے ہے جس کے سردار بھٹارک گجر نے مغربی ہندوستان میں ایک خودمختار حکومت قائم کی۔حضرت شیخؒ کا خاندان سورج ونشی نہیں بلکہ گوجراگنی کل ہے۔حضرت شیخ العالمؒ نے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد چرار شریف میں ۸۶۲ھ کو وصال فرمایا۔آپؒ کا آستانہ عالم اسلام کے بڑے روحانی مراکز میں ہے۔ سلطان زین العابدین بڈشاہ نے تدفین کی رسومات میں پورے لاؤلشکر کے ساتھ شرکت کی۔ملک بھر میں کئی دنوں تک سوگ منایا گیا۔

حضرت شیخ کے حوالے سے لکھے گئے نورناموں، ریشی ناموں اور تواریخ کا مختصر جائزہ پیش ہے۔تاریخ کشمیر مصنف سید علی بن ماگرے۔یہ قدیم فارسی تاریخ ہے جس کے مصنف حضرت شیخ العالمؒ کے وصال کے بعد اسی سال تک زندہ رہے۔سید علی نے لکھا ہے کہ شیخؒ مرتبہ کے اعتبار سے اولیائے کبار میں سے تھے۔انہوں نے نفس کشی اور ریاضت کا جو بلند نمونہ پیش کیا اُس کی نظیر بہت کم ملے گی۔چراڑ شریف جہاں آپؒ کا آستانہ ہے کو ایک سازش کے ذریعے جلا کر خاکستر کرنے سے اس عظیم روحانی وثقافتی ورثے کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا گیا۔عوامی سطح پر اس واقعے کی شدید مذمت کی گئی۔

Marfat.com

ریشی نامہ بابا داؤد خاکی:

یہ فارسی نظم ہے. جس میں حضرت شیخ کی کشف وکرامات کا تذکرہ ہے

بہارستان شاہی:

یہ تاریخ بھی تذکرہ کی صورت میں لکھی گئی ہے۔

نورنامہ بابا نصیب الدین غازی ۱۰۴۷ھ

اِس نورنامہ میں حضرت شیخؒ اور دیگر چار خلفاء کے حالات درج ہیں۔

اسرارتصنیف میں بھی نامور صوفیاء کے حالات ترتیب وار لکھے گئے ہیں۔

واقعاتِ کشمیر:

خواجہ اعظم دیدہ مری نے ۱۱۴۸ء میں اسے تصنیف میں بھی حضرت شیخؒ کے حالات بڑی محنت سے لکھے گئے ہیں۔

فتوحاتِ کبرویہ:

عبدالوہاب نوری نے حضرت شیخؒ کے حالات لکھتے ہوئے خاصی محنت سے کام لیا انہوں نے حضرت شیخؒ کے بارے میں یہ بات لکھی ہے کہ ولایت کے آثار شروع ہی سے تھے۔

ریشی نامہ مصنف غلام رسول طاؤس بانہالی:

کلام شیخؒ کو سمجھنے میں یہ تصنیف بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ ابتداء میں ۲۳ صفحہ کا دیباچہ حضرت شیخ العالمؒ کی مِلی خدمات کے حوالے سے قارئین کو بڈشاہی عہد کی تہذیبی وثقافتی روایات کے بارے میں خاطر خواہ معلومات بہم پہنچاتا ہے۔ لوک ورثاء کے قومی ادارے نے دسمبر ۱۹۸۰ء میں اس تذکرہ کو اہتمام سے شائع کیا۔

حضرت شیخ العالم کے خلفاء:

خلفاء کے ذکر کے بغیر آپؒ کا تذکرہ اِس اعتبار سے مکمل نہیں کہ خود حضرت شیخؒ کا فرمان مبارک ہے کہ ''یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں''۔

Marfat.com

حضرت بابابام الدینؒ

آپ کا اصلی نام بُم سادھ تھا۔ایک بڑے بت خانہ کے مالک تھے۔زبردست روحانی قوتوں کے مالک سمجھے جاتے تھے۔حضرت شیخؒ سے ایک زبردست مناظرے کے بعد اپنے چیلوں کی بڑی تعداد کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے۔حضرت شیخؒ کی توجہ سے صوفیاء کی صف میں ممتاز مقام حاصل کر لیا۔مولوی غلام حسن گامرو نے لکھا ہے کہ ایک بار بادشاہ سلطان سکندر کا بیٹا سلطان علی شاہ پند و نصائح کے لئے آپؒ کے پاس حاضر ہوا۔اُس نے بھیس بدلا ہوا تھا آپؒ نے کہا کہ شہزادے تم نے شاہانہ لباس تو ترک کر دیا ہے مگر بادشاہی کی ہوس تیرے اندر ہے۔اسلئے میری نصیحت تجھ پر اثر نہیں کرے گی۔شہزادے نے رقم دینا چاہی تو لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ شہزادے آئندہ میری مجلس میں نہ آنا۔وفات سے قبل وصیت کی کہ میری تدفین بابا زین العابدین رشیؒ کے ہاتھوں ہو۔لوگ حیران ہوئے وہ ان دنوں تبت میں ہیں پھر کیسے شرکت کریں گے۔مگر یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ وقت مقررہ پر زین العابدین رشیؒ تشریف لے آئے۔

حضرت بابا زین الدین رشیؒ

آپکو حضرت شیخ العالمؒ کے دوسرے خلیفہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔کشتواڑ کے علاقہ پلمڑ کے رہائشی تھے۔اصلی نام زینہ سنگھ تھا۔باپ دشمنوں سے مقابلہ میں قتل ہوا۔ابھی چھوٹے ہی تھے ایک سخت بیماری میں مبتلا ہوگئے۔والدہ پریشان تھی کہ کیا کرے۔اچانک ایک بزرگ اُس کے سامنے نمودار ہوئے جنہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ بچہ جلد صحت یاب ہو جائے گا۔مگر ایک شرط ہے کہ تم بیٹے کی صحت یابی کے بعد اسلام قبول کرلوگی۔ماں نے وعدہ کیا جس پر وہ بزرگ نظروں سے غائب ہوگئے۔بچہ جلد ہی صحت یاب ہو گیا وہ عورت حسبِ وعدہ چرار شریف حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئی۔بچے کی پرورش حضرت شیخؒ نے اپنی نگرانی میں کی۔آپؒ حضرت شیخؒ کے نامور خلفاء میں سے تھے آپ کے روحانی مرتبہ کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ العالمؒ نے کہا کہ ''میرا زین ایسا امرت گروہ ہے جو استاد سے بھی بازی لے گیا ہے''۔

Marfat.com

حضرت بابا لطیف الدینؒ

حضرت شیخ العالمؒ کے تیسرے خلیفہ تھے۔ مٹرو کے متول ہندو گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اصل نام ارت رینا تھا۔ بڑے حکومتی عہدے پر فائز تھے۔ حضرت شیخؒ سے ملاقات کے لئے آئے تھے پھر واپسی کا ارادہ ہمیشہ کیلئے ترک کردیا۔ آپؒ مرشد کے خاص خلفاء میں سے تھے کشف وکرامات کے ان گنت واقعات تاریخوں میں درج ہیں۔

حضرت بابا نصیر الدینؒ

حضرت بابا نصیر الدینؒ حضرت شیخؒ کے چوتھے خلیفہ تھے۔ یہ ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ والدہ آپکے پاس دعا کی غرض سے لائیں۔ حضرت شیخؒ کی توجہ سے شفایاب ہوئے۔ آپؒ کے بارے میں اکثر نظموں میں حضرت شیخؒ نے بڑے والہانہ انداز میں تذکرہ کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت بابا تاج الدین بخاریؒ

حضرت بابا تاج الدین بخاریؒ حضرت شیخ کے نامور خلفاء میں سے تھے۔بعض روائتوں کے مطابق آپؒ کا تعلق عرب سے تھا وہاں سے سرینگر تشریف لے گئے۔کفار کے خلاف کئی جنگوں میں شرکت کی۔وہاں سے حضرت شیخ کی ہدایت پر پنجیڑی بھمبر میں تبلیغ کی غرض سے تشریف لائے۔صاحبِ کشف وکرامات تھے۔میر پور کے غیر مسلم قبائل کو مشرف بہ اسلام کرنے کا اعزاز بھی آپکو حاصل ہے۔اِس کے علاوہ حضرت شیخ کے نامور خلفاء کے بارے میں تاریخ حسن میں جو تفصیل ملتی ہے جن کے حالات زندگی طوالت کے خوف سے درج کرنے کے بجائے صرف ناموں کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔حضرت بابا قیام الدین رشیؒ ،حضرت لچھم رشیؒ ،حضرت نائک رشی ،حضرت سوزن رشیؒ ، حضرت بابا تازدین رشیؒ ،حضرت سنگرام بی بیؒ ،حضرت سنگرام ڈار رشیؒ ،حضرت بہت بی بیؒ ، حضرت زنکار رشیؒ ،حضرت میرن رشیؒ ،حضرت رامور رشیؒ ،حضرت لدرمن رشیؒ ،حضرت پلاسمن رشیؒ ، حضرت خلاصمن رشیؒ ،حضرت باباسمن رشیؒ ،حضرت بابا رجب الدین رشیؒ ،حضرت بابا نوروز رشیؒ ،بابا ہروی رشیؒ ،بابا نندہ رشیؒ ،بابا حاجی رشیؒ ،بابا شمس الدین رشیؒ ،بابا پیام الدین رشیؒ ،بابا دریادین رشیؒ ،بابا حنیف الدین رشیؒ ،بابا شکور الدین رشیؒ ،بابا دریا رشیؒ ،سنگہ بی بیؒ ،بابالدہ مل رشیؒ ،بابالستہ رشیؒ ،بابالدی گنائیؒ ،بابالدی کٹور رشیؒ ،بابا نوری رشیؒ ،ملک یوگی رینہ رشیؒ ،ژوکی رشیؒ ،حضرت بابا لولی رشیؒ (حضرت علامہ اقبال کے جدامجد)۔

یہ خلفاء کی مختصر فہرست ہے وادیٔ کشمیر کے علاوہ صوبہ جموں و پنجاب اور دوسرے علاقوں میں بھی آپؒ کے تربیت یافتہ مبلغین نے اشاعت اسلام کی غرض سے دورے کیے۔

Marfat.com

حضرت صبح خانؒ

حضرت صبح خانؒ گنجو خان ملدیال کے ہاں تولد ہوئے۔ جو قبیلہ کی سرکردہ شخصیات میں شمار ہوتے تھے۔ بچپن ہی سے عبادت گزار تھے۔ گھر کے قریب ہی جہاں فجر کی نماز ایک چبوترہ پر ادا کرتے تھے۔ وہاں ایک بار برگزیدہ ہستیوں سے ملاقات ہوئی جنہوں نے آپکو عرفان کی دولت سے مالا مال کیا۔ آپؒ نے روحانی وصف کو صقیل کرنے کے لئے کٹیا بنا کر چلہ کشی شروع کر دی جس کا خاندان والوں نے برا منایا کہ اگر تم کوئی فقیر ہو تو اپنی کرامت دکھاؤ۔ آپؒ نے ٹالنا چاہا جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو آپؒ نے کہا کہ اگر تمہاری یہ ہی مرضی ہے تو اپنی آنکھیں بند کرو جب انہوں نے ایسا کیا تو تھوڑی دیر کے بعد آپؒ کے کہنے پر آنکھیں کھول کر دیکھا تو آپؒ کے ہاتھ میں پکڑا ہوا عصا سرسبز درخت بن چکا تھا۔ اِس کرامت کے سبب وہ معافی کے خواستگار ہوئے مگر آپؒ نے ان کی معافی قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے یہاں سے انہیں کسی اور علاقہ میں ہجرت کے لئے کہتے ہوئے کہا کہ تمہارا یہاں رہنا اب ممکن نہیں رہا۔ اس کے ساتھ ہی حشرات الارض جن میں سانپ، بچھو وغیرہ بھی اُن کے ساتھ کیے جو اُن کو گھیرے رکھتے۔ اِس صورتحال سے وہ بڑے پریشان ہوئے۔ آپؒ نے انہیں ایک رسی کا گولہ بنا کر دیا اور اِس کے ایک سرے پر آگ سلگائی اور فرمایا جہاں یہ گولہ ختم ہوگا وہ جگہ تمہاری رہائش ہوگی۔ یہ لوگ قافلہ کی صورت میں روانہ ہوئے۔ جب یہ قافلہ شہر کوٹہ پہنچا تو گولہ بجھ گیا۔ حشرات الارض جو سفر میں ساتھ ساتھ تھے وہ بھی چلے گئے جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ علاقہ ان کا مسکن ہوگا۔ آپؒ نے خاندان والوں کی روانگی کے بعد حجرہ بنا کر رہنا شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ سنگڑ، راجے ناسنگڑ، نکر پانیولہ کے مقامات پر عبادت کی غرض سے قیام پذیر رہے۔ پوٹھوہار پر گکھڑوں کی حکومت تھی پونچھ کا بہت سا علاقہ گکھڑ سلطنت کا حصہ تھا۔ یہاں سے نقد اور جنس کی صورت میں خراج وصول کرنے کے لئے گکھڑ کارندے آیا کرتے تھے۔ یہاں سے فصل کاٹ کر لے جائی جاتی تھی۔ خراج کی وصولی میں ہر طرح کی سختی روا رکھی جاتی تھی۔ قحط کے ہاتھوں کسانوں کی مفلسی کا احساس کئے بغیر ہر طرح کے مظالم ڈھانے میں حکومتی کارندے کوئی رورعایت کے روادار نہ ہوتے تھے۔

Marfat.com

ایک بار قحط سالی کے سبب گندم بروقت نہ بھیجی جا سکی۔ جس پر کسانوں کو سزا دینے کے لئے گکھڑوں کا ایک فوجی دستہ یہاں پہنچا۔ جس نے آپؒ کی بیٹھک کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ لوگوں کو سزا کی غرض سے جمع کیا گیا۔ چونکہ یہ دلخراش واقعہ آپکی نظروں کے سامنے ہو رہا تھا آپؒ فوراً بھاگیا نامی جگہ چلے گئے اور ایک تیر گکھڑ لشکر کی طرف پھینکا جو سیدھا سردار کو لگا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ جب اس کی خبر فوجی جوانوں کو ہوئی تو وہ اس کی ہلاکت کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے لگے جھگڑا اِس قدر بڑھا کہ وہ تلواریں لے کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ اور یوں خود ہی انجام کو پہنچ گئے۔ آپؒ کے وصال کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔

عموماً حجرے میں ہی عبادت کرتے رہتے تھے لوگوں کے ساتھ ملنا ترک کر دیا تھا۔ دروازہ بند رکھتے تھے۔ صرف دودھ پر گزارہ کرتے تھے۔ جو بہن لایا کرتی تھی۔ لوگ حجرہ کے باہر آتے۔ مدعا بیان کر کے چلے جاتے تھے۔ جو اُن کی خواہش ہوتی تھی وہ پوری ہو جاتی تھی۔ ایک روز بہن کو فرمانے لگے کہ کل سے نہ آنا اور نہ ہی دروازہ کھولنا۔ کافی عرصہ تک حجرہ کی جانب کوئی نہ گیا۔ ایک روز معززین نے مشورہ کیا کہ دروازہ کھول کر دیکھا جائے مگر آپؒ وہاں نہ تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ ظاہری طور پر زندہ حالت میں پردہ فرما گئے تھے جس پر پھر حجرہ کے دروازہ کو بند کر دیا گیا۔ لوگ حاضری کے شرف سے فیوض و برکات سمیٹ کر لے جاتے تھے۔ عرس پر زائرین کی کافی بھیڑ ہوتی ہے۔

Marfat.com

حضرت سائیں علی بہادر خانؒ

حضرت سائیں علی بہادر خانؒ راجپوتوں کے تیزیال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ راجہ مل خان جو آپؒ کا جد امجد تھا سلطان محمود غزنوی کے عہد میں مسلمان ہوا تھا۔ اُس کا مسلمان ہونا خاندان والوں کو پسند نہ آیا اور اُس کے لئے مشکلات پیدا کیں جسپر وہ ہمرائیوں کے ساتھ مظفر آباد چلا آیا۔ چونکہ یہ جنگجو اور تلوار کے دھنی تھے۔ یہ پورا علاقہ آپ راجیوں میں بٹا ہوا تھا۔ چھتر کلاس کے راجہ کو شکست دے کر تیزیال حکومت کی داغ بیل ڈالی جلد ہی یہ چھوٹی سی سلطنت دوسرے علاقوں تک پھیل گئی۔ سردار گمانی خان اپنے قبیلہ کا با اثر سردار تھا۔ ان کے ہاں ۱۸۸۰ء میں سائیں صاحب کی ولادت ہوئی۔ عام بچوں کی نسبت آپؒ کھیل کود سے الگ تھلگ رہتے۔ اکثر کسی گہری سوچ میں ڈوب جاتے تھے۔ قریبی جنگل میں چلے جاتے اور عبادت کرتے رہتے تھے۔ یا پھر اپنے چچا سردار زمان خان کے ساتھ کھیتی باڑی کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ آپؒ کی قریبی رشتہ داروں میں شادی بھی ہوئی جس سے ایک بیٹا گرو بابا پیدا ہوا۔ جو صوفیانہ اوصاف کا مالک تھا۔ اہلیہ کی وفات کے بعد اُس کی پرورش ننہال والوں نے کی۔ ان ہی دنوں میں حضرت سید رمضان ہمدانیؒ آپؒ کے گھر کے قریب چلہ کش ہوئے۔ سائیں صاحب کی اُس کے ساتھ دوستی ہوگئی۔ جب بھی فرصت ملتی وہ ہمدانیؒ کے پاس چلے جایا کرتے تھے۔ دونوں گھنٹوں گفتگو کرتے تھے۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ جاری رہا۔ ایک روز سائیں صاحبؒ اور شاہ صاحبؒ کسی کو بتائے بغیر کسی نامعلوم مقام پر چلے گئے۔ گھر والوں کو کچھ خبر نہ تھی کہ کہاں گئے ہیں۔ آخر ایک روز معلوم ہوا کہ سائیں صاحبؒ ہڈا باڑی میں آئے اور وہاں کٹیا بنا کر رہنے لگے۔ جب لوگوں کا ہجوم بڑھنے لگا تو کوہالہ کو مسکن بنایا۔ وہاں سے ہنس چوکی اور دریا گلی آ گئے۔ یہاں سے نڑول کو اپنی رہائش کے لئے پسند کیا۔ یہ خوبصورت علاقہ تھا۔ جنگل چونکہ کافی گھنا تھا۔ اِس لئے چند درخت کاٹ لئے جس پر محکمہ جنگلات کے اہلکاروں نے آپکو گرفتار کر لیا۔ باوجود کوشش کے ہتھکڑی نہ لگائی جا سکی۔ جسپر بغیر ہتھکڑی کے آپکو پونچھ لے جایا گیا۔ شام کو حوالات میں بھوک کی شکائت کی تو جیلر نے کہا کہ کیا سب کو بھوکا رکھ کر کھانا تمہیں دے دیا جائے۔ آپؒ نے کہا کہ ہاں جب سب

Marfat.com

قیدیوں کا کھانا آپ کے سامنے رکھا گیا تو اکیلے کھالیا جس پر جیل کے ملازمین حیران رہ گئے۔ مہاراجہ کو اطلاع ہوئی تو اُس نے کہا کہ اسکو شیر کے پنجرے میں ڈال دو۔ اگر جادوگر ہوا تو شیر کا نوالہ بن جائے گا فقیر ہوا زندہ رہے گا۔ جب ایسا ہی کیا گیا بھوکے شیر نے اپنے سر کو آپؒ کے قدموں میں رکھ دیا۔ یہ حیران کن واقعہ دیکھ کر مہاراجہ حیران ہوا۔ اور معتقد ہو گیا۔ کچھ مدد دینا چاہی جسے آپؒ نے لینے سے انکار کر دیا۔

انسانوں کے علاوہ جانور بھی آپکی فیاضی سے مستفیض ہوتے تھے۔ نڑول میں اپنی رہائش کے قریب مکئی اور کنگنی کاشت کی ہوئی تھی جب فصل پک کر تیار ہوئی تو کٹواتے نہیں تھے بلکہ کتوں اور گیدڑوں کے کھانے کے کام آتی تھی۔

ایک بار بوڑھی عورت کی خدمت گزاری سے متاثر ہو کر کہا کہ کیا چاہتی ہو اُس نے اولادِ نرینہ کی خواہش کا اظہار کیا آپکی دعا سے اُس کے ہاں دو بیٹے تولد ہوئے، کھلونا می ہندو تنگدستی کی زندگی گزارتا تھا۔ ایک بار آپکو خزانہ ملا جو اُس کو دے دیا جس سے وہ مرفع حال ہو گیا۔ اُس کا شمار بھی رؤسا میں ہونے لگا۔ آپؒ کا معمول تھا کہ جہاں بیٹھے ہوتے آگ کا الاؤ روشن رکھتے تھے۔ اس الاؤ کی خاک سے بھی حیرت انگیز واقعات ظاہر ہوئے۔ بیمار لے جاتا تو شفایاب ہو جاتا جس مقصد کے لئے لے جائی جاتی وہ پورا ہو کر رہتا تھا۔ گویا بہادر شاہ ظفر کے الفاظ میں کوچہءِ فخر جہاںؒ کی ظفر خاک کی چٹکی بھی اکسیر ہے۔ آپؒ کی سوانح گرو باباؒ کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ چونکہ ان کی پرورش ننھیال میں ہوئی تھی جب سائیں صاحب انہیں لینے گئے تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر جلال میں آ کر آپ نے آگ کا الاؤ روشن کیا اور بیٹے کو اُس میں ڈال دیا۔ عورتوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ بچہ جل گیا بچہ جل گیا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ تھوڑی دیر کے بعد بچہ شعلوں میں سے مسکراتا ہوا باہر آ رہا ہے۔ اِس کے بعد گرو بابا آپؒ کے ساتھ ہی رہے۔ آپؒ کسی کو مایوس نہیں لوٹاتے تھے ایک سردار گل احمد خان سزا کاٹ کر جیل سے رہا ہوا تو سیدھا آپؒ کے پاس حاضر ہوا کہنے لگا کہ مالی اعتبار سے مفلس ہو چکا ہوں۔ خوشحالی کی کوئی امید نہیں ہے۔ دعا فرمائیں میری تنگدستی دور ہو جائے۔ آپؒ کی دعا

Marfat.com

سے تھوڑے عرصہ میں اُس کی امارت کے دن لوٹ آئے۔ایک دن گرو بابا نے دوسرے گاؤں جانے کی خواہش ظاہر کی آپؒ نے کہا کہ آج نہ جاؤ پھر چلے جانا۔مگر جب بیٹے کی ضد بڑھ گئی تو کہا کہ اپنے قدموں واپس چل کر نہ آسکو گے۔گرو بابا جب دوسرے گاؤں پہنچے تو پیٹ میں شدید درد اٹھا۔لوگ چارپائی پر ڈال کر لائے۔آپؒ نے کہا کہ میرا کہا ٹل نہیں سکتا۔جس پر گرو باباؒ نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو اکیلا نہیں جاؤں گا۔یہ سن کر اٹھے قریب پڑی ہوئی سلوں کو سات حصوں میں ضرب لگا کر کاٹا اور کہا کہ انہیں استعمال کرنا۔پہلے دن گرو بابا فوت ہوئے پھر تیسرے دن آپ کا وصال ہوا۔

Marfat.com

حضرت سید منگے شاہ بخاریؒ

حضرت سید منگے شاہ بخاریؒ کی بیٹھک کو برصغیر کی تقسیم سے قبل ہندوؤں اور مسلمانوں میں بڑے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ اِس کا متبرک مقام کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ سید محمود آزاد نے آپؒ کا ذکر بخاری سادات کے مبلغ کے طور پر کیا ہے۔ اُن کی روائت کے مطابق آپؒ کی ولادت موضع موجو گجرات میں ہوئی۔ نسبی اعتبار سے سادات کی شاخ بارہہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پہلے یہ خانوادہ لاہور میں اور پھر وہاں سے گجرات آ کر آباد ہوا۔ یہاں آپکی تبلیغ سے متاثر ہوکر غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ آپؒ کا دستور تھا کہ جہاں جاتے وہاں قیام کی جگہ نشست گاہ بیٹھک کے طور پر مشہور ہو جاتی۔ اِن مشہور بیٹھکوں میں نترائیاں، محلّہ تالات کھٹیکاں، سیالکوٹ اور کوٹ جیمل قابلِ ذکر ہیں۔ جہاں عقیدت مند بڑی تعداد میں حاضر ہوکر فیوض سمیٹتے ہیں۔

آپؒ کا زمانہ اڑہائی سو سال قبل کا بتایا جاتا ہے۔ رسل و رسائل کی کمی کے باوجود بابا جی نے دور دراز کے سفر کے ذریعے اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کو بڑی خوبی سے نبھایا۔

حضرت بابا شیر شاہ بادشاہؒ

حضرت بابا شیر شاہ بادشاہؒ نامور صوفیہ کرام میں سے تھے۔ آپؒ کے دم سے خطہ جموں وکشمیر میں رشد وہدایت کے چراغ روشن ہوئے۔ لوگوں نے بے انتہا فیوض و برکات سمیٹے۔ وصال کو کم وبیش تین سو سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اب بھی لوگوں سے آپؒ کے کشف وکرامات کے واقعات سننے میں ملتے ہیں جن سے آپؒ کے روحانی مراتب کا باآسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ عقیدتمندوں کی آمد سے کوئی لمحہ اور ساعت خالی نہیں ہوتی ہے۔ آپؒ کے سوانحی حالات نہیں ملتے نہ ہی کسی نے انہیں تحریری صورت میں مرتب کیا ہے۔ جس سے محققین کو کچھ لکھنا خاصا دشوار ہے۔

Marfat.com

حضرت پیر سید علی عباس شاہ بخاریؒ

حضرت پیر سید علی عباس شاہ بخاریؒ میر پور میں قادری نقشبندی سلسلہ کے نامور بزرگان میں سے تھے۔ بھلوال ضلع سرگودھا سے آبائی تعلق تھا۔ مکان شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر امام علی شاہؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ۔ جنہوں نے آپکو نوگراں میں تبلیغی مرکز قائم کرنے کے لئے کہا۔ مرشد کے حکم کی تعمیل میں بھلوال سے نقل مکانی کی ۔ یہاں سے گجرات، جہلم کا فاصلہ کوئی زیادہ نہ تھا۔ اس لئے آپؒ کے فیوض و برکات سے وسیع علاقہ مستفیض ہوا۔ یہاں دینی قدروں کا زیادہ چلن نہ تھا۔ آپؒ کی مساعی سے جلد ہی یہ ایک بڑا روحانی آستانہ بن گیا۔ یہاں کے بیلے روحانی منگل کا روپ دھار کر حق ہو کی صداؤں سے گونجنے لگے۔ مرشد کی تربیت کی وجہ سے ظاہر و باطنی علوم میں کامل دسترس تھی۔ تبلیغ کا انداز اچھوتا اور منفرد تھا۔ لوگوں کی طبع کو مدِ نظر رکھ کر بات کرتے۔ یہی وہ خاص بات تھی کہ جو ایک بار آپؒ سے مِل لیتا وہ دوسری بار ملاقات کے لئے خود بخود کھینچا چلا آتا تھا۔ آپکے ملفوظات سے روحانی آسودگی حاصل کرتا۔ آپکی گفتگو غفلت کے پہیے پگھلا دیتی تھی۔ سننے والا اِن ملفوظات کی حلاوت روح کی گہرائی میں اترتا محسوس کرتا اور اسکی شخصیت نکھر کر مومنانہ اوصاف میں ڈھل جاتی۔ یہ ہی آپکی مساعی کا اصل مقصد ہوتا۔

اسرارِ محبت را ہر دل نہ بود قابل
درنیست بہ ہر دریا زرنیست بہ ہر کانے

آپؒ کا اہم کارنامہ غیر شرعی رسومات کا خاتمہ تھا۔ چونکہ حضرت امام علی شاہؒ کے روحانی سلسلہ سے وابستگی تھی۔ اس لئے عبادت و ریاضت کے علاوہ خدمتِ خلق کا جو ذوق ورثہ میں مِلا تھا اُس کو عملی نمونہ بنائے رکھا۔

Marfat.com

حضرت شاہ محمد غازیؒ

وادیٔ نیلم کے گاؤں میراکلسی سے تعلق تھا۔ صاحبِ کشف وکرامات تھے۔ اِس سلسلہ میں آپؒ کے بہت سے واقعات لوگوں میں مشہور ہیں۔ دینی وروحانی کمالات کے سبب لوگوں کی بڑی تعداد آپؒ کے حلقہ ارادت میں آئی۔ کہا جاتا ہے کہ آپؒ کے رشد وہدایت کی وجہ سے مظفرآباد کے بالائی اوروادیٔ نیلم کے لوگ آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے۔ وادیٔ نیلم جو پہلے مظفرآباد کی تحصیل تھی اب اٹھ مقام کے نئے ضلع میں شامل ہے۔ نیلم کو ضلع کا درجہ ملنے سے اٹھ مقام نے ضلعی صدر مقام کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ یوں آپؒ کے مریدین پورے دوضلعوں میں پھیلے ہوئے ہیں چونکہ آپؒ کا دور خاصہ قدیم ہے اُس وقت کنٹرول لائن کا تکلف نہ تھا۔ لوگوں کو ملنے کے آزادانہ مواقع میسر تھے۔ اِس تناظر میں دیکھا جائے آپؒ روحانی تصرف صرف وادیٔ نیلم تک محدود نہ تھا بلکہ اُن کے مریدین کا سلسلہ وادیٔ کشمیر اور صوبہ جموں کے اضلاع تک پھیلا ہوا ہوگا۔ جہاں تک نام کے ساتھ غازی کا تعلق ہے یہ بھی آپکے مجاہدانہ کردار کا غماض ہے۔ امر بالمعروف تو ہر صوفی کے ہمیشہ پیش نظر رہا ہے۔ بعض صوفی کفار سے جہاد کرتے رہے۔ اس لئے غازی اُن کے نام کا حصہ بن گیا ہے۔ اس ضمن میں بہت سی مثالیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ یہ خطہ افغانوں، سکھوں، ڈوگروں مقامی آپ راجی حکمرانوں کے استحصال کا شکار رہا ہے۔ مقامی لوگوں کو بدترین غلامی کی چکی میں پسنا پڑا۔ ہوسکتا ہے آپکو بھی کسی ایسے ہی معرکہ میں بہادری دکھانے پر غازی کا خطاب عطا کیا گیا ہو۔ آپؒ کا آستانہ میراکلسی میں مرجع خلائق ہے۔ جہاں خلوص سے مانگی گئی کوئی بھی دعا بارگاہِ ایزدی سے قبولیت کا شرف حاصل کرلیتی ہے۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ آپؒ کی پاکیزہ تعلیمات کو روشناس کرانے کے لئے حکومتی سطح پر اہتمام کیا جائے۔

Marfat.com

حضرت حافظ محمد یونس نقشبندیؒ

حضرت حافظ محمد یونس نقشبندیؒ نے بنی حافظ مظفر آباد کے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو کئی پشتوں سے تصوف کی روائت کا امین رہا ہے۔ آپؒ کے والد حضرت حافظ محمد جیؒ اور دادا حضرت حافظ جمالدینؒ نامور صوفیائے کرام میں سے تھے۔ وادئ کشمیر کے علاوہ صوبہ جموں کے پہاڑی علاقوں میں آپؒ کی دینی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ حضرت حافظ جمالدینؒ زراعت پیشہ تھے۔ دن کو کھیتی باڑی کرتے راتوں کو جاگ کر عبادت کرتے ہوئے ایک پل کو آرام نہ کرتے۔ قیام کی حالت میں بیٹھے بیٹھے پاؤں میں گٹھے پڑ جاتے۔ کٹھن ریاضت میں بھی یہ احساس رہتا کہ حق عبادت ادا نہیں ہوا۔ اونگھ آتی تو دوہا گنگناتے ہوئے ہچکی بندھ جاتی۔

دیکھ فریدا چوتھیا داڑھی ہوئی بھور
اگوں نیڑے آیا پچھا رہیا دور

عشق الٰہی آپکے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔ تصوف کی دنیا میں عشق کے جوہر کی تپش سے نفس کو صقیل کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات میں مرقوم ہے۔ ''نور عشق انوارِ روحانی کا وہ درجہ ہے جو ایسی بیل کی مانند ہے جو درختوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ خود پنپتی رہتی ہے مگر انہیں پنپنے نہیں دیتی ہے۔ اِس طرح جو شخص عشق کی لپیٹ میں آ جائے اُس کا عشق تو پنپتا رہتا ہے مگر وہ خود اس آگ میں جل کر بھسم ہو جاتا ہے''۔ حضرت حافظ جمالدینؒ کی حیات مبارکہ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے اس قول کی تفسیر تھی۔ حضرت حافظ محمد یونسؒ نے فقر کی روش کو اپنائے رکھا جو آپؒ کے بزرگوں کا خاصہ تھی۔ آپؒ کے مزاج میں حلیمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ برتاؤ میں فروتنی اور انکسار اِس قدر ہوتا کہ جو بھی ملاقات کی غرض سے آتا اُس کو محسوس ہوتا کہ سارا التفاف اُس کے لئے ہے۔ نسبی تعلق گجروں کے پوسوال گوت سے تھا۔ مظفر آباد کے سبھی قبائل خانوادہ بنی حافظ سے گہری روحانی وابستگی رکھتے ہیں۔ کھگھہ، بمبہ، مغل، عباسی، اعوان، سادات، قریشی میں آپؒ کے مریدوں کی بڑی تعداد ہے۔ آپؒ کی دینی مساعی کو دیکھتے ہوئے حضرت امیر خسروؒ کے اشعار جو انہوں نے حضرت

Marfat.com

نظام الدین اولیاءؒ کے بارے میں کہے تھے خود بخود لبوں پر آ جاتے ہیں۔

در نظر او زگدا و ملوک

دُر شدہ بے جادہ بسلکِ سلوک

بر درِ او ہر کہ ارادت نمود

زندہ جاوید شد او مردہ بود

زہد و تقویٰ میں بزرگانِ سلف کی روائت کے پاسدار تھے۔ چونکہ روحانی مدارج والد کی نگرانی میں طے کئے تھے۔ باعمل صوفی کی حیثیت سے خدمتِ خلق آپ کا شیوہ رہا۔ کسی شخص کو مصیبت میں مبتلا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ صاحبِ کشف تھے۔ اِس لئے کرامات کے بہت واقعات آج بھی لوگوں سے سننے کو ملتے ہیں۔ اگرچہ کرامت کے اظہار کو پسند نہیں فرماتے تھے مگر پھر بھی ایسی باتیں سرزد ہو جاتیں کہ دیکھنے والا حیران ہو جاتا تھا۔ ''شجرالانوار'' کے مصنف کا قول آپؒ پر صادق آتا تھا ''اس سے بڑی کرامت کوئی نہیں کہ جو ایک بار ہم کلام ہو جائے وہ اتنا بدل جائے کہ اُس میں طاقتِ گناہ ہی نہ ہے'' حقیقت بھی یہ ہی تھی کہ جو ایک بار آپؒ سے مل لیتا وہ نفس کی آلائشوں سے اِس حد تک پاک ہو جاتا کہ دوبارہ گناہ کی جانب توجہ نہ کرتا تھا۔

چونکہ ایک بڑے روحانی خانوادہ سے تعلق تھا اس لئے دور و نزدیک سے لوگوں کا ہجوم ملاقات کے لئے اُمڈا چلا آتا تھا۔ دن ہو کہ رات مہمان خانہ ملاقاتیوں سے بھرا رہتا تھا۔ اِس لئے امیر یا غریب کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ایک بار علاقہ کا رئیس ملاقات کی غرض سے آیا اُس وقت گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے اُس کی تواضع کرتے۔ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ ایک مرید کھانے پینے کی چیزیں اٹھائے ہوئے آیا جن سے آپؒ نے مہمان نوازی کی۔ مخاطب چاہے چھوٹا ہوتا یا بڑا ہمیشہ ''جی صدقے'' کے لفظ سے مخاطب کرتے۔ آپؒ کے فقیر منش مرید خواجہ محمد جان طویل رفاقت کی وجہ سے بہت سے واقعات کے چشم دید گواہ ہیں۔ انہوں نے آپؒ کے کشفِ قبور کا واقعہ سناتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ایک بار پہاڑی سفر میں ایک قبرستان کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک شکستہ قبر کے پاس رک گئے۔

Marfat.com

اضطراب کے عالم میں پوچھنے لگے کہ یہاں کون دفن ہے۔قریبی بستی سے ایک آدمی کو بلایا گیا اُس نے کہا کہ فلاں آدمی کی قبر ہے کئی سال قبل اُس کا انتقال ہوگیا تھا۔اُس کے بھائی کو بلایا گیا اُس سے پوچھا کہ تمہارا بھائی کیا کرتا تھا اُس نے بتایا کہ پن چکی پر آٹا پیس کر گزر بسر کرتا تھا۔آپؒ نے کہا کہ قبر کو کھودا جائے جب ایسا کیا گیا تو سب دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چکی کا پاٹ اس کے سینے پر چل رہا ہے۔جس سے خون کا فوارہ جاری ہے۔یہ عبرتناک منظر دیکھ کر سب ششدر رہ گئے۔اسپر آپؒ نے کہا کہ یہ شخص آٹا تولنے میں بددیانتی کرتا تھا جس کی اُسے یہ کڑی سزا ملی ہے۔پھر لوگوں کو کہا کہ اِس کی مغفرت کی دعا کرو۔جن کے ساتھ اس نے زیادتی کی ہے وہ بھی اسے معاف کردیں۔موقعہ پر موجود لوگوں نے ایسا ہی کیا۔خود بھی رقت آمیز دعا کی۔سب نے دیکھا کہ اُس کے عذاب میں تخفیف ہوچکی ہے۔بیماروں کو چولہے کی راکھ دیتے یا پھر پھونک مارتے جس سے چاہے کتنی ہی بڑی بیماری کیوں نہ ہوتی مریض شفایاب ہوجاتا تھا۔یوں معلوم ہوتا کہ کبھی اُسے تکلیف ہوئی ہی نہ ہو۔یہ ڈوگروں کے عروج کا دور تھا۔گائے کو ذبح کرنا بڑا جرم تھا۔اِس کی سنگین سزا مقرر تھی۔اگر کسی کے پاس سے گائے کا گوشت یا کھال برآمد ہوجاتی تو اُس کا بچنا محال تھا۔ایک بار آپؒ کسی کام سے ساتھ والے گاؤں گئے ہوئے تھے۔گھر والوں نے گائے ذبح کی۔کسی نے اس کی اطلاع پولیس چوکی کے ڈوگرہ افسر کو دی۔وہ نفری لئے دوڑا ہوا آیا۔نگرانی شروع کردی کہ کوئی گوشت گھر سے باہر لے کر نہ جاسکے۔آپؒ واپس گھر کو آرہے تھے۔راستے میں کسی سے ساری صورتحال معلوم ہوئی۔فوراً گھر پہنچے تو دیکھا کہ تھانیدار مونڈھا بچھائے بیٹھا ہے۔چونکہ آپؒ کا تکیہ کلام باجی تھا۔اس لئے انکسار سے تھانیدار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''باجی تساں کیوں نراج ہو'' تھانیدار نے کہا کہ یہاں گائے ذبح کی گئی ہے جو ناقابلِ معافی جرم ہے۔وہ گوشت برآمد کرنے آیا ہے۔آپؒ نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو ابھی دیکھتا ہوں۔یہ فرماتے ہوئے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔گائے کے گوشت اور ہڈیوں کو دوبارہ کھال میں ڈالا اور فرمایا کھڑی ہوجاؤ۔گائے زندہ حالت میں کھڑی ہوگئی۔تھانیدار نے یہ ماجرا دیکھا تو شرمندہ ہوکر لوٹ گیا۔اسی طرح ایک بار مظفرآباد جیل کے پاس سے گزر رہے تھے کہ دیکھا کہ ہٹیاں بالا کے دو قیدی

Marfat.com

سزائے موت کے منتظر ہیں۔ دونوں نے کہا کہ ہمارے لئے دعا کریں اپیل کی ہوئی ہے بری ہو جائیں کل عدالت میں پیشی ہے۔ آپؒ نے کہا کہ ''اڈ بھنورے ساون آیا'' کا ورد کرتے رہو اللہ کرم کرے گا۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ یہ کیا بات بتادی ہے۔ یہ کوئی دعا ہے کہ ورد کرتا رہوں۔ جبکہ دوسرے نے ورد جاری رکھا۔ دوسرے دن عدالت نے پہلے کو سزائے موت اور دوسرے کو باعزت بری کر دیا۔ بقول صاحبِ کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخشؒ ''جس نے اہل تصوف کی بات سنی پس اُس نے آمین نہ کی تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں غافلوں میں شمار کیا جاتا ہے''۔ اوڑی کے علاقہ سے آپؒ کو بڑی محبت تھی سال میں دو تین بار وہاں ضرور جاتے تھے۔ مریدین کی بڑی تعداد ملاقات کے لئے آتی تھی۔ آپؒ کی ایک زوجہ کا تعلق گوہالن اوڑی سے تھا۔ وادیٔ کشمیر میں بھی بزرگانِ دین کے آستانوں پر باقاعدگی سے حاضری دیا کرتے تھے۔ خصوصاً حضرت میاں عبید اللہ لارویؒ جو نقشبندی سلسلہ کے نامور صوفی تھے سے ملاقاتیں کرتے تھے۔ حضرت میاں محمد بخشؒ اور حضرت قاضی سلطان محمودؒ کی مانند دونوں ہمعصروں میں گہری محبت تھی۔ گویا حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے سلطان اولیاء حضرت محمد زمانؒ کے نام لکھے شعر کے مصداق ''میں نے اُس سے ملاقات کی جنہوں نے محبوب حقیقی کا مشاہدہ کیا تھا۔ اُن کے اوصاف بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے'' آپؒ کا معمول تھا کہ کسی خوش الحان سے سیف الملوک باقاعدگی سے سنتے تھے جب بھی میاں صاحب کا ذکر آتا تو عقیدت سے گردن کو خم کر دیتے تھے۔ بے اختیار کہتے کہ میاں محمد بخشؒ بھی کیا شخص تھے جو واہ کیا بات لکھتے ہیں۔

حضرت حافظ محمد یونسؒ کی صوفیانہ شاعری میں دنیا کی بے ثباتی، آخرت کی فکر کا وہی انداز ملتا ہے جو دیگر صوفی شعراء خصوصاً حضرت شاہ حسینؒ کے کلام میں ملتا ہے۔ ''نرگس نامہ'' آپؒ کی شعری تصنیف ہے۔ جس میں نرگس نامہ کو علامتی انداز میں استعمال کرتے ہوئے دنیا کی بے ثباتی کو یوں واضح کیا گیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

اے نرگس میرے جانی کتھا تیرا ڈیرا
کون مکان سکونت تیری کٹھرے جگ بسیرا

Marfat.com

کس غنچے وچ ہوسیں عالی خوشیاں ناز کریندا

میں ہاں لوڑ تیرے دی اندر ملک و ملک پھریندا

تصوف کی گہری روائت ''نرگس نامہ'' کی اکثر نظموں میں جھلکتی ہے۔ انہوں نے انسان کو آخرت کی فکر اختیار کرنے کی جو ترغیب دی ہے وہ ایک لحاظ سے دنیا کی بے ثباتی کو بنیاد بنا کر دی ہے۔ ''دنیا فانی'' آپؒ کی دوسری اہم مگر طویل نظم ہے۔ جس میں دنیاوی فنا کو موضوع بنایا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

زمیاں آلا بہت تنازعہ خلق تمامی کرے اوازار

میری کھیت فلانی ہے اوڑک دنیا فانی ہے

کرے لڑائی نال بھرانواں کیوں میں سارا ملک دبانواں

سر تے چک اٹھانی ہے اوڑک دنیا فانی ہے۔

''دنیا فانی'' کا اسلوب بھی علامتی ہے۔ جو کئی طویل اشعار پر مشتمل ہے۔ آپؒ کا ابھی بہت سا کلام غیر مطبوعہ ہے۔ آپؒ کی دینی خدمات کے حوالہ سے خاطر خواہ تحقیقی کام نہیں ہوا۔ عرس کے موقعہ پر سیمینار، مذاکرے اور مشاعرے منعقد کیے جائیں۔ جس میں دانشوروں کو خطاب کی خصوصی دعوت دی جائے۔ بعد میں اسے کتابی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ عظیم صوفی شاعر کی خدمات سے نوجوان نسل کو آگاہی ہو۔ صاحبزادہ محمد اسحاق ظفر سابق سینئر وزیر و سپیکر بنی حافظ کے دینی گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحبزادہ محمد عرفان دانش مرحوم درگاہ کے سجادہ نشین تھے۔ دلنواز شخصیت کی وجہ سے دینی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

Marfat.com

حضرت سید باقر حسین شاہؒ

حضرت سید باقر حسین شاہؒ نامور مشائخ میں سے تھے۔ نارہ شریف میں آپکا آستانہ روحانی آسودگی کا بڑا مرکز ہے۔ جہاں سے لوگوں کی بڑی تعداد نے آپؒ سے فیوض و برکات حاصل کیں۔ نارہ شریف نکیال سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے جو حضرت بابا کملا بادشاہؒ کے دربار سے ایک کلومیٹر شمال مغرب کی دوری پر ہے۔ یوں تو روزانہ عقیدتمندوں کی یہاں آمد رہتی ہے مگر عرس کے ایام میں زائرین کی تعداد کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ آپؒ نے دینداری کے عملی نمونہ سے اپنے مریدین کو راسخ العقیدہ بنایا۔ آپؒ کی سوانح پر نظر ڈالنے اور روحانی فیضان کو عام کرنے پر غور کریں تو اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آپؒ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر لوگوں کی بڑی تعداد اُن کے حلقہ ارادت میں آئی۔ نکیال سے آگے راجوری اور پونچھ جہاں وہ تبلیغی دورہ فرمایا کرتے تھے۔ وہاں آپؒ کے عقیدتمندوں کا حلقہ خاصہ وسیع تھا۔ سال کا کچھ وقت اِن علاقوں میں گزارتے اور اُن کے تلقین وارشاد کے مطابق اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق گزارنے کی کوشش کرتے۔

ایس ایچ شمس قمر نقشبندیؒ نے اپنی ایک طویل پنجابی نظم میں آپؒ سے اپنی عقیدتمندی کا اظہار بڑے اچھوتے انداز میں کیا ہے۔ نظم میں سے دو شعر ملاحظہ فرمائیے۔

پیر میرا نارے والا کامل مرد میراں دا
نظر کرے تے دور ہو جاوے کالا داغ دلے دا
مرشد اپنا بوٹی لاوے میل دلے دی جاندی ہو
بوٹی جد پھلن تے آوے جان دلے وچ آندی ہو

Marfat.com

حضرت سید جمال شاہ بادشاہؒ

حضرت سید جمال شاہ بادشاہؒ بخاری سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ اتباع سنت سے روحانی مدارج طے کیے۔ حضرت سید شیر شاہ بادشاہؒ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ مریدین کے تزکیہ باطن پر توجہ دیتے۔ معرفت کے طلبگاروں کا جھمگٹا جمع رہتا جو آپؒ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے جس کی جتنی طلب ہوتی اُس کو اتنا ہی عطا کرتے۔ وصال کو اسی سال سے زائد عرصہ ہو گیا۔ وصال کے بعد مرشد کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔

حضرت میاں عظیم اللہؒ

حضرت میاں عظیم اللہ حضرت حاجی بگا شیرؒ کے نامور مریدوں میں سے تعلق رکھتے تھے۔ نفس کشی کے اہتمام میں آپؒ کے مجاہدوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ یادالٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔ مرشد سے بے حد محبت تھی۔ درکالی شریف حاضر ہوتے تو آپؒ کی عقیدت دیدنی ہوتی۔ حاجی صاحب بھی آپؒ سے بے انتہا محبت فرماتے۔ آپؒ غریبوں کا بہت خیال فرماتے۔ فیاضی کے باعث جو پاس ہوتا اُسے ضرور تمندوں میں بانٹ دیتے۔ مریدین کا سلسلہ خاصا وسیع تھا۔

حضرت سید علی عمرؒ

حضرت سید علی عمرؒ چناری کے گاؤں گڑمنڈ کے رہائشی تھے۔ سادات کے معزز گھرانہ سے تعلق تھا۔ مظفر آباد کے پہاڑی علاقوں خصوصاً چناری اور اس کے گردونواع کے دیہات میں آپؒ کی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔ آپؒ کی مساعی صرف یہاں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ بتایا جاتا ہے کہ وادیٔ کشمیر کے بہت سے علاقوں تک آپکا جانا ہوتا تھا۔ تبلیغ کا انداز بڑا موثر اور دلنشین ہوتا تھا جس سے مستفیض ہونے والا دینداری کے سچے جذبے سے سرشار ہو جاتا تھا۔ حلقہ اثر بڑا وسیع تھا یہی وجہ ہے کہ آپؒ کے عقیدتمندوں کی یہاں خاصی تعداد آباد ہے۔ دور کے علاقوں سے بھی زائرین آتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت سائیں ہنسوؒ

نسبی تعلق ناڑ شیر علی کے ملدیال قبیلہ سے تھا۔سوانحی حالات بہت کم دستیاب ہیں۔درویش منش تھے۔ولائت کے آثار بچپن سے ہی ظاہر ہونا شروع ہوگئے تھے۔سیلانی طبیعت تھے۔اسلئے بہت سے علاقوں کی سیاحت کی۔کئی صوفیائے کرام سے فیضیاب ہوئے۔خود بھی لوگوں کی بڑی تعداد کو رشد وہدایت سے مستفیض کیا۔صاحب کرامات تھے۔اِس ضمن میں بہت سے واقعات سننے میں آتے ہیں۔جن سے آپکے روحانی کمالات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ناڑ شیر علی کا مردم خیز و جنت نظیر ضلع باغ کی حدود میں آتا ہے۔دوسرے علاقوں کی طرح یہاں آپ راجی حکومت کرتے رہے ہیں۔ان کا اندازِ حکمرانی اتنا خوشگوار نہیں رہا جور وزیادتی ان کی سرشت میں داخل تھا۔ظلم وتعدی میں یہ حد سے بڑھے ہوئے تھے۔بتایا جاتا ہے کہ باغ کے آپ راجی نے کچھ لوگوں کو بیگار میں پکڑ لیا۔انہیں سامان اٹھا کر پونچھ شہر پہنچانے کا حکم دیا یہ قافلہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق مسافت طے کرتا ہوا جب تولی پیر کے مقام پر پہنچا تو وہاں قافلے کے ساتھ فوجیوں اور دوسری سمت سے آنے والے گھڑ سواروں میں یہ بحث چھڑ گئی کہ کس کی تلوار تیز ہے۔کافی دیر بحث کے بعد فیصلہ ہوا کہ تلواروں کی کاٹ کو بیگاریوں کی گردنوں پر آزمایا جس کی تلوار زیادہ گردنیں کاٹے گی وہ اپنی بات میں سچا ہوگا۔مزدوروں کا قتل عام شروع ہوگیا۔سائیں صاحب بھی مزدور کی حیثیت سے اس قافلہ میں شامل تھے جب اُن کا نمبر آیا تو ایکدم تیز آندھی کے سبب ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔آندھی میں دونوں طرف کے سارے فوجی ہلاک ہوگئے۔کہا جاتا ہے کہ اِس واقعہ کے بعد آپؒ بارہ سال تک جنگلوں بیابانوں کی سیاحت کے بعد ناڑ شیر علی خان واپس آئے۔

Marfat.com

حضرت سائیں یوسف ثانیؒ

حضرت سائیں یوسف ثانیؒ منگ بجری کے سدھن قبیلہ سے نسبی تعلق رکھتے تھے۔ 1955ء میں پنجاب کانسٹیبلری کے ہاتھوں راولاکوٹ میں رونما ہونے والے افسوسناک واقعات سے متاثر ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ سارا وقت عبادت و ریاضت میں بسر کرنے لگے۔ ایک طرح سے تارک الدنیا ہو کر رہ گئے۔ سخت تپسیا اور چلہ کشی نے ان کی شخصیت کے روحانی پہلو کو نکھارا۔ کشف و کرامات کے مرحلوں کو بھی طے کیا۔ اس ضمن میں اُن کے بہت سے واقعات لوگوں میں مشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ دریا پر خشکی کی مانند چل کر عبور کرتے تھے۔ بیماروں کے حق میں اُن کی دعا بے حد مستجاب تھی۔ متعدد مریض آپؒ کی دعا سے شفایاب ہوئے۔ دنیاوی معاملات میں بے حد بے طمع اور لاتعلق تھے۔ عقیدتمندوں سے نذرانوں کی صورت میں ملتا۔ اِسے ضرورت مندوں میں تقسیم کرنے کا فوری اہتمام کرتے۔ توکل کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی چیز کل کے لئے بچا کر نہ رکھتے تھے۔ دینی علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ منگ میں کچھ عرصہ درس و تدریس سے بھی وابستہ رہے۔ 1955ء میں پنجاب کانسٹیبلری کے مظالم نے انہیں دنیاوی امور سے بے زار اور لاتعلق کر دیا۔ تزکیہ نفس کی منزلوں سے گزر کر بلند روحانی مقام حاصل کر لیا۔ آپؒ کا آستانہ ایک بڑا روحانی مرکز ہے جہاں مریدین کی خاصی تعداد عقیدتوں کا نذرانہ پیش کرنے حاضر ہوتی ہے۔

Marfat.com

حضرت عاشق علیؒ

طریقت کے اعتبار سے سہروردی تھے۔ سلطان المشائخ حضرت بہاؤالحق زکریا ملتانی کے سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بمبہ راجہ سلطان مظفر خان جنہوں نے مظفر آباد آباد کیا تھا کے عہد میں مبلغ کی حیثیت سے تشریف لائے۔ بے حد متقی اور پرہیز گار تھے۔ گردونواع سے آنے والوں کا ہجوم جمع رہتا تھا۔ فیض و برکات کی غرض سے آنے والوں کی دلجوئی فرماتے۔ کشف وکرامات کے واقعات بھی کثرت سے لوگوں کے مشاہدے میں آئے جو روائتوں کی صورت میں اب بھی سننے کو ملتے ہیں۔ راجہ سلطان مظفر خان خود بھی ایسے واقعات کا چشم دید گواہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کا احترام بجالاتا رہا ہے۔ سوانحی حالات بہت کم محفوظ ہو سکے۔ جس کی وجہ سے زیادہ لکھنا ممکن نہیں ہے۔

حضرت سید طفیل حسین شاہؒ

بتیر سیداں کے گردیزی سادات سے تعلق تھا۔ والد کا نام پیر سید میر عالم شاہ تھا۔ ولادت بتیر سیداں میں ہوئی۔ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد کی وفات ہوگئی۔ آپؒ کی پرورش کا بار دادا حضرت پیر سید نیاز علی شاہؒ کے کندھوں پر آ پڑا۔ اُنہوں نے اپنے ہونہار پوتے کی پرورش پر خصوصی توجہ دی۔ جلد ہی دینی علوم میں درجہ کمال کو پہنچے۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ خطابت کے فرائض بھی انجام دینا شروع کردیے۔ باغ کے مختلف مقامات پر مساجد کی تعمیر کے لئے خصوصی توجہ دی۔ اُن کی مساعی سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپکے قائم کیے ہوئے مدارس سے علماء کی خاصی تعداد فارغ التحصیل ہوئی۔ آپؒ نے اِن میں سے اکثر کو مختلف مقامات پر امامت کے فرائض کی ادائیگی کے لئے مامور فرمایا۔ اِس طرح دینی نیٹ ورک قائم ہونے سے باغ اور دوسرے علاقوں میں دینی قدروں کو زبردست فروغ مِلا۔ طریقت کے اعتبار سے قادری چشتی تھے۔ اس لئے بزرگان سلف کے اسوہ کی تقلید پر گامزن رہے۔ عظیم الشان دینی خدمات کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی جموں وکشمیر میں آپکی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ مجاہدین کا حوصلہ بڑھانے کے لئے محاذِ جنگ پر خود موجود رہے اور انہیں فیوض و برکات سے مستفیض اور مالا مال کرتے رہے۔

Marfat.com

حضرت نیک عالم شاہؒ

حضرت نیک عالم شاہؒ 1279ھ کو گوڑہ سیداں کے دیندار گھرانے میں تولد ہوئے۔ والد محترم ایک دیندار شخصیت تھے۔ انہوں نے آپکو دینی علوم سے بہرہ ور کیا۔ نسبی اعتبار سے حضرت امام حسین کی اولاد پاک میں سے تھے۔ تحصیل علم کے لئے بہت سی جگھوں پر گئے جن میں چکوال کے موضع کدلتھی کے دینی مدرسہ کا نام ملتا ہے۔ آپؒ کے اجداد کا تعلق کدلتھی سے تھا۔ اِس لئے یہاں کچھ عرصہ تعلیم کی غرض سے مقیم رہے۔ ان دنوں دہلی میں حضرت ابوالخیرؒ کی روحانیت کا بڑا شہرہ تھا دور دور سے طلباء آپؒ کے مدرسہ میں پڑھنے آتے تھے۔ آپؒ بھی ایک طالب کی حیثیت سے وہاں پہنچے جلد ہی اپنی ذہانت سے استاد محترم کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کرلیا۔ انہوں نے اپنی بیٹی آپ کے عقد میں دے دی جس کا خاندان والوں نے بڑا برا منایا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والی عورت کی شادی ایک اجنبی سے کیسے ہوسکتی ہے۔ جب مخالفت حد سے بڑھ گئی تو انہوں نے شاہ صاحب کو تکلیفیں پہنچانی شروع کردیں تو جس کی وجہ سے آپ نے اِس شادی سے کنارہ کشی کا فیصلہ کرلیا۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس کے بعد حج کا ارادہ کرلیا۔ مرشد نے حکم دیا کہ تم بغہ ضلع ایبٹ آباد چلے جاؤ وہاں ہمارے خاندان کے ایک فرد حاجی محمدؒ کے پاس تمہارا باطنی حصہ ہے۔ وہاں ہی سے خلافت بھی عطا ہوگی۔ آپ فوراً بغہ پہنچے اور تھوڑے ہی عرصہ میں حاجی صاحب سے سلسلہ نقشبندیہ میں رائج اسباق کی تکمیل کی۔ ایک بار پھر دلی گئے۔ وہاں سسرالی رشتہ داروں کے تیور دیکھ کر فیصلہ کیا کہ بیوی کو طلاق دے دیں۔ انہوں نے حضرت ابوالخیرؒ کو اپنے مدعا سے آگاہ کیا کہ بہتر یہ ہے کہ اس رشتہ کو یہاں ہی ختم کردیں۔ انہوں نے آپکی خواہش کو منظور کرلیا۔ پھر وہاں سے کچھ عرصہ سیاحت کرتے ہوئے سرینگر تک گئے۔ وہاں حضرت شیخ نورالدین ولیؒ اور حضرت مخدوم حمزہؒ کے آستانوں پر حاضری دی۔ آپؒ نقشبندی سلسلہ کے نامور صوفی تھے۔ نامور شخصیات نے آپؒ سے فیوض حاصل کیے۔ آپکی سوانح میں جن بزرگان نے روحانی علوم کی تکمیل کی ان میں:

ا۔ حضرت سید قائم علی شاہؒ پونچھی ثم مہاجر مکی و مدنی

Marfat.com

۲۔ حضرت حافظ محمد حیاتؒ ساکن ٹنگروٹ شریف میرپور

۳۔ حضرت مولانا عبداللطیفؒ گلپڑہ

۴۔ حضرت مولانا ظفرالدینؒ آدڑہ راولپنڈی

۵۔ حضرت مولوی فرمان علی المعروف بہ سائیں حضوریؒ کلیال

۶۔ میاں نبی بخشؒ لدڑ

جن علماء کرام نے فیض حاصل کرنے کی غرض سے حاضری دی ان کے نام ذیل ہیں:

۱۔ مولوی محمد عبداللہ چشتیؒ کھمباہی المعروف مولوی عبداللہ پہاڑ والے۔

۲۔ مولانا محمد مخدوم عالمؒ تھوتھال

۳۔ مولانا مولوی محمد عبداللہؒ محلہ نلوئی میرپور

۴۔ مولانا محمد ابراہیمؒ سیاکھ

۵۔ مولانا شیخ غلام رسولؒ پنڈورہ

۶۔ حضرت مولوی محمد عبداللہؒ لدڑ

آپ کے ہمعصر صوفیاء کرام جن سے قریبی تعلقات رہے ہیں درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت میاں محمد بخشؒ

۲۔ حضرت غلام محی الدینؒ باولی شریف

۳۔ حضرت پیر حیدر شاہ چشتیؒ

۴۔ حضرت قاضی سلطان محمودؒ آوان شریف

۵۔ حضرت خواجہ محمد بخشؒ

۶۔ حضرت محمد قاسم موہڑویؒ

۷۔ حضرت میاں عبداللہ لارویؒ

اس کے علاوہ اور بھی بزرگان ہیں جن سے آپکی ملاقاتیں رہیں مگران کی تفصیل دستیاب نہیں

Marfat.com

ہے۔حضرت رکن عالمؒ جو آپ کے حقیقی بھائی تھے لکھتے ہیں کہ اوائل عمر میں شکار اور بٹیر بازی کے خیال میں رہا کرتا تھا بھائی کی وجہ سے میں نے ان معمولات کو ترک کر دیا۔عبادت و ریاضت میں مگن رہنے لگا۔

حضرت سید فتح شاہؒ حضرت سید مہتاب شاہؒ، حضرت فقیر شاہؒ، حضرت سید لعل شاہؒ کے نام لکھے گئے خطوط میں ایثار کوشی کی روائت کو بڑی خوبی سے نبھایا ہے۔ان میں سے اکثر خطوط طویل ہیں اسلئے درج کرنے سے قاصر ہوں۔

آپؒ کی شائع ہونے والی کتاب میں چھ سی حرفیاں ہیں دوہڑہ جات، فراق نامہ، غزل، باراں ماہ، ریل نامہ، نعت شریف، مثنوی مولانا روم کی شرح اس کے علاوہ منظوم خطوط شامل ہیں۔
نمونہ کے اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

سی حرفی۔

ق۔ قول ثابت جنہاں ثابتاں دے وچ یار دی نظر منظور رہندے
دائم جام وصال دا نوش کر کے لٹ باورے مست مخمور رہندے
جہڑے ہار کے قول نہ توڑ چاہڑن سوئی یار دے قرب تھیں دور رہندے
عالم وانگ غریب فراق والے دسو آکھدا کون مسرور رہندے

حضرت میاں محمد بخشؒ کے جواب میں مکمل سی حرفی لکھی چند شعر دیکھیں۔

ز۔ زنگ فرنگ تے روم روسی ترک ہوندے تے چین ماچین والے
بکھو بکھ بناوٹی رنگ رکھن سندھی تبتی لوک یاسین والے
پیر شاہ یاسین تے گورو نانک کدا کا جاپن لوک دین والے
سچ گل نوں عالماں برا سمجھن ضدی لوک پٹھے برے کہن والے

Marfat.com

اشتیاق نامہ

ژ۔ روندی تے کرلاندی میں دردرد دھکے کھاوندی
سب خبر تساں نوں سجناں اِس میری حالت زاردی

ڈھڑہ

جھڑالوے پچھان سجن نوں جانی نوں کی کرسی
پتر دھیاں دولت دنیا فانی نوں کی کرسی
کر کے جھلا دیوے عالم دو جگ دی سلطانی
بھلا اس دی دوجگدی سلطانی نوں کی کرسی

آپؒ کے عبادت وریاضت کے معمولات بڑے طویل تھے۔کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا جس میں یاد الٰہی سے غافل ہوئے ہوں۔ایک صوفی شاعر کی حیثیت سے بھی آپکو ناموری حاصل تھی۔ اپنے ہمعصروں کومنظوم خط لکھا کرتے تھے۔جن میں سے چند ایک کے نمونے درج کیے جاتے ہیں۔حضرت میاں محمد بخشؒ نے ایک بار جو عیادت نامہ لکھا وہ یوں تھا

ص صابراں کم نہ بولنا جی ڈبہ موتیاں داوہڑے ڈوہلناں کی
آپے سوہنیاں والے فکر لایئے ذکر انہاں دا کسے تے پھولناں کی
جدوں یار نے سیس تے بھار دتا خبردار ہویئے پھر ڈولناں کی
جو ٹھا جام امام دا پاک پی کے رہو مست محمدا بولناں کی

حضرت شاہ صاحب نے عیادت نامہ کا جواب یوں لکھا

ض صابراں دل نہ عاشقاں دے پانی چھاننی وچ ٹھہراوناں کی
ہووے سیس تے بوجھ اٹھا لئے بے سراں نوں بھار چکاوناں کی
اے پر تیغ سموم دیاں زخماں نوں زہر چپ دا کھول پلاوناں کی
جوٹھا جام امام دا پاک پنیا عالم جیہاں نوں مست بناوناں کی

Marfat.com

اپنے بھائی سید علی شاہؒ کے نام منظوم خط کے چند اشعار دیکھیں

اپنی کھیتی کچی کھا یئے پکی کھا یئے غم نہیں
ڈنڈے بیندے تے جم لہندے کھیت پرایا چریاں
کی ہویا جے لوک جگت دے مینوں نیک الاون
میں اُس ویلے باور کرساں جے سرکارے تریاں
ہوندی طاقت نیواں ہو کے جے چلیں پھل پاسیں
لوک چنگیرے عالم ثنا ہا بازی جتن ہریاں

سید محمد مبارک کے نام خط کے دو شعر دیکھیں

وڈا نِکا دیکھن نائیں گل عدل دی منن
دانشمند سیانے جہڑے عادل لوک پنائیں
توں وڈا میں نِکا بھائی کی نصیحت دیواں
توں دربار یں بیٹھن والا میں شوہدا گرائیں۔

Marfat.com

حضرت پیر محمد شاہؒ

حضرت پیر محمد شاہؒ کشمیر میں قادری سلسلہ سے تعلق رکھنے والے جلیل القدر صوفی شاعر ہیں۔ جنہوں نے حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ کی فکری دانش کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپؒ کی شاعری کے موضوعات اگرچہ صوفیانہ ہیں مگر انہوں نے اپنے عہد کے سیاسی و سماجی حالات خصوصاً ڈوگرہ جبر واستبداد کو بڑی چابکدستی سے بیان کیا ہے۔ ہیر کی تخلیق ان کا اہم ادبی کارنامہ ہے۔ میر پور کے علاقہ اندرہل اور پوٹھوہار میں ان ابیات اور ہیر کو بڑے شوق سے میلوں ٹھیلوں اور دوسری تقریبات میں گایا اور سنا جاتا ہے۔

1967ء میں منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت ان کے آبائی گاؤں کھڈیارہ کے پانی میں ڈوبنے سے قبل ان کے عقید تمند تابوت مبارک کو مندرہ گجر خان لے گئے جہاں ان کا از سر نو مزار بنایا گیا۔ جہاں عرس میں آزاد کشمیر اور پوٹھوہار سے بڑی تعداد میں زائرین شرکت کرتے ہیں۔ آپؒ کا نام سید محمد شاہ تھا باپ کا نام سید نور شاہؒ تھا۔ بخاری سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ شجرہ نسب حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔ کھڈیارہ ضلع میر پور میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ اس کے بعد حویلی کسوال کے مدرسہ میں مزید تعلیم کی غرض سے داخل ہوئے۔ ایک بار علاقہ کی برگزیدہ شخصیت حضرت بابا فیض بخش گجرؒ مدرسہ میں تشریف لائے۔ انہوں نے نوجوان سید زادے کو دیکھ کر اس کے جوہر کو پہچان لیا۔ مدرسہ سے جاتے ہوئے اسے بھی ساتھ لیتے گئے۔ اور اسکی تربیت کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ بعد میں بیٹی کا رشتہ بھی دے دیا۔ حضرت پیر سید محمد شاہؒ کے دو بھائی بھی تھے جن کے نام سید فتح علی شاہؒ اور سید احمد شاہؒ تھے۔ سید احمد شاہؒ بڑے تھے۔ جو ملک کے ممتاز شاعر اور دانشور سید ضمیر جعفری کے پڑنانا تھے۔ ''آفتابِ معرفت'' کے مصنف قاری عزیز الرحمان لکھتے ہیں ''آپؒ کی تاریخ یکم ماگھ 1843ء بکرمی ہے جن کے مطابق آپ کا انتقال 1920ء کو ہوا۔ آپؒ نے اسی سال کی عمر پائی۔ اس اعتبار سے آپؒ کا زمانہ انیسویں صدی کا زمانہ ہے۔ جب برصغیر جنوبی ایشیاء نے سیاسی واقتصادی لحاظ سے کئی نشیب و فراز دیکھے۔ اس زمانہ میں یہاں کے باشندوں نے انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کی بھرپور

Marfat.com

کوشش کی۔مگر ناکام رہے اور برصغیر پر انگریزوں کی گرفت مضبوط ہوگئی۔اس دوران آزادی کی کئی تحریکیں ابھریں اور مٹ گئیں۔ان حالات اور واقعات سے سارا جموں وکشمیر بھی شدید طور پر متاثر ہوا۔اِس پس منظر کے منطقی نتیجے کے طور پر جموں وکشمیر میں دینی اور روحانی تحریکوں اور رجحانات نے زور پکڑا۔پیر محمد شاہؒ اوران کے خاندان کاان تحریکوں میں نمایاں حصہ نظر آتا ہے۔بڑے بھائی سید احمد شاہؒ کی وفات نے ان کے اندر سوز وگداز کو تیز تر کردیا۔انہیں اپنے بھائی سے بے پناہ محبت تھی۔اس سانحہ ارتحال نے ان کے کرب کوشعروں کا روپ دیا۔فی البدیہہ شعر کہتے تھے۔ایک بار مہاراجہ کشمیر کے سامنے ایک سی حرفی کہی۔جس میں بادشاہوں کوانصاف اور عجز وانکسار برتنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ سید ضمیر جعفری نے لوک ورثہ کے تعاون سے آپ کا کلام ''من کے تار'' کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے کشمیری مسلمانوں پر ڈوگرہ مظالم اوراُس دور کی مہاجنی ذہنیت کے خدوخال کوواضح کیا ہے۔سیلانی طبیعت کے مالک تھے۔میرپور،کوٹلی،راجوری،جموں کے دیگر علاقوں کے مسلمانوں کی معاشی پسماندگی کے نظارے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ڈوگرے مسلمانوں سے حاصل ہونے والی ٹیکسوں کی آمدنی سے عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ایک جگہ جموں دربار کی طرف سے روا رکھی جانے والی زیادتی کی یوں تصویر کشی کرتے ہیں۔

ل لوک دیکھے جموں شہر جا کے میں توں پچھو نہ راج دربار دی گل
پکن فتنے فساد وچ ڈیوڑھیاں دے محل ماڑیاں وچ آزار دی گل
نُچی ٹسر دی پگ تے شوخ چوغے ہتھ جوڑ کے کرن سرکار دی گل
محمد شاہ ایتھوں بورا چا اپنا او تھے چل جتھے ہوندی پیار دی گل

انہوں نے مہاجنی نظام کی چیرہ دستیوں کواپنی نگارشات کا موضوع بنایا۔سودی نظام کی سفاکی کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ٹوپہ گندم کے بدلے کئی من دانے حاصل کرلئے جاتے تھے۔اِس معاشی ظلم کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

Marfat.com

ٹو پادے کے من لئی مانی مُول بیاج نہ جانے

سن او سیٹھ بلاقی راما ایہہ دانے اگ بھانے

دولت مند طبقہ کی روائتی سنگدلی اور بے مروتی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں۔

دولت دہم بخیلاں پلے کھڑے دی رشنائی

اگ ٹٹارا اڈدا پھردا سیک نہ آوے کوئی

ایک جگہ پونچھ کے متعصب ٹھاکروں کی مسلم دشمنی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان سے خیر کی توقع رکھنا عبث ہے۔

ادرامن دا پونچھ دے ٹھاکراں دا

لوڑیں ریت نوں کھیت خرمانیاں دا

ڈوگرہ جبر کے خلاف ان کے انقلابی شعور کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین اظہر کہتے ہیں کہ ''ڈوگرہ جبر واستبداد کے خلاف جب بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے تو اُسے خون کے چھینٹے نہ بجھا سکے بلکہ ان سے بغاوت کی آگ تیز تر ہوتی چلی گئی۔ پیر محمد شاہؒ اور حضرت میاں محمد بخشؒ نے ایک صدی کے جبر واستبداد اور تخلیقی سطح پر اپنے کلام میں جذب کر کے اِس انداز سے اجاگر کیا کہ ان کا فکری فن کئی عشروں سے آج کے شعراء کے لئے مشعل راہ ہے۔ پیر محمد شاہؒ میاں محمد بخشؒ کے معاصر و ہموطن تھے۔ دونوں شیخ الشیوخ حضرت پیرا شاہ غازیؒ کے روحانی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ میاں صاحب جب بھی اندرہل کا سفر کرتے تو کھڈیارہ شریف سے ہو کر جاتے تھے۔ دونوں کے درمیان محفل گاؤں کی مسجد کے سامنے پیپل کے درخت کے سائے میں ہوتی تھی۔ حضرت پیر محمد شاہؒ کے فنی اسلوب کے بارے میں پیر دی ہیر کے مصنف پروفیسر قیوم شاکر لکھتے ہیں'' ان کے دوہڑوں اور سی حرفیوں میں حیات کائنات کے تمام رنگوں کا حسین امتزاج ہے۔ زندگی کی قوس وقزح میں ڈوبے ہوئے ان اشعار میں فکر کی رعنائی بھی ہے اور فن کی زیبائی بھی۔ انہوں نے غیر رسمی انداز میں عشق حقیقی کے بحر زخار میں غواصی بھی کی ہے۔ اور زندگی کی دائمی صداقتوں کا فنکارانہ ادراک بھی حاصل کیا ہے۔ ان کی نظر میں بے پناہ

Marfat.com

وسعت تھی۔ ان کا مشاہدہ عمیق تھا۔ انہوں نے اپنے اردگرد پھیلی ہوئی زندگی کی حقیقتوں کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس کی کامیاب عکاسی و ترجمانی کی ہے۔ روایتی موضوعات میں سخن کی جدت طرازی کے جو پھول مہکائے ہیں اور تہذیبی روایات کی پاسداری جس عمدگی سے کی اس کی وجہ سے ان کا شمار جموں و کشمیر و پنجاب کے ممتاز صوفیاء میں کیا جاتا ہے۔ ڈوگرہ مظالم کے باب میں ان کی فکر ہمعصر صوفی شاعر حضرت میاں محمد بخشؒ کے اِس شعر کی تفسیر بن جاتی ہے۔

مان نہ کریئے راجیا سدا نہ رہسی راج

اوڑک ظلم کمائیکے اوڑک کھاسیں بھاج

حضرت پیر محمد شاہؒ ابدی حقیقتوں کے ترجمان تھے۔ اپنے مافی الضمیر کا اظہار سبھی اصنافِ سخن میں کیا ہے۔ دیگر صوفی شعراء کی طرح اخلاقی قدروں کو عام کرنے اور دنیا کی بے ثباتی کا جو درس دیا اس کا مظاہرہ خود انکی زندگی کے آخری دنوں میں اس طرح ہوا۔ پوٹھوہار کے آخری دورے میں علاقہ کے رئیس راجہ عبداللہ سے اپنے لئے ایک تابوت تیار کرا کے اپنے ساتھ رکھ لیا جہاں جاتے مریدین اٹھائے ساتھ چلتے تھے جو ایک طرح سے وصال کا اشارہ تھا۔ اس دورہ کے اختتام پر وصال فرمایا۔ کھنیارہ میں آسودہ خاک ہوئے منگلا ڈیم کی تعمیر کی وجہ سے مندرہ کے قریب بوجہ کھنیارہ ثانی میں دوبارہ سپردخاک کیا گیا۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

عشق مرداں پاک ورنگیں چوں بہشت

می کشاید نغمہ ھا از سنگ و خشت

اہل دل کا وہ جذبہ عشق جو بہشت کی مانند پاک سطح اور حسین ہوتا ہے اس کے دم قدم سے پتھروں سے نغمے پھوٹتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت پیر سید مالک شاہ دیوانؒ

نسبی اعتبار سے سرزمین پونچھ میں تبلیغ کی غرض سے آنے والے گردیزی صوفیاء سے تعلق تھا۔ حضرت سید منورؒ جو پوٹھوہار اور پونچھ میں حضرت شاہ سچیارؒ کے نام سے مشہور ہیں کی اولاد میں سے تھے۔ شاہ سچیارؒ کے لقب کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے۔آپ راجی حکومتوں میں باہم لڑائی ہو جاتی تو آپؒ کی بلند پایہ شخصیت جن کا بے حد احترام کیا جاتا تھا کو متصادم قبیلے اپنا منصف بناتے۔آپؒ انصاف اور سچائی کے ساتھ ایسا فیصلہ کرتے کہ دشمنیاں دوستی میں بدل جاتیں۔ پوٹھوہار کے علاوہ ہزارہ اور جموں وکشمیر کے علاقوں تک آپؒ کے مریدین کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ پونچھ کے خطہ کے ساتھ آپکو خصوصی لگن تھی۔ اکثر یہاں کے تبلیغی دورہ پر تشریف لاتے۔ایک روائت کے مطابق آپؒ کے بارہ بیٹے تھے۔ان میں سے تین بیٹوں حضرت سید منصور شاہؒ، حضرت سید نظام شاہؒ اور حضرت شاہ عین الحقؒ کی اولاد کے لوگ پونچھ میں آباد ہوئے۔ حضرت شاہ عین الحق اِس خانوادہ کے عظیم المرتبت اور صاحب کمال بزرگ ہوئے تھے۔ جنہوں نے پونچھ کے گجر، سدھن ، ڈھونڈ ، ملدیال، کھکھہ ، راجپوت قبائل کو فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔پونچھ کے کھکھوں اور ڈھونڈوں کے علاوہ سدھنوں اور ملدیالوں کی باہمی آویزشوں کو ختم کر کے اُنہیں باہم بھائی چارے سے رہنے کا درس دیتے تھے۔آپؒ کی اِس نوع کی اصلاحی کاوشوں کو ضخیم جلدوں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ حضرت پیر سید مالک شاہ دیوانؒ بتیر اں سیداں میں آباد ہونے والے گردیزی سادات میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنے جد امجد حضرت شاہ سچیارؒ اور حضرت شاہ عین الحقؒ کے دینی مشن کو عام کرنے کے لئے مساجد اور دینی مدارس قائم کرنے کا اہتمام کیا جہاں دینی قدروں سے نابلد مسلمانوں کی دینی تربیت کا خصوصی انتظام کیا جاتا تھا۔ جس کے اخراجات خود برداشت کرتے تھے۔لوگوں کی طرف جو نذرانے پیش کیے جاتے ان کو استعمال میں لائے بغیر موقع پر موجود ضرورتمندوں اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ عبادت و ریاضت سے جو وقت بچتا اُسے عوامی خیر خواہی میں بسر کر دیتے تھے۔آپؒ کے قائم کئے ہوئے مدارس اور مساجد نے پونچھ میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وصال کے بعد بتیر سیداں میں آستانہ قائم ہوا۔زائرین کی بڑی تعداد عقیدتوں کا نذرانہ پیش کرنے حاضر ہوتی ہے۔

Marfat.com

حضرت باجی الف دینؒ

حضرت باجی الف دینؒ کا نسبی تعلق حضرت بابا جمال ولیؒ سے تھا۔ جن کا آستانہ گھنیلا بالاکوٹ میں صدیوں سے مرجع خلائق ہے۔

حضرت بابا جمال ولیؒ کو حضوری سلسلہ کا بزرگ بھی کہا جاتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ایک بار جنگل میں ایک پہاڑ پر رات کے وقت انہیں عجیب سی روشنی نظر آئی جا کر دیکھا تو کچھ نہ تھا۔ جب واپس آئے تو روشنی دوبارہ نظر آئی پھر جا کر دیکھنے گئے تو وہاں کچھ نہ تھا۔ آپؒ کے ساتھ سات بار ایسا ہوا۔ آخر بلند آواز سے فرمایا کہ آپؒ کون ہیں مجھے ملاقات کا شرف عطا فرمائیں۔ جواب آیا کہ اے بخت آور تو نے پوچھنے میں جلدی کی اگر اور آتا جتنے زیادہ چکر لگاتا۔ تیرے خاندان سے اتنے صوفیاء پیدا ہوتے۔ چونکہ تو سات بار پہاڑی تک آیا اس لئے تیری پشت سے سات جلیل القدر بزرگانِ دین کی ولادت ہوگی۔ آپ نے جب نام پوچھا تو جواب آیا خضر ہوں اِس مختصر نشست نے آپؒ کو کمال کی انتہا بخشی۔ حاذق عادات کا ظہور کثرت سے ہونے لگا جس سے ہر طرح کے ضروتمند فیضیاب ہونے لگے۔ ایک ہجوم تھا جو ہمرکاب ہوتا وصال کے بعد بٹ کرڑ گھنیلا میں آسودہ خواب ہوئے۔ آپؒ کے بعد اس آستانہ کے سجادہ نشینوں نے فقر کی روائت کو برقرار رکھا۔

حضرت باجی الف دینؒ اِس خانوادہ کے ساتویں صوفی تھے۔ ریاست جموں وکشمیر کے نامور صوفی شاعر حضرت میاں فقر دین ترابی چشتیؒ نے ''ضیاء القمر'' میں صوفیائے گھنیلا کی سوانح کو منظوم انداز میں لکھا ہے۔ حضرت باجی الف دینؒ کے بارے میں اشعار ملاحظہ ہوں:

ستویں پشت جمال ولی تھیں الف دین گرامی
ضلع ہزارہ وطن انہاندا جانے لوک تمامی
مانسہرہ تحصیل سکونت موضع پنڈ گھنیلا
چھوڑیا وطن بعید پیارا آیا اک اکیلا
کوٹلی شہروں پربت پاسے آج سکونت کیتی

Marfat.com

بی بی ہور کیتی اُس جائی کافی مدت بیتی

بی بی جان انہاندی پہلی زوجہ نیک سیانی

ضلع ہزارے اندر رہندی عمر رسید سیانی

پاس انہاندے خلقت آوے ہر طرفے مشہوری

جو گل بول زبانوں کہندے بات ہونی سب پوری

نیک طبیعت نرم زبانوں خاص کرامت والا

جسدے حق دعا فرماندے صاف ہوندا دل کالا

نیک اولاد انہاندے اگے خدمت گار تمامی

ادب لحاظ برابر کردے رہندے وچ غلامی

حضرت بابا جمال ولیؒ کی ساتویں پشت سے حضرت باجی الف دین پیدا ہوئے۔ ضلع ہزارہ اُن کا وطن تھا۔ جسے سب لوگ جانتے ہیں۔ مانسہرہ کا ایک گاؤں گھنیلا اُن کی سکونت تھا۔ وہاں سے اکیلے وطن کو چھوڑ کر آئے اور کوٹلی آزاد کشمیر کے پہاڑ کی جانب رہائش اختیار کی۔ وہاں ہی شادی کی جبکہ اُن کی پہلی بیوی ہزارہ میں رہتی تھی۔ وہ بڑی پاکباز تھی۔ باباجی کے پاس لوگوں کا ہجوم فیض رسائی کے لئے آتا تھا۔ چاروں کونٹ شہرت تھی۔ جو فرمادیتے وہ پورا ہو کر رہتا تھا۔ وہ طبیعت کے اعتبار سے نیک تھے جن سے کرامات ظاہر ہوتیں تھیں۔ جس کے حق میں دعا کرتے اُس کی غفلت دور ہو جاتی دل کا کھوٹ دور ہو جاتا تھا۔ اولاد بے حد خدمت گزار تھی جو والدین کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ حکم کی بجا آوری کے لئے تیار رہتے تھے۔ حضرت باجی الف دین شب بیدار تھے۔ راتوں کو جاگ کر عبادت کرتے تھے۔ خاموش طبع تھے۔ طبیعت میں جلال پایا جاتا تھا۔ گھنیلا سے آکر کوٹلی کے ریاں کے ویرانے میں دریائے پونچھ کے کنارے رہائش اختیار کی۔ یہ گاؤں جلد ہی بڑا روحانی مرکز بن گیا۔ یہ زمانہ ریاست جموں و کشمیر پر ڈوگرہ جبر واستبداد کا دور تھا۔ لوگوں کی معاشی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ ٹیکسوں کی بھرمار نے مسلمانوں سے جینے کا حوصلہ چھین لیا تھا۔ بکر والوں پر نارواٹیکس عائد تھے۔ ڈوگرہ اہلکار

Marfat.com

گاؤں گاؤں پھر کر حکومتی واجبات وصول کرتے تھے۔ جب کسی علاقہ میں ٹیکس جمع کرنے کے لئے جاتے تو کوئی بھی اُن کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ نہ ہوتا تھا۔ ایک بار ڈوگرہ افسر چند اہلکاروں کے ساتھ ریاں گاؤں میں ٹیکس وصول کرنے آئے۔ مفلوک الحالوں پر جبر کا ہر حربہ آزمانے لگے ان کے ناروا سلوک کی شکائت لے کر لوگوں کا ایک وفد حضرت سید زمان علی شاہؒ جو بڑے صوفیاء میں سے تھے کے پاس دعا کے لئے گیا۔ انہوں نے وفد کی بات سننے کے بعد کہا کہ آپؒ اپنے گاؤں میں رہائش پذیر حضرت بابا جی الف دینؒ کے پاس کیوں نہیں جاتے جو فی الواقع موجودہ وقت کے بڑے اولیاء میں سے ہیں۔ یقیناً اُن کی توجہ سے آپ کی مشکل حل ہوسکتی ہے۔ جب لوگ واپس آپؒ کے پاس آئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ اُن کی بات سن کر غمزدہ ہوئے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں کو واپس جانے کے لئے کہا۔ ڈوگرے کئی دن کا پروگرام بنا کر آئے تھے۔ مگر رات نہ جانے کیا بات ہوئی۔ وہ صبح کی سپید سے قبل ہی کیمپ اٹھا کر چلتے بنے۔ دوبارہ اِس طرف کا رخ نہ کیا۔ یوں لوگوں کو ایک بڑی مصیبت سے نجات مِلی۔

آپؒ عموماً امراء اور صاحبِ حیثیت لوگوں سے دور رہا کرتے تھے۔ غرباء میں خوش رہتے۔ مہاراجہ کشمیر تک جب آپ کے روحانی شہرہ کی خبر پہنچی تو اُس نے ملاقات کے لئے بڑی کوشش کی مگر اُس کے رعایا کے ساتھ روا رکھے گئے ظلم وستم کے سبب اُس کیساتھ ملاقات کرنے سے انکاری ہو گئے۔ مہاراجہ کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔ بلکہ اُس کو کہلا بھیجا میرا تیرے ساتھ کیا تعلق ہے جو تو مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ مہاراجہ نے اخراجات کے لئے زمین دینا چاہی آپؒ نے اُس کو بھی لینے سے انکار کر دیا۔

بابائے گوجری رانا فضل حسین تمغہ پاکستان بیان کرتے ہیں کہ مقبوضہ جموں وکشمیر کے علاقوں راجوری اور پونچھ سے 1947ء میں ہزاروں لوگ ہجرت کر کے پاکستان آگئے تھے۔ رئیس الاحرار چوہدری غلام عباس نے سرد علاقوں سے آئے ہوئے مہاجرین کے لئے چکار کے صحت افزا مقام پر مہاجر کیمپ قائم کروایا۔ اسی کیمپ میں پروڑی گجراں اور پنجناڑہ کے مہاجرین بھی تھے۔ ان میں چوہدری غلام محمد ذیلدار پنجناڑہ راجوری بھی مولوی فضل کریم کے گاؤں تمرکوٹ نزد سدھن گلی رہائش پذیر

Marfat.com

تھے۔ یہ سابق ذیلدار جوراوی کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ عرصہ چار سال سے شدید بیمار تھے۔ اتفاق سے حضرت باجی الف دینؒ کالا ڈھا کہ ہزارہ کی چراگاہوں سے واپس کوٹلی کی جانب آتے ہوئے تمبر کوٹ میں رکے۔ ذیلدار صاحب کو اٹھا کر آپؒ کے پاس لایا گیا۔ عرصہ چار سال کے بیکار بازو اور ٹانگیں کرنگ سے جڑی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹروں کے لاعلاج کیے ہوئے چوہدری کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر جلالیت کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ ایک بار کہا تو وہ بیٹھ گیا دوسری بار ذرا تلخ لہجے میں اٹھنے کا حکم دیا وہ چوہدری گھٹنوں کے بل اوپر ہوا۔ تیسری بار انتہائی جلالیت کے انداز میں کہا اٹھ اور چلتا ہوا گھر جا۔ میرا پھوپھی زاد بھائی سیدھا کھڑا ہوا اور چل پڑا فرمایا پیچھے نہ دیکھنا۔ وہ چلتا ہوا ایک میل کے فاصلے پر اپنے ڈیرے تک چلا گیا۔ تیس سال زندہ رہا۔ اُس کا بیٹا چوہدری محمد حسین مقبوضہ کشمیر کی کابینہ میں وزیر تھا۔ تیس سال کے بعد چوہدری پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ بیٹے نے کہا دہلی لے چلوں علاج کے لئے۔ اُس نے کہا کوئی حضرت باجی الف دینؒ جیسا ڈاکٹر ہو تو علاج کروانے میں کوئی حرج نہیں۔ حکیم ڈاکٹر میرا کیا علاج کریں گے۔ ایسا مسیحا کہاں میسر ہے جس نے دنیاوی حکیموں ڈاکٹروں کے لاعلاج قرار دیئے جانے والے کو تین جملوں میں تیس برس کی نئی زندگی عطا کر دی تھی۔

Marfat.com

حضرت سید عبداللہ شاہ غازی نوشاہیؒ

یہ آستانہ دلڑ شہاب کے نام سے مشہور ہے جو میر پور کے بڑے روحانی مراکز میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت میاں محمد بخشؒ اور حضرت قاضی سلطان محمود آوان شریف کو جب بھی علاقہ اندرہل میں حضرت بابا بدوح سرکارؒ حضرت سائیں غلام محمدؒ اور بابا فیض بخش گجرؒ کے آستانوں پر حاضری کی غرض سے جانا ہوتا تو یہاں حاضری دیتے تھے۔ صاحبِ مزار کے حالات کسی تذکرے میں نہیں ملتے۔ یہاں کا انتظام محکمہ اوقاف کے ذمے ہے۔ جس نے نذرانوں کی وصولی کے علاوہ کوئی کام ایسا نہیں کیا جسکو سراہا جاسکے۔ امراضِ چشم میں مبتلا مریض یہاں سے شفا پاتے ہیں جسکی وجہ سے دور دراز سے لوگ بڑی تعداد میں یہاں حاضری دے کے شفایاب ہوتے ہیں۔ پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی قادری نے نوشاہی شعراء کے ضخیم تذکرہ میں آپکو حضرت نوشہ گنج بخشؒ کا خلیفہ لکھا ہے۔

حضرت پیر سید خاکی شاہ بادشاہؒ

نسبی تعلق ملتان کے بخاری سادات سے تھا۔ تبلیغ کی غرض سے وادیٔ کشمیر کے علاقوں میں تشریف لائے تھے۔ اتباعِ سنت ہمیشہ آپکے پیشِ نظر رہی۔ صوبہ جموں کے اضلاع میں بھی دینی قدروں کو عام کیا۔ ظاہری اور باطنی علوم میں کمال حاصل تھا۔ لوگوں کی بڑی تعداد روحانی فیض سے مستفیض ہوئی۔ یہاں کے قبائل آپؒ کے حلقہ ارادت میں آئے۔ باغ اور اس کا مضافاتی علاقہ کو تبلیغی مرکز بنایا۔ بہت سے علاقے آپؒ کی بیٹھکوں کے طور پر مشہور ہوئے۔ جہاں بھی جانا ہوتا ایک دنبہ، شیر اور چکور ہمراہ ہوتے۔ بے حد مستجاب الدعا تھے۔ آپؒ کا فرمانا کبھی رائیگاں نہ جاتا تھا۔ اِس ضمن میں حیران کن واقعات سننے میں آتے ہیں۔ آپؒ کے حالات اِس قدر ملتے ہیں کہ کچھ عرصہ پاک پتن شریف میں رہے چلہ کشی کی پھر انہیں جموں و کشمیر میں تبلیغی مشن سونپا گیا۔ قریش خاندان میں شادی ہوئی جس میں سے پانچ بیٹے تولد ہوئے جن کے اسمائے گرامی اوادان شاہ، دل جان شاہ، سلیمان شاہ، محمد زمان شاہ اور میر زمان شاہ تھے۔ کلر بھناکھ میں آپکا آستانہ ایک بڑے روحانی مرکز کی حیثیت سے مشہور ہے جہاں عقیدتمندوں کی آمد کا سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔

Marfat.com

حضرت سائیں برکتؒ

حضرت سائیں برکتؒ میر پور کے نواحی قصبہ مہتہ جاگیر کے رہائشی تھے۔ گوجروں کے کٹھانہ گوت سے تعلق تھا۔ تزکیہ نفس کی کٹھن منزلوں سے گزرے تھے۔ اکثر مجاہدوں میں مصروف تھے۔ موضع بھڑکے کے چوہدری محمد شفیع کے ہاں قیام رہتا تھا۔ انہوں نے سائیں صاحب کے آرام کا بے حد خیال رکھا اور وصال کے بعد مزار بھی بنایا۔ آپکی درویشی کے بہت سے واقعات مشہور ہیں کہا جاتا ہے کہ جس کے حق میں دعا کی اُس کی قسمتِ بدل جاتی تھی۔ لوگوں نے آپؒ سے بے انتہا فیض حاصل کیا۔ دنیاوی ملاقات سے لاتعلق رہتے تھے۔ نہ ہی کبھی خواہش کی مجھے فلاں دنیاوی نعمت مل جائے۔ کسی امیر کی رفاقت کے بھی کبھی خواہش مند نہ رہے۔ جس کے گھر ٹھہر گئے وہاں کسی ان دیکھی دنیا کے خیال میں مگن رہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سائیں برکت کو دورِ آخر کے صوفیاء میں شمار کر سکتے ہیں۔ وصال کو بیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے۔ بے شمار لوگ اب بھی موجود ہیں جو سائیں صاحب کے بارے میں بہت سے واقعات کے بارے میں جانتے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے۔ آپؒ کی سوانح کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کو عظیم المرتبت صوفی کے روحانی مشن سے حقیقی آگاہی ہو۔

حضرت مولوی عبدالحقؒ

حضرت مولوی عبدالحقؒ کا تعلق بھی مہتہ جاگیر کے علوی خانوادے سے تھا۔ درویش منش تھے۔ 1947ء میں میر پور کی فتح کے موقع پر مجاہدین کی خدمت کرتے تھے۔ جنگ کے واقعات کی ڈائریاں لکھا کرتے تھے۔ جس میں روزنامچہ درج ہوتا تھا۔ انہوں نے میر پور کے نئے شہر کے آباد ہونے کی بہت عرصہ قبل پیش گوئی کی تھی۔ 1965ء کی جنگ کے موقع پر آپ کا کردار مثالی رہا۔ مہاجرین کے آنے والے لٹے پٹے قافلوں کی خدمت بھی بغیر کسی لالچ کے کرتے تھے۔ سماجی اعتبار سے آپؒ کی خدمات میر پور کے عوام کے لئے ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

Marfat.com

حضرت سید شمس الدین بدہالوی ؒ

حضرت سید شمس الدین بدہالوی ؒ پچیس واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ سے نسبی تعلق رکھتے تھے۔ انوار شمسیہ کے مصنف کے مطابق اِس خانوادہ کے جد امجد حضرت سید احمد گیلانی ؒ تبلیغ کی غرض سے پہلے حیدر آباد سندھ چلے آئے۔ یہاں کچھ عرصہ مقیم رہ کر دینی قدروں کو عام کیا۔ آپ نے یہاں ہی وفات پائی۔ آپ ؒ کی اولاد میں سے حضرت سید محمود ؒ اور حضرت سید میر محمد ؒ نے حیدر آباد کی سکونت ترک کر کے خانیار سرینگر کو اپنا مسکن بنایا۔ حضرت سید شمس الدین گیلانی ؒ حضرت سید حسن شاہ گیلانی کے گھر تولد ہوئے جو صاحبِ ارشاد بزرگ تھے۔ انہوں نے آپکی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ دینی تربیت سے صاحب کمال بنایا۔ والد محترم سے بے حد متاثر تھے۔ ان ہی کے دست حق پر ست پر بیعت کر کے خلافت بھی حاصل کیا۔ اِس دوہرے تعلق کے سبب بابا مرشد کا بے حد احترام کرتے تھے۔ گوجری زبان کے اولیں صوفی شاعر حضرت قاضی محمود بیر پوری ؒ جو اپنے والد حضرت قاضی حمید عرف شاہ چالندہا قطب العالم ؒ کے مرید تھے کے اِس شعر کی کیفیت سے عموماً دوچار رہتے تھے۔

نیوں کا جل سکھ تنبولا ناک موتی گل ہار\
سیس نماؤں نیہ اپاؤں اپنے پیر کروں جوہار

آنکھوں میں کاجل منہ میں پان ناک میں موتی گلے میں ہار اس سج دھج سے سر جگاؤں محبت کروں اپنے پیر کو آداب کروں۔

بزرگانِ سلف کی طرح صاحبِ ثروت لوگوں سے عموماً دور رہتے تھے۔ اگر کوئی نذر پیش کرنا چاہتا تو قبول کرنے سے اجتناب کرتے۔ ایک بار جگدیو سنگھ والئی پونچھ نے پانچ صد روپیہ دینا چاہا تو لینے سے انکاری ہو گئے۔ یہ گیارہ روپے عقیدتمندوں میں تقسیم کر دیئے۔ اسی راجہ نے کئی بار جاگیر وقف کرنا چاہی تا کہ مہمانوں کے اخراجات پورے ہوتے رہیں آپ ؒ نے مہاراجہ کی اِس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ ؒ کا ایک بڑا کارنامہ اہل پونچھ کو مہاجنی نظام کی چیرہ دستیوں کے مضمرات سے آگاہ کرنا تھا۔ اس مقصد کے لئے علماء کو دیہاتوں میں بھیجا تا کہ وہ سود خور کھتریوں کی

Marfat.com

مسلمان کے خلاف روا رکھی جانے والی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کریں۔ اِس اقدام سے مہاجنوں کو اپنا سودی کھاتہ بند ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔ ڈوگروں کے ہاتھوں ڈھائے جانے والے مظالم کو سن کر اکثر آبدیدہ ہو جاتے تھے اور دعا گو ہوتے کہ مظلوم مسلمانوں کو غلامی کی سیاہ رات سے نجات ملے۔ بدہال شریف فی الواقع ریاست جموں و کشمیر کے بڑے روحانی مراکز میں سے ہے۔ آپکی مساعی سے حویلی کے قبائل گجر، ملدیال، راجپوت، سادات، راٹھور اور دوسری برادریوں میں دینی قدروں کا شعور پیدا ہوا۔ گجروں میں آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اتباع سنت کا جذبہ ہمیشہ آپؒ کے پیش نظر رہا۔ غیر شرعی رسومات کے سدِ باب کے لئے آپکی خدمات ہمیشہ یاد رکھیں جائیں گی۔ صائم الدہر تھے۔ دنیا آپؒ کے نزدیک سراب سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی نہ ہی کوئی لگاؤ تھا۔ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کی طرح دنیا کا وجود اور عدم وجود دونوں آپؒ کے نزدیک برابر تھے۔ بے حد سخی تھی۔ اِس ضمن میں جود و سخا کے انگنت واقعات مشہور ہیں زائر کی حیثیت سے آنیوالوں کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ کوشش کرتے کہ انہیں کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ والدہ کا تعلق چونکہ راٹھور خاندان سے تھا۔ اس لئے بچپن ننہال میں بسر ہوا۔ یہ راجہ شیر باز خان کی آپ راجی کا دور تھا۔ ناز و نعم میں پرورش کے باوجود فقر کی روش آپؒ کے پیش نظر رہتی تھی۔ دور دراز کے مقامات تک آپکا روحانی شہرہ پہنچنے کی وجہ سے وادئ کشمیر کے علاوہ صوبہ جموں سے لوگ فیض حاصل کرنے کے لئے آنے لگے۔ دراصل آپؒ تابندہ روایات کے نیر تاباں تھے جو اِس خانوادہ کے صوفیاء کے طرہ امتیاز تھا۔ سندھ، پنجاب اور پونچھ میں لاکھوں بندگان ہدایت کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ بقول سید محمود آزاد آپؒ کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی تھی۔ دور دور سے مایوس اور قریب المرگ مریض ان کے حضور لائے جاتے تھے۔ اور وہ جس کے حق میں دعا کرتے تھے وہ مریض فوراً تندرست ہو جاتا تھا۔ اِس غرض کے لئے ہندو سکھ اور ڈوگرے بھی آپکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپؒ کا فیض ایک ایسے خطے میں جاری تھا جہاں تمام علاقے پہاڑی تھے اور لوگوں کی آمدورفت کی بھی دقت تھی مگر اس کے باوجود آپؒ کا آستانہ مرجع خاص و عام بنا ہوا تھا اور آپکے دربار سے کبھی کوئی سائل خالی نہ جاتا تھا۔ حضرت شمس الدین بدہالویؒ

Marfat.com

نے 1923ء میں وصال فرمایا۔ بدہال میں آستانہ رشد وہدایت کا بڑا مرکز ہے۔ آپکی دلنواز شخصیت کو دیکھ کر بے اختیار یہ شعر زبان پر آجاتا ہے۔

پیر خرد پرور عرفان پناہ

دوختہ از ترک دو عالم کلاہ

وہ ایسے پیر ہیں جو سراپا معرفت ہیں اور انہوں نے دو عالم کو ترک کر کے کلاہ درویشی اختیار کی۔ آپکے پانچوں فرزند بھی دینی جذبے سے سرشار تھے۔ مقدور بھر لوگوں کی دینی رہنمائی کی۔ حضرت پیر احسان الدین شاہ، حضرت پیر سید عزیز الدین شاہ، حضرت سید عدل الدین شاہ اور حضرت سید نور حسین شاہ کی دینی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔

Marfat.com

حضرت سید لال شاہ بادشاہؒ

حضرت سید لال شاہ بادشاہؒ میر پور کے اولیائے کاملین میں سے تھے۔ منگلہ قلعہ کے قریب آپؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ جہاں زاہرین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ کرامات کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت انگریز انجینئر نے مزار کو گرانے کی کوشش کی گئی مگر باوجود کوشش کے آگے نہ بڑھ سکا۔ عجیب بات تھی کہ جب ٹریکٹر کو پیچھے لے جاتا تو چلنے لگتا۔ مگر جب مزار مبارک کی جانب رخ کرتا تو رک جاتا تھا یہ دیکھ کر وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہوا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ میر پور کے بہت سے قبائل آپؒ کے مریدین میں شامل ہیں۔ راجگانِ رنگ پور کو آپؒ سے بڑی عقیدت ہے۔ جس کا ثبوت منظوم خراجِ عقیدت ہے جو کتبوں کی صورت میں دیوار پر لکھے ہوئے ہے۔ چوہدری لعل حسین زوار آوانہ کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

کوکب برج امامت ہادی راہ متین
وعدہ اصل وفروغ کاشفِ علم الیقین

سبط انوارِ یزداں مظہر اسرارِ حق
سید عالی گوہر اولاد شاہ مرسلینؐ

معدن علم وحیا مصدر جود وکرم
سالکِ ملک طریقت پیشوائے مومنین

ترک دنیا کرد در عہد شباب از بہر حق
برگزیدہ کنج صبر آں بادشاہ متقن

حوریاں از بہر تقدیم اش بااعزاز تمام
صف بصف بستہ قیام اندر سیار دہم عیین

چوں حسینی قطعہ اندر بہر سالش زد جناں
گفت لعل بے نظیر آور بہ بردوسِ بریں

۱۳۰۲ھ

Marfat.com

حضرت سائیں فضلؒ

حضرت سائیں فضلؒ سیب کلیال کے باسی تھے۔ کافی عرصہ ٹنگروٹ شریف میں رہے۔ نسبی تعلق جاٹ قبیلہ سے تھا۔ کھاڑک میں مزار مرجع خلائق ہے۔ حضرت پیر محمد فاضلؒ نے حضرت نور مجذوبؒ کے حالات زندگی کے بارے میں جو کتابچہ لکھا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ''حضرت سائیں فضل صاحب یہ حضرت سائیں نور صاحبؒ کے وصال کے بعد تشریف لائے تھے۔ غالباً انکو سائیں صاحب کی زندگی میں زیارت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ لیکن سائیں صاحب کی قبر انوار پر ایسے یقین کے ساتھ گوشہ نشین ہوئے کہ اپنا نصیب باطنی پورے طور پر حاصل کر کے اٹھے۔ انکی بے شمار کرامات میں حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ یہ بہت گہرائی والا فقیر ہے۔ بہت اونچی پرواز والا ہے۔ آخری آرام گاہ موضع کلیال میں ہے جو آپؒ کا آبائی گاؤں ہے وہ کلیال کھاڑک کے متصل ہے''۔

حضرت سائیں صاحب کا زیادہ وقت ٹنگروٹ شریف میں ہی بسر ہوا وہاں ہی عموماً عبادت و ریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ زائرین کی ضرورتوں کا خیال رکھتے جو وقت ملا اُس سے پورا فائدہ حاصل کیا۔ خود کو مجاہدوں اور ریاضتوں میں مصروف کیے رکھا۔ صوفیاء کے نزدیک وقت کا صحیح مصرف فقیر کے روحانی کمال کو نکھار بخشتا ہے۔ غفلت شعاری صوفی کے لئے زہر قاتل ہے۔

بردست فقیر نسبت نقدے جز وقت

آں نیز کہ از دست رود وائے برد

حضرت سائیں صاحب نے جو خیر و برکت سمیٹی اُسے لوگوں کی روحانی تربیت کے لئے وقف کردیا۔ آپؒ کے عظیم روحانی مشن کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ آستانہ کے قریب دینی درسگاہ قائم کی جائے جہاں طلباء دینی تعلیمات سے مستفیض ہوں۔ سیب کلیال میں آپؒ کے صاحبِ حیثیت عزیزوں کی بڑی تعداد آباد ہے جو اپنے وسائل سے مدرسہ کا قیام عمل میں لاسکتے ہیں کیونکہ انگلینڈ میں یہاں کے لوگوں کی کافی تعداد رہائش پذیر ہے جن کے لئے وسائل مہیا کرنا چنداں مشکل نہیں ہے۔ اس جانب توجہ دینا اہل کھاڑک کی ذمہ داری ہے۔

Marfat.com

حضرت پیر حافظ محمد حیاتؒ

چکسواری کے نواحی گاؤں ٹنگروٹ کے جاٹ قبیلہ سے تعلق تھا۔ 1837ء میں ولادت ہوئی۔ والدِ محترم حضرت محمد بہادرؒ کا شمار علاقہ کی برگزیدہ شخصیات میں ہوتا تھا جنہوں نے آپؒ کی دینی پرورش میں کوئی کمی نہ رہنے دی۔ اسی تربیت نے آپکو تصوف کی دنیا میں درجہ کمال تک پہنچایا۔ قریبی جنگل میں یا پھر پاس بہنے والے دریا کے کنارے گھنٹوں عبادت میں مصروف رہ کر مشاہدہ حق سے خود کو روحانی طور پر شاد کام کرتے۔ دینی ذوق راتوں کو جگائے رکھتا۔ نیند کا غلبہ طاری ہوتا تو سر کے بالوں کو رسی کے ساتھ چھت سے باندھ لیتے۔ یوں رات ورد وظائف میں بسر ہو جاتی۔ آپؒ کا یہ معمول کافی عرصہ سے تھا۔ ساگری شریف دینہ کی درسگاہ سے تعلیم مکمل کی یہاں ہی حفظِ قرآن شریف کی سعادت حاصل ہوئی۔ قرأت کے رموز سے آگاہی کے لئے اُس دور کے مشہور دینی مرکز جوڑہ کھاریاں تشریف لے گئے۔ جہاں ان دنوں حضرت حافظ خواجدین دورونزدیک سے آئے ہوئے طلبہ کو اِس فن کی تعلیم دیتے تھے۔ آپؒ کی قرأت کالحنِ داؤدی سننے والوں پر وجد کی کیفیت سے دوچار کر دیتا تھا۔ دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مرشد کامل کی تلاش آپؒ کو باولی شریف حضرت خواجہ محمد بخشؒ کے آستانہ پر لے گئی۔ خواجہ صاحب نقشبندی سلسلہ کے ممتاز مشائخ میں سے تھے۔ پنجاب و جموں وکشمیر سے عقیدتمندوں کی بڑی تعداد فیضیابی کے حصول کی غرض سے اُمڈی چلی آتی تھی۔ کچھ عرصہ باولی شریف رہ کر وظائف کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کر کے اپنے علاقہ میں واپس تشریف لائے اور لوگوں کی تربیت کا فریضہ انجام دینا شروع کر دیا۔ مرشد سے تعلق خاطر کا اندازہ اِس بات سے لگایئے کہ جب حضرت پیر سید نیک عالم شاہ صاحب نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی روحانی امانت دینے کے لئے اپنے خلیفہ مجاز مولانا عبداللطیف کلپڑویؒ کے ذریعے رابطہ کیا تو آپؒ نے کمال انکساری سے جواب دیا کہ ''میں باولی شریف کی سرکار کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے چکا ہوں اُن کی بڑی نظر کرم ہے'' مرشد سے یہ والہانہ وابستگی دیکھ کر شاہ صاحب بڑے متاثر ہوئے اور کہا کہ ''آپ تعلق خاطر نسبت ارادت اور آمدورفت باولی شریف ہی رکھو۔ بس یہ امانت مجھ سے لے لو تاکہ میں بار امانت سے سبکدوش

Marfat.com

ہو جاؤں'' یہ فرما کر امانت آپؒ کے حوالے کی کہ مستحق شخص کے حوالے کر دی گئی ہے۔ آپؒ کچھ دن شاہ صاحب کی رفاقت میں رہے جنہوں نے سلسلہ مجددیہ کے وظائف کی تعلیم دی اور تاکید کی کہ خدمتِ خلق کو اپنا شعار بنائیں۔ آپ اتباعِ سنت کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ مریدین کو بھی اسی روش پر گامزن ہونے کی تلقین کرتے تھے۔ بعض اوقات کوشش مکمل اصلاح ہونے تک جاری رہتی۔ موضع کھنٹی کے مولوی سید محمد روائت کرتے ہیں کہ نرماہ کالاڈب کے رہنے والے دینی قدروں سے اِس حد تک نابلد تھے کہ انہیں نماز تک نہیں آتی تھی ایک بار آپؒ کا گزر اِس علاقہ سے ہوا۔ نماز کا وقت تھا اس لئے خادم کو اذان دینے کے لئے کہا حیران ہوئے کہ اذان سن کر بھی کوئی آدمی نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں نہیں آیا۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہاں کسی کو نماز نہیں آتی۔ یہ سن کر ساتھیوں سے کہا آگے جانے کا کوئی فائدہ نہیں جب تک انہیں نماز پڑھنا نہیں آتا اُس وقت تک یہاں ہی قیام ہے۔ کچھ دن یہاں ٹھہر کر اہل نرماہ کو نماز پڑھنا سکھایا۔ دوسرے دینی امور کی تعلیم بھی دی۔ نماز با جماعت کے اہتمام پر بڑا زور دیتے تھے۔ عشاء کی نماز سے تہجد تک ذکر کا حلقہ قائم ہوتا۔ یہ ایک طرح سے مراقبہ کی محفل ہوتی جس میں ذکر کی حلاوت رگ و پے میں اتر کر یخ بستہ راتوں میں شریکِ محفل پسینہ سے شرابور ہو جاتے۔ مریدین کی تربیت کا یہ انداز سندھ کے ممتاز نقشبندی صوفی حضرت محمد زمان لواری شریف والوں کے ہاں ملتا ہے۔ تاریخ سندھ مصنف اعجاز الحق قدوسی کے صفحہ 260 پر مرقوم ہے۔ حضرت مخدوم موسم گرما میں صبح کے حلقے کے بعد دالان میں تشریف فرما ہوتے آپؒ کے مرید اور عقیدتمند آپؒ کے سامنے بیٹھتے۔ یہاں تک کہ آپؒ کے حجرہ مبارک تک لوگ بھر جاتے۔ پھر آپؒ اور آپؒ کے مریدین مراقبے میں مستغرق ہوتے اور ان پر محویت اور استغراق کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ چلچلاتی دھوپ سروں پر پڑتی رہتی مگر مطلقاً کسی کو احساس تک نہ ہوتا تھا۔ تقریباً چاشت کے وقت تک یہ مجلس طول کھینچتی تھی۔ جب لوگ مراقبے سے فارغ ہو کر اٹھتے تو زمین پسینے سے تر ہو جاتی تھی''۔ حضرت مخدوم کی جاڑوں کی سردشدت کی راتوں میں ذکر کی محفل کی وہی کیفیت ہوتی جس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ آپؒ عموماً تبلیغی دوروں پر بھی جاتے تھے۔ جہاں قیام ہوتا وہاں ذکرِ جلی و خفی کا اہتمام کرتے۔ ذکر جلی ہوتا تو حق ہو کی

Marfat.com

صداؤں سے گرد و پیش گونج اٹھتا۔ اگر ذکر خفی ہوتا تو حق ہو سانسوں میں ڈھل کر تزکیہ نفس کا باعث بنتا۔ اسی طرح ایک بار علاقہ پینڈا کوٹلی میں ذکر کی مجلس جمائے ہوئے تھے کہ چراغ سے تیل ختم ہو گیا۔ گاؤں والوں سے پتا کرایا تیل نہ ملا۔ یہ دیکھ کر جلالی انداز میں کہا بتی کا گل دور کر دو ذکر جاری رکھو لوگوں نے دیکھا چراغ پہلے کی طرح روشنی دے رہا ہے۔ صبح تک وہ بغیر تیل کے جلتا رہا۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن کی تفصیل صوفی طالب حسین نے گلستانِ حیات میں تفصیل سے دی ہے۔ اُمراء کی نسبت غرباء کی دلجوئی ہمیشہ آپؒ کے پیش نظر رہتی تھی ایک بار ایک غریب عقیدتمند نے دعوت کا اہتمام کیا جب آپؒ نے قدم رنجہ فرمایا تو لوگوں کی اچھی خاصی تعداد جمع ہو گئی۔ میز بان گھبرا گیا آپؒ نے اُس کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے روٹیوں اور سالن پر چادر ڈال دی اور مہمانوں کو چادر کے اندر سے کھانا نکال کر دیتے جاتے۔ بعد میں جب دیگچے کو دیکھا تو کافی کھانا ابھی تک باقی تھا۔

خلفاء کرام

آپؒ کے خلفاء کرام کی تعداد اگرچہ کافی طویل ہے یہ وہ نفوسِ قدسیہ تھے جن کو آپ سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔ چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت قاضی سلطان العالمؒ چیچیاں شریف والے

جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ مزار مبارک کالا دیو جہلم میں مرجع خلائق ہے۔ کٹھن ریاضتوں سے درجہ کمال کو پہنچے۔ زمینداری سے جو آمدن ہوتی وہ مرشد کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ درویش منش والد قاضی محمد رکن عالمؒ تاکید کرتے بیٹا اپنی توفیق سے بڑھ کر دو کیونکہ تمہیں ان سے باطنی خزانہ ملنے والا ہے۔ آپؒ کا یہ عمل نامور سندھی بزرگ حضرت مخدوم نوح ہالائیؒ (وفاقی وزیر مخدوم امین فہیم کے جدامجد) کے مرید حضرت سید ابو بکر لکعلویؒ کی طرح تھا۔ شاہ صاحب جو کما کر لاتے وہ لا کر حضرت مخدومؒ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ اگر وہ یکھتے کہ ان کا نذرانہ کو قبول کرنے میں کسی طرح کا تامل کر رہے ہیں تو اور کہہ رہے ہیں کہ "اے سید اولاد کا حق بھی لوازم شرعی میں سے ہے جسے تمہیں ادا کرنا

Marfat.com

چاہئے'' تو فوراً مخدوم مکرم کی اہلیہ کے پاس جا کر التجائیں کرتے کہ ان کے مال کو قبول کر لیا جائے۔ مرشد آپ کے ایثار سے اتنا متاثر ہوتے اور فرماتے ''تمہاری اولاد میں سے چودہ پشتوں تک میر اور پیر ہوں گے'' حضرت مخدوم کی دعا سے شاہ صاحب کے خانوادہ میں جلیل القدر صاحبانِ کمال پیدا ہوئے۔ آپکی توجہ نے حضرت قاضی سلطان العالمؒ کو بھی یگانہ روزگار بنا دیا۔ ایک بھری محفل میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہمارے چار بیٹے ہیں۔ سلطان العالم پانچواں بیٹا ہے۔ آپؒ کے جلیل القدر سپوت قاضی محمد صادقؒ نے گلہار شریف کوٹلی کو روحانی مرکز بنا کر میر پور کوٹلی میں گنبد و مینار والی مساجد کو بڑی تعداد میں تعمیر کرایا۔ درس و تدریس کا مربوط نظام قائم کیا ہے جہاں سے حفاظ کرام کی بڑی تعداد فارغ التحصیل ہو کر اندرون و بیرون ملک دینی قدروں کو عام کر رہی ہے۔ قابلِ ذکر بات ہے اِن مساجد کی تعمیر کے اخراجات کسی فرد کے چندے سے نہیں بلکہ تائید ایزدی سے پورے ہوتے ہیں۔

حضرت میاں حسین علیؒ

بجا طور پر فنافی الشیخ تھے۔ تقویٰ و پرہیز گاری میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ دن کو عموماً روزے سے ہوتے اور رات حالتِ قیام میں بسر کرتے۔ قریبی قصبے کس ہاڑاں سے تعلق تھا۔ مرشد کے دامن سے ایسے وابستہ ہوئے کہ پھر انہیں کسی اور طرف دیکھنے کا یارا نہ رہا۔ اعلیٰ حضرت بھی آپؒ کے ساتھ بے انتہا شفقت فرماتے۔ انہیں بھائی صاحب کہہ کر پکارتے۔ آستانہ پر آنے والے بھی اسی لقب سے مخاطب ہوتے۔ آپؒ کا آستانہ کس ہاڑاں میں ہے جہاں عقیدتمندوں کی بڑی تعداد حاضر ہوتی ہے۔

حضرت صوفی حشمت علیؒ

صاحبِ حال تھے۔ فروتنی و انکسار میں اپنی مثال آپؒ تھے۔ اپنے پیر بھائیوں سے خلوص کا برتاؤ کرتے۔ آستانہ پر آنے والوں کی خدمت میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دیتے تھے۔ بے حد عبادت گزار تھے۔ فروتنی و انکسار مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ اِس شخصی وصف کی وجہ سے آپؒ کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

Marfat.com

حضرت میاں حسین علیؒ

آپؒ کا تعلق بوعہ سے تھا۔ مرشد کے منظور نظر تھے۔ حیاداری اور اخلاص کا پیکر تھے۔ چلتے ہوئے نظر کو کبھی اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ ذکر واذکار میں مصرف رہتے۔ نفی و اثبات کے ذکر کا اہتمام آپؒ کے ہمیشہ پیشِ نظر رہتا تھا۔ خدمت گزاری میں ہمیشہ خود کو دوسروں سے بڑھ کر ثابت کرتے۔ ستائش کے صلے سے خود کو بے نیاز رکھتے۔

اِس کے علاوہ دیگر خلفاء میں

حضرت میاں ستار محمدؒ چھتروہ

حضرت میاں باغ علیؒ ڈومال

حضرت میاں شاہ محمدؒ فتح پور

حضرت میاں خوشی محمدؒ پرہیڑوی

حضرت میاں باغ علیؒ بوعہ

کے نام ملتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت حافظ محمد علیؒ

قطب العارفین حافظ محمد حیاتؒ کے گھر ولادت ہوئی۔ انہوں نے ہونہار سپوت کی تربیت پر خصوصی توجہ دی اور دینی علوم کی مروجہ کتب کی تعلیم دی۔ اُس دور کے صوفیائے کرام سے فیضیاب ہوئے۔ باقاعدہ بیعت حضرت قاضی سلطان محمود آوان شریفؒ والوں کے ہاتھ پر کی۔ قاضی صاحب اپنے عہد کے نابغہ روزگار میں سے تھے جو حضرت بابا عبدالغفور اخوند صاحبؒ جو گجر قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ آوان شریف میں سخت کوشی سے تزکیہ نفس کی منزلوں کو طے کیا۔ نوکوس دور ڈھاکہ نامی جنگل سے لکڑیوں کا سوکھا گھٹا سر پر اٹھائے آتے۔ یہ کام بلا ناغہ کرنا آپکی ذمہ داری ہوتا تھا۔ چاہے موسم کیسا ہی سخت کیوں نہ ہو۔ لنگر کا انتظام آپ کے ذمہ تھا۔ مرشد آپ پر بے انتہا شفقت فرماتے تھے۔ قاضی صاحب کی توجہ سے روحانی مدارج کی بڑی خوبی سے تکمیل کی۔ کچھ عرصہ اندرہل میں حضرت سائیں نور مجذوبؒ کی صحبت میں رہے۔ سائیں صاحب عموماً کسی کو پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ جو آتا اُسے مار پیٹ کر بھگا دیتے۔ اس لئے لوگ قریب آنے سے ڈرتے تھے۔ مگر آپؒ جب ملاقات کو جاتے تو وہ شفقت کا برتاؤ کرتے اور اپنے پاس بٹھاتے کیونکہ سائیں صاحب کا کہنا تھا کہ مجھ میں اور قاضی صاحب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

رانجھے وچ سما محمد چھٹی ہیر جنجالوں

اعوان شریف میں قیام کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ''اعوان شریف کئی سال لنگر کی ذمہ داری کو نبھایا۔ سردی ہو یا گرمی کبھی بستر پر آرام نہیں کیا۔ جتنا عرصہ رہے مسجد میں ہی سوتے تھے۔ دن کو لنگر کے کام نمٹاتے اور رات کو سلسلہ نقشبندیہ کے اوروظائف کے مطابق عبادت کرتے تھے''

بچپن کے دور کا ذکر ہے کہ ایک بار بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے قریب سے ایک گودڑی فقیر نے گزرتے ہوئے آپکو دیکھا اور کہا کہ یہ اپنے زمانہ کے چار نامور بزرگوں حضرت سید لطیف شاہؒ رواتڑاہ شریف، حضرت پیرا شاہ غازیؒ، حضرت سائیں نور مجذوبؒ اور حضرت قاضی سلطان محمودؒ والوں سے

Marfat.com

فیض اٹھائے گا۔فقیر کی بات بعد میں سچ ثابت ہوئی۔ایک بار گاؤں کا ایک نوجوان فوج میں بھرتی ہوکر دور کسی دوسرے ملک میں کسی جنگی مہم پر گیا۔اُسکے والدین فکر مند ہوئے کہ نہ جانے کس حال میں ہے۔ زندہ بھی ہے کہ نہیں۔اُس کا والد حاضر ہوا۔آپؒ نے دیکھتے ہی کہا کہ فکر کی بات نہیں جلد ہی واپس آجائے گا۔۔ایسا ہی ہوا وہ نوجوان چند دنوں کے بعد گھر خیریت سے لوٹ آیا۔

قاضی صاحب نے تاکید کی ہوئی تھی کہ لوگوں کے پاس تبلیغ کی غرض سے جایا کرو۔اسلئے پنجاب اور آزاد کشمیر کے کئی علاقوں میں جایا کرتے تھے۔جہاں جاتے لوگوں کا مجمع جمع ہو جاتا تھا۔

آپؒ کا 15 اگست 1946ء میں وصال ہوا۔اُس روز ربیع الثانی کی 4 تاریخ تھی۔سانحہ ارتحال کی خبر سنتے ہی ملک بھر سے بڑی تعداد میں عقیدتمندوں کی بڑی تعداد آخری رسومات میں شریک تھیں ان میں مشائخ عظام بھی تھے۔جب منگلا ڈیم کی تعمیر کی وجہ سے ٹنگروٹ زیرآب آ گیا جسکی وجہ سے تابوت مبارک کو فیض پور میں تدفین کی غرض سے لے جایا گیا۔اس بار بھی ایک انبوہ کثیر فیض پور میں اُمڈا چلا آیا۔

Marfat.com

حضرت فیض بخشؒ

حضرت بابا فیض بخشؒ مفلوک الحال گجر گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مقامی زمیندار نے پرورش کی اُن دنوں حضرت حاجی بگا شیرؒ کی روحانیت کا بڑا شہرہ تھا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خلافت عطا ہوئی۔ جلد ہی حاجی صاحب کے نامور خلفاء میں شمار ہونے لگے۔ آپؒ سے کرامات کا ظہور ہوا۔ قاضی نظام دین جو اہم سرکاری عہدے دار تھے ایک رئیس کی حیثیت سے بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ایک بار ملاقات کی غرض سے آئے دعا کے طالب ہوئے۔ آپؒ کے ہاتھ اٹھاتے ہی قاضی صاحب کے باطنی کثافتوں کے پردے دہل گئے۔ گھر جاتے ہی پہلا کام ملازمت سے استعفیٰ دینے کا کیا۔ دوست احباب نے سمجھایا کہ اتنی اچھی ملازمت کو نہ چھوڑو مگر انہوں نے بات نہ مانی۔ گھر کا سامان غرباء میں تقسیم کر کے اور ہمیشہ کے لئے آپؒ کے پاس چلے آئے۔ کیونکہ حضرت ابوالحسن نوریؒ کے الفاظ میں ''ایثار و قربانی کے بغیر صحبت شیخ جائز نہیں ہے''

من کہ در ہیچ مقامے نزدم خیمہ عشق

پیش تو رخت بیفگدم و سر بنہادم

بے حد متقی و پرہیزگار تھے۔ اندرہل میں آپؒ کے مریدین کافی تعداد میں آباد تھے۔ جب بھی درکالی شریف جانا ہوتا تو لوگوں کی کافی تعداد ہمرکاب ہوتی تھی۔ جہاں رکتے لوگوں کی تربیت کے لئے مجلس منعقد کرتے تھے۔ سینہ نور الٰہی سے منور تھا جس سے اٹھنے والی روشنی جس پر پڑتی تھی وہ معرفت کے نور سے آشنا ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ نامور صوفی حضرت جنید بغدادیؒ کا قول مبارک ہے کہ ''فقیر پر اللہ کی رحمت علم کا چشمہ فیض جاری کرتے وقت نازل ہوتی ہے کہ فقیر اُس وقت اولیاء اللہ کی صفات کے سوا کچھ اور بیان نہیں کرتا''

آپؒ کی کرامات کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار کشتی پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ چوکھ کا ایک بااثر زمیندار مرزا محمد خان بھی ہمرکاب تھا جب آپؒ بلند آواز سے ذکر کرتے تو اُسے بڑا ناگوار گزرتا وہ چونکہ فقراء کے بارے میں قطعاً آگاہی نہ رکھتا تھا۔ گستاخانہ لہجہ میں کہا کہ خاموش رہو ورنہ قتل

Marfat.com

کردوں گا۔ آپؒ نے اُس کی گفتگو سن کر کہا کہ تیری تلواری ابھی تیار ہو رہی گی جبکہ میری تلوار تیرے غرور کو خاک میں ملا دے گی۔ ابھی مرزا محمد خاں گھر پہنچا ہی تھا کہ اُسے پیٹ میں شدید درد اٹھا۔ اُسے معلوم ہوا کہ یہ سب آپکی بددعا کا اثر ہے۔ اُسنے گھر والوں کو فوراً آپؒ کے پاس لانے کو کہا۔ لوگ چارپائی پر اٹھائے آپؒ کے پاس آئے۔ وہ گریہ زاری کرنے لگا کہ معاف کردیں کہ گستاخی ہوگئی ہے۔ جس پر آپؒ نے کہا کہ میرا کہا واپس نہیں ہوسکتا ہے۔ تیرے لئے اتنی رعائت ہے کہ جب تو دنیا سے رخصت ہوگا تو ایمان کے ساتھ جائیگا۔

حضرت بابا فیض بخش، حضرت غازی قلندرؒ کے صوفیاء کے سلسلہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب کو اندرہل سے آپکی وجہ سے گہری عقیدت تھی۔ جب بھی اس علاقہ کے دورہ کے لئے جاتے تو کھدیارہ، اور پلپر شریف ضرور حاضر ہوتے تھے۔

حضرت بابا فیض بخشؒ کے خانوادہ کے صوفیاء نے دینی قدروں کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

Marfat.com

دلڑ سلطان کے گورسی اولیاء کا سلسلہ

سلطان المشائخ حضرت میاں محمد عالمؒ قادری سلسلہ کے نامور صوفیاء میں سے تھے۔نسبی تعلق گجروں کے گورسی قبیلہ سے تھا۔دلڑ سلطان میں آپؒ کا آستانہ میر پور میں تصوف کا بڑا مرکز ہے۔ جد امجد حضرت دیوان خا کی بادشاہؒ کوٹھہ ضلع گجرات کے ذیلدار تھے۔بخت کی یاوری اُس دور کے نامور صوفی بزرگ حضرت سید کبیر الدین المعروف شاہدولہ گنج بخش دریائیؒ کے پاس لے گئی جنہوں نے آپکو فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔حضرت شاہدولہؒ نے آپکو ایک کوزہ، مصلا، بکری اور کبوتروں کا جوڑہ دیتے ہوئے کہا کہ جہاں کبوتر جا کر بیٹھیں اُسی جگہ کو اپنا مسکن بنالینا۔کبوتر میانہ پوٹھہ گوجر خان آ کر بیٹھے۔آپؒ نے وہاں اپنا مسکن بنالیا لوگوں کی خدمت کو اپنا شعار بنالیا۔جس سے آپؒ کی مقبولیت میں اضافہ ہونے لگا۔لوگوں کی بڑی تعداد حلقہ بگوش ہوئی۔ جب آپؒ ابتداء میں اِس علاقہ میں آئے تھے۔ایک اجنبی درویش کی حیثیت سے یہاں ڈیرا لگایا۔کسی سے شناسائی نہ تھی۔چونکہ توکل کی دولت سے مالا مال تھے اس لئے ذرا نہ گھبرائے۔صبح کو رانی منگو جو علاقہ کی حکمران تھی یہاں محلات تعمیر کرا رہی تھی اُس کے نوکر آپکو بیگار میں پکڑ کر لے گئے اور مزدوروں کے ساتھ کام میں شامل کر دیا۔ آپ کے ذمہ مٹی کے ٹوکرے کو اٹھا کر لانا تھا۔موقعہ پر موجود لوگ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ ٹوکرہ آپؒ سے ایک بالشت اوپر خود بخود چل رہا ہے۔جب رانی تک بات پہنچی تو وہ خود حاضر ہو کر معافی کی طلبگار ہوئی۔ یہ علاقہ آپؒ کے نام لکھ کر خود دانگلی چلی گئی۔وہاں ہی مکانات تعمیر کئے۔آپؒ کی کرامات کے حیران کن واقعات بیان کئے جاتے ہیں جن کے بیانات کے لئے بہت سے صفحات درکار ہوں گے۔ایک واقعہ جس کو معارف سلطانی کے مصنف زریات علی دانش نے لکھا ہے۔ایک بار نامور صوفی دودہ حقانی سہروردیؒ آپؒ کے ہاں مریدین کے ساتھ فروکش ہوئے۔انکے ہمراہ شیر اور سانپ بھی تھے۔جن کے لئے بکری اور کبوتر بھیجے تاکہ یہ بھی درویش کے دستر خوان سے محروم نہ رہیں۔مگر یہاں تو معاملہ برعکس تھا۔شیر کو بکری نے اور کبوتر نے سانپ کو نگل لیا۔حضرت میاں محمد بخشؒ نے کیا خوب لکھا ہے۔

Marfat.com

اُس دردے سگ عاری کولوں شیر ببر بہو کردا
اگے چڑھے نہ چڑھی اوہدی دے باز شکاری ڈردا

چونکہ آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے دیوانِ اعظم ؒ تھے۔ اس لئے غوث پاک ؒ کا فیض آپکے ہمیشہ شامل رہا ہے جیسا کہ ایک بار حضرت غوث الثقلین نے پورے لشکر کو ایک پیالہ کے نیچے مقید کر دیا تھا۔ یہ بھی اُسی طرح کا ایک ارفع اظہار تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک پیالہ دودھ اور اڑھائی گز کپڑا کے تھان سے حضرت دودھ حقانی سہروردی ؒ کے فقراء کو عطا کیا مگر برکت سے تھان میں ایک گز کی کمی بھی نہیں ہوئی۔ جاتے ہوئے جب شیر اور سانپ کو طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو کبوتر اور بکری کا تر نوالہ بن گئے ہیں۔ جب بکری اور کبوتر کو امانت لوٹانے کو کہا تو انہوں نے شیر اور سانپ کو اگل دیا۔ حضرت خاکی دیوان ؒ صوفیائے پوٹھوہار میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ دینی قدروں کے احیاء کا جذبہ ہمیشہ آپ ؒ کے پیش نظر رہا۔ اُس دور میں علاقہ اندرہل کی روایات پر پوٹھوہاری ثقافت کی گہری چھاپ تھی۔ آپ ؒ مقبوضہ جموں و کشمیر تک تبلیغی دورے پر جایا کرتے تھے۔ یہاں آپ ؒ کے مریدین کا وسیع سلسلہ تھا جو آپ ؒ کی تبلیغی مساعی سے روحانی علوم سے آگاہ ہوئے چونکہ زمیندار گھرانہ سے تعلق تھا اس لئے زراعت کو گزر بسر کا ذریعہ بنایا۔ رانی منگو نے کافی رقبہ آپ ؒ کے نام کیا تھا۔ اس لئے اُس سے جو غلہ پیدا ہوتا وہ عموماً مہمانوں کی تواضع اور ضرورتمندوں کی امداد میں صرف ہو جاتا تھا۔ دنیاوی آسائشوں سے ہمیشہ دور رہے۔ ساری زندگی اِسی روش میں بسر ہوگئی۔ آستانہ مرجع خاص و عام ہے۔

Marfat.com

حضرت میاں اللہ دتہ بادشاہؒ

حضرت میاں اللہ دتہ بادشاہؒ کو حضرت میاں دیوان خاکی بادشاہؒ کے سلسلہ کے بزرگوں میں اپنے اوصاف وکمالات کے سبب مہر عالمتاب کا درجہ حاصل تھا۔ زہد وتقویٰ میں بزرگانِ سلف کی یادگار تھے۔ آپ دیوان اعظمؒ کی ساتویں پشت میں سے تھے۔ ریاست جموں وکشمیر کے علاوہ پنجاب اور دور دراز کے مقامات کی سیاحت کے متعدد سفر کیے۔ صوفیاء کرام کے آستانہ پر حاضری سے فیوض و برکات کے خزانے سمیٹے۔ اس خانوادہ کے پہلے صوفی تھے جنہوں نے پوٹھہ میانہ گجر خان سے دور کلر گالہ تلیال کو اپنا مسکن بنایا۔ یہ مرشد کی طرف سے حکم تھا جس کی تکمیل میں انہوں نے اس بے آب وگیاہ ویرانے کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اپنی مساعی سے قادریہ سلسلہ کے اثرات کو راجوری و پونچھ سے آگے پیر پنجال کے مرغزاروں میں آباد قبائل تک پہنچایا۔ آپ کی ذات والا صفات سے صوبہ جموں میں دینی قدروں کو بے انتہا فروغ اور پذیرائی ملی۔ آپؒ کی ہمہ گیر دینی مساعی کو دیکھتے ہوئے شاہ سائیں سید عبداللطیف بھٹائیؒ کے سندھی اشعار بے ساختہ زبانوں پر آجاتے ہیں۔

''اُن کے پاس جا کر بیٹھو جن کے ہاتھ میں ایسا قلم ہے جو تقدیر کو بدل سکتا ہے۔ وہ وہی سبق پڑھاتے ہیں جس سے محبوب کا مشاہدہ ہوتا ہے''۔

آپؒ نے بہت سے مقامات پر تزکیہ نفس کی غرض سے عبادت وریاضت کی جو چلے گئے اُن کی تعداد سوالاکھ بتائی جاتی ہے۔ لوگوں کی خدمت گزاری ہمیشہ پیش نظر رہی۔ جو بھی آتا اُس کے لئے دعا گو رہتے۔ میانہ پوٹھہ کے سفر میں بھلوٹ کی اسی سالہ بڑھیا بیٹے کی طلب لے کر حاضر ہوئی۔ آپؒ کی خصوصی دعا سے وہ صاحب اولاد ہو کر بیٹے کی ماں بن گئی۔ اس نوع کے انگنت واقعات روائتوں کی صورت سننے کو ملتے ہیں۔ بے حد عبادت گزار تھے۔ جو جس کا طالب ہوتا وہ بامراد ہوتا۔ اپنی آمد کا مقصد ضرور پالیتا تھا۔ تصوف کے اسرار ورموز کو دلنشیں انداز میں بیان کرتے۔ چونکہ نفس گیرا کی دولت سے مالا مال تھے۔ سائل کے خیالات کو جان لیتے تھے۔ اُس کے سوال سے قبل ہی جواب بیان کرنا شروع کردیتے تھے۔ جس سے وہ حیران ہو جاتا۔

Marfat.com

حضرت میاں محمد زمان بادشاہؒ

حضرت میاں محمد زمان بادشاہؒ سلطان المشائخ حضرت دیوان خا کی بادشاہؒ کی نویں پشت سے تعلق رکھتے تھے۔ اِس خانوادے کا روحانی فیضان کا ابر آپؒ کے کمالات کی صورت میں اِس خوبی سے برسا کر ایک عالم اُس سے مستفیض ہوا۔ آپ نے قادری سلسلہ کے تابندہ روایات کو بڑی خوبی اور جانثاری سے نبھایا۔ دلڑ سلطان کو مرکز بنا کر دینی قدروں کے احیاء کا گرانقدر فریضہ امر بالمعروف کے جذبہ سے انجام دیا۔ عقیدتمندوں کا سلسلہ کافی وسیع تھا۔ چوکھ، اندرہل، پوٹھوہار کے علاوہ پنجاب تک کے جاٹ، گوجر، راجپوت، سادات اور دوسرے قبائل آپؒ سے مریدی شرف رکھتے تھے۔ ملاقات کے لئے عقیدتمندوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بھی ایک بار آپؒ سے مِل لیتا وہ آپکی دلنواز شخصیت کا اسیر ہو کر رہ جاتا۔ زریاب علی دانش نے اپنی ایک سی حرفی میں آپکو مردہ دلوں کی غفلت دور کر کے رانگلے رنگ چڑھانے والا مرشد لکھا ہے جس نے لوگوں کو دینی قدروں سے سرشار اور آشنا کر دیا۔ وہ غافلوں کو یوں اپنی جانب کھینچ لیتا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو سکندری کا تاج سجا کر طلبگاروں کی جھولیاں خیر سے بھر دیتا ہے۔ قلندری نگاہ جہاں جہاں تک جاتی ہے وہ سب آپؒ کے حلقہ اثر میں آجاتا ہے۔

آپؒ اس عظیم المرتبت خانوادہ کے دوسرے بزرگ ہیں جنہوں نے دلڑ کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا۔ اِس سے قبل حضرت میاں محمد عالمؒ یہاں ایک روحانی مرکز کی داغ بیل ڈال چکے تھے۔ آپؒ کی مساعی سے لوگوں کی بڑی تعداد کو روحانی آسودگی حاصل ہوئی۔

Marfat.com

حضرت شاہ عالم غازی بادشاہؒ

حضرت شاہ عالم غازی بادشاہؒ حضرت دیوان خاکی بادشاہؒ کے خانوادہ کے جلیل القدر صوفیاء میں سے تھے۔ شریعت وطریقت میں یکتا اور کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت پیر سید اکرم شاہ گیلانی مکھڈویؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ جنہوں نے انہیں خلافت کے منصب سے سرفراز کر کے تبلیغی مشن کی ذمہ داریاں سونپیں۔ پوٹھہ میانہ میں کچھ قیام کے بعد جموں، پونچھ، راجوری، مینڈر اور ریاسی تک کے علاقوں میں روحانی قدروں کے احیاء کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ وادیٔ کشمیر میں سرینگر ترال اور چرارِ شریف تک گئے۔ وہاں کے آستانوں میں حاضری کے ساتھ ساتھ لوگوں کو فیضیاب کرتے رہے۔ آپؒ کی دلنواز شخصیت کے سبب لوگوں کا اصرار ہوتا کہ اُن کے پاس مستقل طور پر ٹھہر جائیں۔ چونکہ آپؒ کے پیشِ نظر تبلیغی مشن ہوتا۔ اس لئے اِس خواہش کی تکمیل سے معذرت کرتے۔ صوبہ جموں کے مقبوضہ علاقوں اور وادیٔ کشمیر میں آپ کے کئی تبلیغی دوروں کا حال ملتا ہے۔ آپؒ کی مساعی سے مریدین کا ایک بڑا حلقہ قائم ہوا۔ وعظ ونصیحت سے غافل دلوں کو دین کی حقیقی روح سے سرشار کر دیتے۔ کوشش ہوتی کہ وعظ سے مجلس میں موجود لوگوں میں دین کی حقیقی روح کو پیدا کیا جائے تا کہ معاشرہ میں حقیقی قدریں اجاگر ہوں۔ غازی بادشاہؒ ایک ایسے جلیل القدر خانوادہ کے چشم و چراغ تھے جس نے پنجاب، پوٹھوہار آزاد کشمیر اور مقبوضہ جموں وکشمیر میں دینداری کو عام کیا۔ باکمال عالم اور صاحب حال بزرگ تھے۔ کشف وکرامات کے متعدد واقعات سینہ بہ سینہ سننے میں آتے کہا جاتا ہے کہ راجوری واپس آتے ہوئے تھب ڈڈیال کے دو بھائیوں جو کھیت میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے سنا کہ آپؒ پیر ہیں تو آپؒ کو کہا کہ ہم آپؒ کی ولائت کو تب مانیں گے جب سامنے سوکھے بیر کے درخت کو ہرا کر دیں۔ یہ سن کر سوکھے درخت پر نگاہ ڈالی تو وہ اُسی وقت وہ ہرا ہو گیا۔ دونوں بھائی سخت نادم ہوئے۔ معافی کے طلبگار ہوئے۔ ساتھ ہی پانچ بیگھہ اراضی بھی دی۔ آپؒ نے کسی طرح کی ناراضگی کا اظہار نہ کیا۔ تلقین وارشاد کا بھرپور ہنگامہ برپا کرنے کے بعد پوٹھہ میانہ میں وصال فرمایا وہاں ہی آسودہ خاک ہوئے۔

Marfat.com

حضرت میاں محمد سلطان بادشاہؒ

حضرت میاں محمد سلطان بادشاہؒ یگانہ روز شخصیات میں سے تھے۔حضرت دیوان خاکیؒ کی دسویں پشت میں آپؒ کی ولادت ہوئی۔ والدمحترم حضرت میاں محمد زمان بادشاہؒ کا شمار کبار اولیائے کرام میں ہوتا تھا۔آپکے روحانی فیوض و برکات سے ایک عالم مستفیض ہوا۔حضرت میاں محمد سلطان بادشاہؒ نے بزرگانِ سلف کی روایت کوخوبی اور جانفشانی سے نبھایا۔آپؒ کے مریدین کا حلقہ خاصہ وسیع ہے۔بے حدمہمان نواز ہیں۔سخاوت میں معروف ونامور ہیں۔مجلس میں موجود ہر شخص چاہئے وہ غنی ہو یامحتاج عطا کیے بغیر جانے نہیں دیتے تھے۔ان کی اس خوبی کی گواہی راقم دینے کوتیار ہے۔اپنے دوست حافظ خورشید احمد کے ہمراہ اُن کے آستانہ حاضر ہوا۔ یہ کافی عرصہ قبل کی بات ہے۔مجھ سے پہلے وہاں کچھ احباب تشریف فرما تھے۔اُن کے ارشادات سے مجھ سمیت وہاں موجود ہر شخص بے حد متاثر ہورہا ہے۔آپؒ کی کوشش ہوتی کہ جوحق کا طالب ملاقات کی غرض سے آیا ہواُس کو پند ونصائح سے اس کے فکروقلب کو نہ صرف روشن کیا جائے بلکہ اُسکی ظاہری باطنی اصلاح کی جائے۔اِس کا مقصد صرف دینی قدروں کو عام کرنا تھا۔چوہدری عبدالمجید سابق سپیکر و وزیر، صاحبزادہ محمد اسحٰق ظفر سابق سپیکر اور سینئر وزیر سمیت کئی سیاسی رہنما آپؒ سے نہ صرف عقیدت اورارادت رکھتے تھے۔آپؒ نے کبھی ذاتی مقصد کیلئے انہیں کوئی بات نہیں کہی۔اُن کی مجلس میں سبھی کوایک سی توجہ اور رہنمائی ملتی تھی۔جبکہ ہر شخص یہ سمجھ رہا ہوتا کہ جناب والا اُسی کی طرف دوسروں سے بڑھ کرمتوجہ ہیں۔مجھ سے زیادہ کسی پر التفاف نہیں ہے۔دراصل یہ خاصانِ حق کا طریقہ تھا۔میاں صاحب کوبھی یہ وصف وراثت میں عطا ہوا تھا۔آپؒ کے جد امجد حضرت دیوان خاکی بادشاہؒ کوٹھہ کلاں گجرات میں ذیلداری کا منصب رکھتے تھے۔زمینداری اور جائداد کا وسیع سلسلہ تھا۔نوکر وچاکر کی بھی کمی نہ تھی۔حضرت شاہدولہ دریائیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونا تھا کہ ذیلداری کا سارا کروفر جاتا رہاہے۔مرشد کی توجہ سے کامل اور اکمل ہوئے۔حضرت میاں محمد سلطان بادشاہؒ نے تصوف کی اِسی روائت کوآخر دم تک پہنچایا۔ پلاک میرپور سے پہاڑ کی جانب دشوار سفر کے بعد ڈلڑ کا گاؤں واقع ہے جو آپؒ کے نام کی مناسبت سے ڈلڑ سلطان کہلاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت غلام محی الدین غزنویؒ

تحریر: بینش خان لنڈن

حضرت غلام محی الدین غزنویؒ غزنی افغانستان کے گاؤں مہلن میں تولد ہوئے۔ والد ملک محمد اکبر کا شمار غزنوی کے روساء میں ہوتا تھا۔ دینی علوم کی تحصیل اپنے والد اور ماموں مولانا گل محمدؒ سے کی۔ علوم ظاہری سے فراغت پانے کے بعد آبائی پیشہ تجارت وزمینداری سے وابستہ ہو گئے۔ غزنی اور گردیز میں آپؒ کی وسیع زمینیں تھیں۔ ''حیات محی الدین غزنوی'' میں آپ کا ارشاد درج ہے کہ ''غزنی و گردیز میں ہماری جائیداد، زمین، کھیتی باڑی کا اِس قدر وسیع رقبہ تھا کہ اگر ایک گھوڑ سوار علی الصبح نکلتا دوپہر تک بمشکل ساری زمین کا چکر لگا سکتا تھا۔ لیکن جب پیر و مرشد حضرت بابا صاحب موہڑویؒ نے اپنی آغوش طریقت میں لیا تو سب جائیداد و جاگیر اور مال و دولت کو ترک کرنا پڑا''

ترک جاں و ترکِ مال و ترک سر　　　　در طریقِ عشق اول منزل است

صوفیاء سے آپؒ کو بچپن سے ہی عقیدت رہی ہے. جس طرف سے کسی خدا رسیدہ کے بارے میں سنتے فوراً ملاقات کی غرض سے چل پڑتے۔ ایسے ہی ایک روحانی سفر میں ایک مرد کامل نے آپکو دیکھتے ہی کہا تھا کہ تجھ سے ایک روحانی سلسلہ جاری ہوگا۔ ایک بار پنجاب کے سفر میں زاہرین کے قافلہ کو جاتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے۔ انہوں نے حضرت پیر قاسمؒ موہڑوی کا نام لیا۔ ایک شخص کو کچھ روپے دیئے کہ میری طرف سے لنگر میں ڈال دینا اور کہنا کہ یہ غزنی کے ایک مسافر کی طرف سے ہے۔ وہ شخص یہ پیغام دینا بھول گیا۔ عرس کے اختتام پر بابا جی موہڑویؒ نے اس شخص سے پوچھا کہ غزنی کے مسافر نے تجھے کیا کہا تھا جس پر اُس شخص کو یاد آیا۔ انؒ کے پیغام کو دہرایا۔ آپؒ نے کہا کہ اُسے بتانا کہ مجھے تیری ضرورت ہے تیرے پیسے کی نہیں۔ جب سرکار موہڑویؒ کا پیغام آپؒ کو ملا تو بے قرار ہو گئے۔ قافلہ کے ہمراہ موہڑہ شریف پہنچے فوراً بیعت ہوئے۔ یوں محسوس ہوا جس رہبر حق کی طلب میں تھے اُس کو پا لیا ہے۔

Marfat.com

چند دن موہڑہ شریف میں قیام پذیر رہے۔ جب روانگی کی اجازت چاہی تو مرشد نے فرمایا کہ ''جاؤ بیٹا تمہاری دکان خوب چلے گی۔ مشرق ومغرب والے اِس سے سودا خریدیں گے'' آپؒ نے اِس دعا کو کاروبار میں فراخی کے لئے سمجھا مگر بجائے اضافہ کے کاروبار میں گھاٹا ہونے لگا۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ صرف اتنی رقم بچی جس سے کابل تک سفر ہو سکے۔ آزاد پتن پر پہنچے تو خیال آیا کہ موہڑہ شریف اپنے مرشد کو الوداعی سلام کرتے ہیں۔شائد پھر دوبارہ ادھر نہ آسکیں۔ جب موہڑہ شریف پہنچے تو مرشد نے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور ساتھ ہی آپکو کہا کہ تمہارے پاس جو اڑھائی سو روپیہ ہے وہ لنگر کے سامان کی خریداری کیلئے دے دو۔جس پر آپؒ نے کابل کے سفر کے لئے رکھی رقم جیب سے نکال کر دے دی اور ساتھ ہی محفل سے باہر نکل کر رونا شروع کر دیا۔ جب موہڑوی سرکارؒ کو خبر ہوئی تو اندر بلایا۔آپ نہیں گئے جب دوسری بار بلایا پھر بھی نہ گئے تو موہڑوی سرکار نے خادم کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اسکو کہو کہ آجائے۔ میرے پاس جو خزانہ اُس کے لئے رکھا ہے اس کی قدر و قیمت عرب وعجم کی بادشاہی سے بڑھ کر ہے۔اسپر آپ محفل میں گئے تو حضرت والا کی غمگساری سے ڈھارس بندھی۔آپ کو ذکر اذکار بتائے پھر آپکو لنگر کے انتظام کی ذمہ داری بھی سونپی گئی۔مرشد کامل کی توجہ سے باطنی دولت سے مالا مال ہو گئے۔''حیات محی الدین غزنوی'' میں آپکے حوالے سے درج ہے کہ ''ہم تجارت چھوڑ کر حضرت پیر صاحب موہڑوی کی خدمت میں عرصہ بارہ سال تک ان کی خدمت کرتے رہے اور دنیا کی کوئی چیز پسند نہیں کی سوائے اپنے شیخ کا حکم بجالانے کے جس نے لاتعداد مخلوق کو واصل خدا بنایا تھا'' جب آپؒ گھر جانے کا کہتے تو مرشد کا حکم ہوتا کہ تمہارا سب کچھ یہاں ہے۔غزنی جانے کی ضرورت نہیں۔ جب آپؒ گھر نہ پہنچے تو حضرت پیر صاحب ثانی ڈھونڈتے ہوئے مری آئے۔وہ بھی بیعت سے سرفراز ہوئے۔آپؒ کے چچا آپکی منگیتر کو لے کر موہڑہ شریف چلے آئے یہاں ہی آپؒ کی شادی ہوئی۔

جب نقشبندی سلسلہ میں رائج ذکر واذکار میں کامل ہو گئے تو آپکو نیریاں جو پونچھ کا انتہائی غیر آباد علاقہ تھا میں رشد وہدایت کا مرکز قائم کرنے کا حکم ہوا۔موہڑوی سرکارؒ نے آپکو ایک پرچم عطا کرتے ہوئے حکم دیا کہ ''اِس روحانی ونورانی پرچم کی لاج رکھنا اور اسے سرنگوں نہ ہونے دینا'' آپؒ

Marfat.com

نے اِس مقدس قول کی لاج میں پینتالیس سال کا طویل عرصہ گزار دیا۔ آپؒ کی مساعی سے یہ علاقہ معرفت کی روحانی کرنوں سے جگمگا اٹھا۔ بندگانِ خدا کی غمگساری آپؒ کے ہمیشہ پیش نظر رہی۔ آپکے سلوک وارشاد کے ہنگامے سے یہ علاقہ جنگل میں منگل کا روپ دھار گیا۔ دینی قدروں کو راسخ کرنے میں آپؒ کی مساعی تصوف کی تاریخ کا ناقابلِ فراموش باب ہے۔ یہ سب حضرت میاں نظام الدین کیانوی سرکارؒ کے روحانی فیضان کا نتیجہ تھا جس کی ابدی کرنوں سے موہڑہ شریف کے روحانی نظام کے قیام کی صورت میں نیروی سرکارؒ بھی فیض یاب ہوئے۔ آپؒ سرکار دینی مساعی سے نیریاں شریف ایک بڑا روحانی مرکز بن گیا جہاں دور ونزدیک سے لوگوں کے قافلے اپنے دکھوں کے مداوا کیلئے چلے آتے تھے۔ حضرت محی الدین غزنویؒ ایک سال تک علیل رہے۔ جس کی وجہ سے صحت گرنا شروع ہوگئی۔ جب تکلیف بڑھ گئی تو آپکو سنٹرل ہسپتال اور سی ایم ایچ ہسپتال راولپنڈی میں علاج کی غرض سے رکھا گیا۔ آپکی بیماری کا سن کر ملک بھر سے بڑی تعداد میں عقیدتمند بیمار پرسی کی غرض سے آنا شروع ہوگئے جس پر حضرت پیر صاحب چورہ شریف نے اپنی رہائش گاہ عیادت داروں کیلئے وقف کردی۔ خود حضرت صاحب آپؒ کے پاس ہسپتال میں موجود رہے۔ چار اپریل 1975ء کو واپس نیریاں شریف لایا گیا۔ گھر واپسی کے ایک ہفتہ بعد گیارہ اپریل 1975ء کو وصال فرمایا۔ اِس حادثہ جانگاہ کی خبر سنتے ہی ملک بھر میں صف ماتم بچھ گئی بڑی تعداد میں مشائخ اور علماء اور مریدین نے نیریاں شریف میں آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ حضرت پیر علاؤ الدین صدیقی جانشین مقرر ہوئے۔ حضرت شرافت نوشاہی نے آپؒ کی تاریخ وصال یوں کہی ہے:

جناب پیر محی الدین عالی — کہ در اہل طریقت بود مشہور
فقیہ عابد زائد مقدس — حقیقت معرفت را بود دستور
جمالِ خاندان نقشبنداں — زعشق شہ مجدد بود مخمور
شدہ در نیریاں کشمیر اکمل — زفیضش جملہ عالم گشت معمور
زدنیا مُرتحل شد مردِ عارف — بفردوس بریں شد شاد و مرور
شرافت جست سال ارتحالش — خرد گفتا دلی پاک مغفور

Marfat.com

حضرت پیر ثانی سرکارؒ

حضرت محمد دراب خان 1912ء میں غزنی میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت قبلہ پیر ثانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت محی الدین غزنویؒ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ والد محترم کی تربیت سے دینی علوم میں دسترس حاصل کی۔ زمینداری اور تجارت کے پیشہ میں والد اور بھائی کا ہاتھ بٹانے لگے۔ اس مقصد کے لئے آپؒ بھی پنجاب تک تجارتی قافلوں کے ساتھ آیا کرتے تھے۔ جب حضرت غلام محی الدین غزنویؒ موہڑہ شریف میں قیام فرما تھے گھر والوں نے آپؒ کی تلاش میں حضرت پیر ثانیؒ کو ہی بھیجا تھا۔ موہڑہ شریف پہنچ کر آپؒ بھی حضرت محمد قاسم موہڑویؒ سے نہ صرف بیعت ہوئے بلکہ خلافت کا منصب بھی حاصل کیا۔ آپؒ کو اپنے مرشد سے والہانہ محبت تھی جو کچھ سنتے اسپر عمل کے لئے خود کو وقف کر دیتے گویا بقول شاعر

''میں نے اپنا کام اپنے محبوب کے حوالہ کیا خواہ وہ مجھے زندہ رکھے یا مار دے'' دین حق کی آبیاری میں آپؒ کی ہجرت رشد وہدایت کا ذریعہ بنی۔ نیریاں کا یہ بے آب وگیاہ علاقہ حق ہو کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ بیابان اور اجنبی ماحول میں اپنا فریضہ بڑی جانفشانی سے انجام دیا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق اپنی کتاب ''اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام'' کے صفحہ سات پر لکھتے ہیں ''مسلمان درویش پرخطر اور دشوار گزار راستوں اور سر بفلک پہاڑوں اور لق ودق بیابانوں کو طے کر کے ایسے مقامات پر پہنچے جہاں کوئی اسلام یا مسلمان کے نام سے بھی واقف نہ تھا اور جہاں ہر چیز اور ہر بات ان کی طبیعت کے مخالف تھی۔ جہاں کی آب وہوا رسم ورواج صورت شکل اداب واطوار، لباس، بات چیت غرض ہر چیز ایسی تھی کہ ان کو اہل ملک سے اور اہل ملک کو ان سے وحشت ہو لیکن حال یہ ہے کہ انہیں مرے صدہا سال گزر چکے ہیں لیکن اب بھی ہزاروں لاکھوں بندگان خدا صبح وشام ان کے آستانوں پر پیشانیاں رگڑتے ہیں۔ اور جن جن مقامات پر ان کے قدم پڑے تھے وہ اب تک ''شریف'' اور ''مقدس'' کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں'' چونکہ آپؒ حضرت غزنویؒ سرکارؒ کے ساتھ نیریاں چلے آئے۔ اس لئے ایک بھائی کی حیثیت سے نہیں بلکہ پیر بھائی کی حیثیت میں رفاقت کا حق

Marfat.com

ادا کر دیا۔ ایک دست راست کی حیثیت سے آپکی خدمات ہمیشہ یادرہیں گی۔ جو فرض آپکو سونپا گیا تھا اُس کی ادائیگی میں عمر بھر کوشاں رہے۔ پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہیں آئی۔ جو بھی مستفیض ہونے کو آتا اُسے اتباع سنت پر سختی سے عمل کرنے کی تلقین کرتے۔ آپؒ کے مریدین کا حلقہ بڑا وسیع تھا خصوصاً کوٹلی اور میرپور میں معتقدین کا وسیع حلقہ تھا۔ وفات کے بعد نیریاں شریف میں آسودہ خاک ہوئے۔ جہاں زائرین عقیدتوں کا نذرانہ پیش کرنے حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ حضرت پیر علاؤالدین صدیقی جو اہلسنت کے موجودہ اکابر میں مثل آفتاب ہیں آپ کے [redacted] ہیں۔

Marfat.com

حضرت میاں عبیداللہ لاروی ؒ

حضرت بابا عبدالرحمٰن عرف بلبل شاہ نے کشمیر میں اسلام کی حقانی تعلیم کا جو پودا لگایا اس کی آبیاری کرنے میں لار شریف کے علمی و روحانی خانوادے نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ حضرت میاں عبیداللہ لارویؒ نے لار کو مرکز بنا کر انیسویں صدی کے کشمیر کی دینی و معاشرتی زندگی میں زبردست انقلاب برپا کیا۔ آپؒ نقشبندی سلسلہ کے گل سرسبد تھے جن کی مساعی سے یہ ویران علاقہ جنگل میں منگل کا روپ دھار گیا۔ آپ صوبہ سرحد کے علاقہ بالاکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ نسبی تعلق گوجروں کے بجران قبیلہ سے تھا۔ والد کی وفات کی وجہ سے بچپن تنگدستی میں بسر ہوا۔ رہبر طریقت کی تلاش انہیں علاقے کے مرتاض بزرگ حضرت میاں گل احمدؒ کے پاس لے گئی۔ ان سے بیعت کی خواہش کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا ہمارے قمریوں کے چھوٹے چھوٹے آشیانوں میں خدا نے فقر کے شہباز کی مانند تم کو پیدا کیا ہے۔ میری طاقت نہیں کہ تمہیں بیعت کرسکوں۔ لہذا تم کیاں شریف مظفرآباد چلے جاؤ جہاں سلطان المشائخ حضرت قبلہ عالم حضرت نظام الدینؒ مرجع خلائق ہیں تمہارا مقصد وہاں سے حاصل ہوسکتا ہے۔ آپؒ ایک قافلہ کے ساتھ کیاں شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ انسانوں کا ایک ہجوم ہے جس میں حضرت کیانوی سرکارؒ لوگوں کی غمگساری کر رہے ہیں۔ مصنف سیر اولیاء کے الفاظ کے مفہوم میں ایک بادشاہ ہے جو اپنے سینہ صافی اور دلکشا تقریر سے آنے والوں کے دلی بھید بیان کرتا ہے اور ان کے دلوں کو اچک لیتا ہے۔ آپؒ نے اتنے بڑے ہجوم کو دیکھ کر سوچا کہ میں سر سے ننگا پاؤں سے برہنہ یتیم بچہ کس طرح اپنے دل کی حالت ان کے روبرو بیان کرسکتا ہوں۔ لہذا دور سے سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت کیانوی سرکارؒ نے بآواز بلند آپؒ کے سلام کا جواب دیا اور اپنے پاس بلالیا۔ پوچھا بیٹا تم کون ہو تمہارے ماں باپ کون ہیں؟ آپؒ نے جواب دیا حضرت جس طرح میں ایک بے دست و پا سائل ہوں اس طرح میرے ماں باپ بھی، یہ سن کر آپؒ جلال میں آگئے اور گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ اضطراب کے عالم میں کمرے میں ٹہلنا شروع کردیا۔ کسی سے ہمکلام نہ ہوتے۔ یہ کیفیت دیکھ کر مائی صاحبہؒ نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے ایک برتن دیکھا ہے اگر اس

Marfat.com

میں کوئی جتنی خیر ڈالے تو یہ کبھی تکبر سے نہ چھلکے گا۔ دوبارہ مہمانوں میں آئے اور فرمایا بیٹا میں مدتوں تمہاری راہ دیکھ رہا تھا تو نے آنے میں دیر کیوں کی اسی وقت سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کر کے خلافت سے نوازا۔ انہیں دور یتیمی کے مصائب کا مداوا کیا نوی سرکارؒ کی دلنواز شخصیت میں نظر آتا تھا جس کا اظہار اپنی تصنیف ملفوظات نظامیہ میں اس طرح کرتے ہیں۔

حال یتیماں رب نہ دے جد مصیبت آوے
وقت غریبی یار نہ کوئے نہ کوئی ساک قبیلے
جھڑکاں دیون لوک تمامی تن من سب جل جاوے
وچ گلیاں دے پھرن نمانے سر ننگے رنگ پیلے
ویکھ پریشاں لوگ تمامی کرن مزخاں ہاسے
باہجوں پیر نظامی سانوں دیوے کون دلاسے

کیاں شریف سے واپس پر سارا وقت چلہ کشی عبادت اور ریاضت میں بسر کرنے لگے اس کڑی مشقت نے ان میں روحانی نکھار پیدا کیا۔ چلہ کشی کے دوران انہیں حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت نصیب ہوئی جنہوں نے سلسلہ قادریہ میں خلافت سے نوازا۔ اس واقعہ کا اظہار سی حرفی کے ایک مصرع میں اس طرح کرتے ہیں۔

عبدا کیاں وچوں لبھے یار مینوں ملیا پیر بسطام عالی شان والا

کیاں شریف سے گھر واپس آتے تو پھر پیرومرشد کی محبت میں بے قرار ہو کر چاہتے کہ اڑ کر پھر کیاں شریف پہنچ جائیں۔ ایک بار گاؤں کی پہاڑی پر چلہ کشی میں مصروف تھے کہ قریبی کھیتوں سے گانے آواز آئی جس کے بول تھے۔

برے بدل تے پڑیاں چوندیاں
اللہ دے نہ گھڑی وچھوڑیاندی

Marfat.com

ٹرے عاشق تے معشوقاں روندیاں

جی وے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ڈھولا ۔ ۔

یہ سنتے ہی مرشد کے فراق میں بے چین ہو گئے ۔ جائے چلہ سے دوڑ کر ایک درخت کو گلے لگا لیا۔ حضرت کیانوی سرکار بھی ان پر بڑی مہربانی فرماتے اور انہیں پیار سے فقیر صاحب کہہ کر پکارتے ۔ ایک بار فرمانے لگے ایک دن تم مجھے بڑے یاد آئے ۔ بھوگیہ نامی پہاڑ پر تمہیں دیکھنے گیا۔ دیکھتا ہوں کہ میرا دودھ تمہارے برتنوں میں اور تمہارا دودھ میرے برتنوں میں ۔ میرا غلہ تمہارے کٹھار میں اور تمہارا غلہ میرے کٹھار میں ۔ میرا اور تمہارا مال سانجھا دکھائی دیتا ۔

ایک بار میاں صاحب کو کہا کہ لنگر کا اہتمام کریں ۔ انہوں نے اپنی تنگدستی کا عذر پیش کیا۔ جب کیانوی سرکارؒ کا اصرار حد سے بڑھا تو کہا کہ حضرت ایک شرط پر کہ اس کا سارا ثواب آپ قبول فرمائیں ۔ انہوں نے کہا کہ آدھا آدھا میاں صاحب نے کہا کہ نہیں حضرت پورا پھر فرمایا اچھا تو ضد کرتا ہے تو تین حصے ثواب میرا اور باقی ایک حصہ تیرا ۔ میاں صاحب نے کہا کہ نہیں حضرت سب کچھ آپؒ کا کیونکہ جہاں آپؒ ہوں گے وہاں مجھے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ۔ حضرت کیانوی سرکار میاں صاحب کے انکسار اور ایثار سے بہت متاثر ہوئے ۔ جلال میں آ کر فرمایا میں نے ظاہری اور باطنی دولت اس مرید پر لٹا دی جس نے کچھ لینا ہو اس کی طرف جائے ۔ مرشد کے حکم پر گھر کے قریب پانچ سال تک چلہ کشی کی اس دوران کھجور کے کل پانچ دانوں میں سے اڑھائی دانے استعمال کئے ۔ گھر والوں کو حکم تھا کہ جب قبر سے آواز آنی بند ہو جائے تو مجھے نکال لینا ۔ پانچ سال کے بعد جب ایک روز آواز آنا بند ہوئی تو گھر والوں نے باہم مشورہ سے قبر کھود کر نکالا تو آپ کے بال بال سے اسم ذات کی آواز آ رہی تھی ۔ آپؒ کا روحانی شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ لوگوں کا ہجوم رہنے لگا مگر عبادت و ریاضت میں کمی نہ آنے دی ۔

انہوں نے مرشد کے حکم پر کشمیر کی سیاحت بھی کی ایک روز لار کے مقام پر ایک مقام پر نماز پڑھ رہے تھے کہ نماز کی چادر پر نقش و نگار بن گئے ۔ بہت کوشش کی کہ پانی سے دھل جائیں مگر باوجود

Marfat.com

دھونے کے اور واضح ہو گئے۔ واپسی پر مرشدؒ کو سارے واقعہ سے آگاہ کیا۔ انہوں نے چادر کو ملاحظہ کرنے کے بعد کہا کہ تمہیں اس جگہ ہجرت کرنا ہوگی۔ میاں صاحب نے کہا کہ حضرت وہاں کا ماحول اور زبان اجنبی ہے کیسے گزارہ ہوگا؟ یہ سن کر کیانوی سرکارؒ نے کہا کہ میں زیادہ کچھ نہیں جانتا مختلف زبان بولنے والے وہاں پہنچیں گے۔ لہذا تم جلدی کرو کیونکہ یہ سنت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو تم وہاں راج کرو گے۔ تبت اور ہندوستان تک ہاتھ مارو گے۔ آپؒ نے 1893ء میں تیس سال کی عمر میں ہجرت فرمائی وانگت لار پہنچ کر بھی عبادت وریاضت کے ساتھ ساتھ چلہ کشی کی۔ لوگوں کی خدمت کا فریضہ سرانجام دینا شروع کر دیا۔ لوگوں کی سہولت کے لئے دربار سے متصل ایک بڑا مسافر خانہ و لنگر خانہ تعمیر کیا جہاں آنے والوں کو ایک سی رہائش اور کھانا مہیا کیا جاتا تھا۔ جزام کے مریض لنگر سے مکئی کی روٹی اور لسی کے استعمال سے صحت مند ہو کر انہی قدموں پر واپس لوٹ جاتے۔ حاجتمندوں کے قافلے جوق در جوق وانگت نگری کا رخ کرتے۔ بامراد ہو کر واپس لوٹتے۔ آپؒ کی شہرت کشمیر کے ڈوگرہ حکمران مہاراجہ پرتاب سنگھ تک پہنچی تو اس نے دربار کے لئے وظیفہ اور دوسری مراعات کی پیشکش کی جسے آپؒ نے ٹھکرا دیا۔ اس نے دربار میں حاضری کی بڑی کوشش کی مگر انہوں نے اس کی اجازت نہ دی اور کہا کہ مہاراجہ کا ہم فقیروں سے کیا کام، وہ اپنا کام کرے ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ آخر مہاراجہ کے سیکرٹری آغا حسین نے جو آپؒ کا بھی مرید تھا آپؒ کو بتائے بغیر مہاراجہ سے آپؒ کی ملاقات کا بندوبست کیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ آپؒ اس کے لئے کبھی تیار نہ ہوں گے۔ آپؒ کو گاندربل تک ہاؤس بوٹ میں سیر کے لئے جانے پر آمادہ کر لیا ادھر مہاراجہ کو بھی اسکی اطلاع دے دی گئی۔ وہ تحفے تحائف لے کر آپ کی ہاؤس بوٹ میں آ گیا جس کی وجہ سے انہیں مجبوراً مہاراجہ کے سامنے آ جانے کی وجہ سے ملاقات کرنی پڑی۔ مہاراجہ کے جانے کے بعد ان کی طبیعت سخت بے چین ہوگئی۔ اپنے مریدوں کو سخت سرزنش کرتے ہوئے تاکید کی کہ وہ حکمرانوں سے کسی طرح کی راہ ورسم نہ رکھیں کیونکہ اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ انہوں نے روحانی سکون کے لئے دربار حضرت شاہ غلام شاہ بادشاہؒ دربارہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور بعض دوسرے مزارات پر چلہ کشی کی جس سے ان کی طبیعت

Marfat.com

بحال ہوئی۔ آپؒ بہترین شاعر اور نثر نگار تھے۔ انہوں نے اسرار کبیری اور ملفوظات نظامیہ کے نام سے اعلیٰ پائے کی کتابیں تصنیف کیں۔ اسرار کبیری پرکاش بلدیو پریس پونچھ سے 1344ھ میں شائع ہوئی۔ خواب میں ایک بزرگ کے کہنے پر اس کا یہ نام رکھا

اسرار کبیری سفنے اندر کسے ولی بتایا

اسے مجبوری کارن میں بھی ایہہ نام رکھایا

کتاب کا گٹ اپ بہترین ہے اس میں معرفت کے اسرار و رموز کی عقدہ کشائی اچھوتے انداز میں کی گئی ہے۔ معروف دانشور پروفیسر ڈاکٹر غلام اظہر لکھتے ہیں کہ "اسرار کبیری عالم لدنی کا شاہکار ہے پڑھنے والے حیران ہوتے ہیں کہ بیابان جنگل کا رہنے والا یہ ولی مرد کئی پڑھے لکھے علماء سے بڑھ کر تصوف کے نکات کی گرہ کشائی کرتا ہے یہ کتاب تصوف کے موضوع پر لکھی جانے والی کسی بھی بڑی کتاب سے کم نہیں ہے۔ اس کا شمار تصوف کی بہترین کتابوں میں کیا جا سکتا ہے۔ تصوف پر مہارت کے علاوہ اس کتاب سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آپؒ فارسی اور پنجابی پر پوری مہارت رکھتے تھے" ان کی دوسری تصنیف ملفوظات نظامیہ بھی تصوف کی شاہکار کتاب ہے اس کے ساڑھے چار سو صفحات میں پہلے دو ابواب میں اپنے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں جبکہ باقی ابواب میں مشائخ عظام کے حالات قلب کی صفائی کے لئے لطائف ذکر کی مختلف اقسام دعا مراقبہ ذکر و فکر کے طریقے بڑی وضاحت اور روانی سے پیش کیے گئے ہیں جس سے قاری کو تصوف کے دقیق مسائل تک رسائی میں کسی الجھن اور دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ برصغیر کے نامور سیاسی و مذہبی رہنما سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے حضرت میاں صاحبؒ کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد کہا تھا کہ کاش آپؒ زندہ ہوتے تو میں عقیدت سے ہاتھ چوم لیتا۔ ان کی تیسری کتاب سات سی حرفیوں کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔ انہوں نے پنجابی اور فارسی کی صوفیانہ روائت کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہوا تھا۔ ان کے خیال میں عشق مجازی سے ہی عشق حقیقی کی منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔ انسان کو اعمال کی تنہا جوابدہی کرنا ہوگی۔ کلمہ نفی اثبات کے ذکر سے ہی عشق حقیقی کے جوہر کو صقیل کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

ثابتی قدم رکھ کے کچھ فکر کر لے منزلاں بھاریاں دا
جانا کسے نہ نال مسافراں دے جھوٹا قول سہیلیاں ساریاں دا
لمی رات سجود دے وچ رہے بہتامل پیسی چشماں ساڑیاں دا
کلمہ نفی اثبات عبداسنگ تیرے شفا ہے جیہڑ امرضاں ساریاں دا

حضرت سلطان باہوؒ نے کلمہ نفی اثبات کو اپنی سی حرفی کے ایک مصرع میں یوں بیان کیا ہے

نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو

پنجابی کے صوفی شعراء نے وحدت الوجود کے مضمون کو پیش کرتے ہوئے کہا تھا

ب پڑھدیاں مینوں سمجھ نہ آوے
لذت الف دی آئی

حضرت بلھے شاہؒ

جس کسے الف مطالعہ کیتا ب دا باب نہ پڑھیا ہو

حضرت سلطان باہوؒ

الف گیوئس دل کھس وے میاں جی
ب دی پٹی کل نہ کائی

حضرت بابا فریدؒ

حضرت میاں صاحبؒ نے اس موضوع پر یوں طبع آزمائی کی ہے۔

الف الف دی الفت وچ ہوویں الف ہوندیاں نقطہ پانائیں
واحد اک وحید دی ذات لیھے شکل دوسری آپ دکھانائیں
نقطہ خاص شریک ہے الف داایویں ب دے وچ سمانائیں
میم ہوندیاں عبدا خوف نائیں اے پر الف توں وکھ جدانائیں

صوفیائے کرام کے نزدیک دنیا کی حقیقت ایک سراب سے زیادہ نہیں۔ فانی لذتوں کو تج کر

Marfat.com

ہی سرخروئی ممکن ہے۔ نفس کے بے لگام گھوڑے کو زیر کر کے ہی دل کے شیشے کو صقیل کیا جاسکتا ہے۔

س سنگاں وچ نہ بیٹھے جی واحد ہو کے یار نوں لوڑیے

جیکر جاونا پاس پیاریاں دے پہلے ہور وسیلڑے توڑیے

جام پی کے عشق شراب والا ماہی عیش دلوں منہ موڑیے

تیل ملن کارن ہوندا تاں عبدا کاہڑ پین کے جد نچوڑیے

انہوں نے مرثیہ میں بھی طبع آزمائی کی۔ صاحبزادہ محمد عالمؒ کی وفات پر لکھے مرثیہ کا پرتو ہمیں حضرت میاں محمد بخشؒ کے مرثیوں میں نظر آتا ہے جو انہوں نے الٰہی بخش ساکن بھملہ شام لال سنیارہ اور بوآں بیگم کی وفات پر اپنے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے لکھے تھے۔

آپؒ کے مرشد حضرت نظام الدین کیانوی سرکارؒ نے کشمیر میں تبلیغ کا وہی فریضہ سرانجام دیا جو حضرت نور محمد مہارویؒ نے پنجاب میں انجام دیا جس طرح بقول خلیق احمد نظامی مصنف تاریخ چشت حضرت مہاروی کی کوششوں سے تونسہ شریف، حاجی پور، چاچڑاں، احمد پور، مکھڈ، سیال شریف، جلال پور، گولڑی کی خانقاہوں کے چراغ جلے اسی طرح مرشد کیانویؒ کی تبلیغی جدوجہد سے نیاریاں، لار، گھمگول شریف، موہڑہ شریف، کھوڑی، لاء شریف، پمروٹ، ٹھٹھہ مولہ کے چراغ روشن ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دور جہانگیری کی بداقتدالیوں کے خلاف جہاد کر کے اصلاح معاشرہ کا جو فریضہ انجام دیا آپ نے بھی اسی مشنری جذبہ سے کام لیتے ہوئے معاشرتی بگاڑ کے اصلاح کی کامیاب کوشش کی۔ ممتاز کشمیری دانشور سعید مسعودی سوانح باباجی لارویؒ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ ''سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دین کی پابندی قرآن وسنت کی تابعداری لازمی ہے۔ فقہی مسائل میں اس سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دین کی پابندی قرآن وسنت کی تابعداری لازمی ہے۔ فقہی مسائل میں اس سلسلہ کے بزرگ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کی اتباع کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت جی صاحبؒ نقشبندی مجددی حنفی تھے۔ اس سلسلہ کی بہت سی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کمائی کر کے عیال کو کھلانا پڑتا ہے جو نذر

Marfat.com

نیاز پیش ہو وہ لنگر میں پکا کر آنے والے مہمانوں کی مہمانداری کرنا پڑتی ہے۔حضرت جی صاحب کے مرشد حضرت نظام الدین کیانویؒ اپنی کھیتی خود کاشت کرتے تھے خود گو بر ڈالتے۔حضرت جی صاحبؒ کا بھی یہی طریقہ رہا۔یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں سے عقیدت رکھنے والے مال مویشی رکھنا زمینداری کو ذریعہ معاش بنانے کو نیکی سمجھتے تھے اور ہاتھ کی کمائی کو عبادت سمجھتے تھے۔عوام دوستی کے اسی جذبہ نے لار کو ایک بڑا عوامی و روحانی مرکز بنادیا۔آپؒ کا قول ہے کہ برے کے بجائے برائی سے دشمنی رکھنا چاہئے۔اس قول کی تفسیر حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے حوالہ سے سیر اولیاء میں اس طرح ملتی ہے ''برا کہنا برا چاہے جانے کے مقابلہ میں کم برا ہے'' آپؒ ان برگزیدہ بندوں میں سے تھے جن کے ذمے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خیر کی طرف بلانے اور ممنوعات سے روکنے کا فریضہ سونپا تھا۔آپؒ بایزید بسطامیؒ کی طرح آتش محبت میں غرق رہتے تھے۔تن کو ہمیشہ مجاہدہ اور دل کو مشاہدہ میں مشغول رکھتے تھے۔کیونکہ بقول حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں راتوں کو گزارتے ہیں ان کی مٹی کو بھی عظمت نصیب ہو جاتی ہے'' حضرت میاں عبید اللہ لارویؒ بلاشبہ اپنے عہد کے ممتاز صوفیائے کرام میں سے تھے جن کی خانقاہ امیر خورد مصنف سیر اولیاء کے الفاظ کے مفہوم میں '' خدا کے دین اور پیغمبر کی سنت کا مضبوط قلعہ تھی'' بابائے گوجری رانا فضل حسین اپنے ایک مضمون '' زوجیلا کی وادیوں میں شاہکار پنجابی شاعری'' میں لکھتے ہیں۔آپؒ کو چھوٹی عمر میں ہی پیغمبری وقت دیکھنا پڑا۔استغنا یتیمی، اپنوں کی طرف سے تکلیف، ہجرت مسافرت اور مہمانداری پیغمبری کے نشان ہیں۔یہ ساری آزمائشیں آپؒ چھوٹی عمر سے ہی برداشت کرتے رہے۔آپؒ کی سیلانی طبع نے کسی جگہ قیام نہ کرنے دیا۔تنگی ترسی کے وقت بھی اس مرد درویش کی سخاوت مثالی تھی کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ غرور کے گھوڑے کو کبھی سرکش نہ ہونے دیا۔اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں بہت ہی نمانا (مسکین) ہوں جس جگہ پیدا ہوا وہ جگہ بھی نمایاں کہلاتی ہے۔آپؒ کو مرشد سے وہی محبت تھی جو امیر خسرو کو حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے تھی یا پھر حضرت میاں محمد بخشؒ کو حضرت پیرے شاہ غازیؒ سے تھی۔حقیقت یہ ہے کہ مرشد کیانوی کی توجہ نے ان میں بقول حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے الفاظ کے مفہوم میں نفس گیرا کی صلاحیت پیدا کر دی تھی جس

Marfat.com

سے مراد یہ ہے کہ شیخ کی نظر یا وجدان اتنا تیز ہو جائے کہ وہ دل کی گہرائیوں کا پتہ لگالے۔ حضرت بابا فریدؒ فرمایا کرتے تھے کہ پیر مشاطہ کی مانند ہوتا ہے یعنی جس طرح مشاطہ دلہن کو بناتی سنوارتی ہے اسی طرح پیر اپنے مرید کے اخلاق و عادات کو سنوارتا ہے۔ ان کے حلقہ ارادت میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی بھی بڑی تعداد شامل تھی۔ وادی کشمیر کے علاوہ صوبہ جموں کے اکثریتی مسلم علاقوں، راجوری، پونچھ، ریاسی، کانگڑہ، گول گلاب گڑھ میں آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ جب ان علاقوں کے تبلیغی مشن پر روانہ ہوتے تھے تو لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے تھے۔ پورا علاقہ حق ہو کی صداؤں سے گونجنے لگتا۔ شاید ہی کوئی گھر ہوتا جو جس میں آپؒ کی دلنواز شخصیت کا تذکرہ نہ ہوتا ہو۔ رشوت اور سود خور سے انہیں دلی نفرت تھی۔ سوائے ان لوگوں کے ہر ایک کی دعوت کو قبول کر لیتے تھے۔ آپؒ نے کشمیر سے باہر لاہور اور سرہند شریف کے متعدد سفر کیے سرہند شریف سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی وجہ سے بہت عقیدت تھی۔ یہ عقیدت وارفتگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ آپؒ کے کشف و کرامات کے واقعات کا کوئی شمار نہیں۔ ایک بار راجوری میں شاہدرہ شریف کے مقام پر چند سکھ ایک گونگے لڑکے کو آزمائش کی غرض سے لائے اور عرض کی کہ حضرت دعا فرمائیں کہ یہ ٹھیک ہو جائے۔ مقصد ان کا یہ ظاہر کرنا تھا آپؒ شان ولائت سے خالی ہیں آپؒ نے لڑکے کو دیکھ کر کہا کہ بفضل تعالیٰ یہ اچھا بھلا ہے۔ تم اسے گونگا بنا رہے ہو۔ آپؒ کی توجہ سے لڑکے نے بولنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر سکھ آپ کے دست حق پر ایمان لے آئے۔ اسی طرح کے بے شمار واقعات آج بھی زبان زد عام و خاص ہیں۔ اس دور میں کشمیریوں کی مفلوک الحالی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ کوئی ستم ایسا نہ تھا جو مظلوم مسلمانوں پر روا نہ رکھا جاتا ہو۔ ٹیکسوں کی زیادتی نے لوگوں کو زندہ درگور کر دیا تھا۔ اس ڈوگرہ گردی کی وجہ سے میاں صاحبؒ نے حکومتی دربار سے کسی قسم کے تعلق کو گوارہ نہ کیا بلکہ ستم رسیدہ لوگوں کی خدمت کو اپنا شعار بنا لیا۔ بقول طاؤس بانہالی ''لار سے دور راجوری کے پہاڑی علاقے میں کئی بے قرار روحیں بھی آباد تھیں جو پونچھ سے لے کر جموں تک پہاڑوں میں آباد خانہ بدوش لوگوں کی مفلوک الحالی پر اس روحانی مرکز سے مدد کی ملتمس رہتی تھیں۔ آپؒ کے کم و بیش پچپن خلفاء تھے جنہوں نے کشمیر اور ہندوستان میں روحانی

Marfat.com

فیضان کو عام کیا۔ آپؒ نے تیس سال کی بے لوث خدمت کے بعد وصال فرمایا اور وانگت میں آپؒ کا مزار مرجع عام و خاص ہے۔ جہاں روزانہ ملک کے طول و عرض سے بے شمار لوگ عقیدتوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آپؒ کے خلفاء نے ملک بھر میں تبلیغ دین کا مشن بڑے احسن انداز میں انجام دیا۔ ریاست جموں و کشمیر میں شائد ہی کوئی علاقہ ہوگا جہاں ان کے مریدین آباد نہ ہوں گے۔ حضرت سید حاجی نوران شاہؒ ان کے پہلے خلیفہ تھے۔ جن کی حضرت جیؒ سے بیعت و خلافت کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ حاجی صاحبؒ جب حج کے لئے مکہ شریف پہنچے تو انہوں نے ایک ایسی ہستی کو دیکھا جو دوسرے حجاج سے منفرد اور برگزیدہ نظر آتی ہے۔ انہوں نے کئی بار ان تک پہنچنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ قربت کی خواہش نے طبیعت کو بے چین کر دیا آخر ایک روز اسی اضطراب کی حالت میں سوئے ہوئے تھے کہ خواب میں انہیں میاں صاحبؒ کا دیدار نصیب ہوا۔ حاجی صاحب کے پوچھنے پر بتایا کہ کشمیر کے برف پوش پہاڑوں کے دامن میں رہائش پذیر ہوں۔ مجھے وہاں تلاش کر لینا۔ جب پہچان کے لئے کوئی نشانی بتانے کو کہا تو انہوں نے سر مبارک سے (عمامہ) شریف کو ہٹا کر زخم دکھایا۔ حاجی صاحب جب حج مبارک سے واپس اپنے گاؤں لاء راجوری پہنچے تو انہوں نے لوگوں سے سنا کہ وانگت علاقہ لار شریف سے ایک بزرگ ہستی مخلوق خدا کی خدمت کے لئے مصروف عمل ہے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کا ایک زبردست ہجوم جمع ہے جن کے قیام و طعام کے انتظام کے ساتھ ساتھ ان کی دینی و دنیاوی مشکلات کو بھی حل کیا جاتا ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپؒ گوجر بجران ہیں دل میں خیال گزرا کہ ان سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ میں سادات خاندان سے ہوں ساتھ ہی حاجی اور عالم بھی ہوں۔ مجھے ملاقات کے لئے عام لوگوں میں انتظار کرنا پڑے گا۔ رات وہاں ہی قیام کیا۔ صبح جب حضرت بابا صاحبؒ لوگوں سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تو انہیں دیکھ کر کہا مجھے آنے میں دیر ہو گئی۔ باوجود اس کے کہ آپ سید بھی ہیں عالم بھی ہیں اور حاجی بھی۔ تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد انہوں نے عمامہ مبارک کو سر کا یا تو زخم کا وہی نشان نظر آیا جسے دیکھ کر حاجی صاحب دنگ رہ گئے۔ اس کے بعد حضرت بابا صاحبؒ انہیں حجرے میں لے گئے انہیں نماز کے تختہ پر بیٹھنے کی تائید کرتے ہوئے کہا کیونکہ

Marfat.com

آپ سید بھی ہیں اور حاجی بھی۔ اس پر حاجی صاحبؒ نے کہا کہ نہ میں سید ہوں نہ عالم اور نہ حاجی بلکہ آج سے میں گوجر ہوں اور آپ کا غلام ہوں۔

چنانچہ آپؒ نے حاجی صاحبؒ کو بیعت کر کے خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔ ان کا مزار مبارک نور پور سیداں سوہادہ ضلع جہلم میں ہے۔ حضرت میاں عبید اللہ لارویؒ کے بعد ان کے بیٹے حضرت میاں نظام الدین لارویؒ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ دینی قدروں کے احیاء کے لئے انہوں نے زبردست جدوجہد کی آپؒ ایک سیاسی سماجی شخصیت ہونے کے علاوہ شعر و ادب کے دلدادہ تھے۔ گوجری کے بیشتر شاعر آپؒ کے مرید تھے۔ آپ کو امیر القوم کا خطاب دیا گیا تھا آپ مقبوضہ کشمیر میں ہی رہے اور مسلمانوں کی سیاسی و روحانی تربیت کرتے رہے۔ آج کل میاں بشیر احمد لاروی سجادہ نشین ہیں جو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لوگوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ حضرت میاں عبید اللہ لارویؒ بلاشبہ ایک عہد آفریں شخصیت تھے جنہوں نے تلقین و ارشاد کے ہنگامے سے لوگوں میں ایک روحانی انقلاب پیدا کیا۔

Marfat.com

حضرت سائیں نور مجذوبؒ

حضرت سائیں نور مجذوبؒ چھپر کوئیاں کے اعوان گھرانے سے تعلق تھا۔ موضع تھب آپکا آبائی علاقہ تھا۔ یہ خانوادہ وہاں سے نقل مکانی کر کے چھپر کوٹیاں چلا آیا۔ آپؒ کے والد میاں گوہر بخش ایک برگزیدہ شخصیت تھے۔ بچپن سے عبادت و ریاضت کو اپنے معمولات کا حصہ بنائے رکھتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے التفات سے علم لدنی کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ کچھ عرصہ پنڈوری، ساگری، سلطانپور میں بھی قیام رہا۔ ایک بار حضرت حافظ احمد دینؒ ساگری والوں کو کسی دینی مسئلہ پر کوئی الجھن ہوئی۔ آپؒ قریب ہی موجود تھے۔ فوراً بتا دیا کہ صحیح یوں ہے بعد میں جب تحقیق کی گئی تو آپ کی رائے صائب نکلی۔ ٹنگروٹ میں قیام کے دنوں میں قریبی جنگل میں اِس عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ عموماً خاموش رہتے تھے کسی سے کوئی بات نہ کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں ٹنگروٹ تیراں دیہات پر مشتمل تھا۔ جن میں لڑھ، ڈھوک ملاحاں، متیال، پناکھ ماڑی کنجہال، گڑھ، ڈھوک شیخاں، ستھلہ، اتلانچہ، موہرہ پیل، چھجہ وغیرہ شامل تھے۔ ان میں سے صرف پیل اور چھجہ ڈیم برد ہونے سے بچ گئے ہیں۔ اُس دور کے نامور صوفی حضرت قاضی سلطان عالمؒ چچیاں شریف والے آپؒ کے ہمعصر تھے۔ ایک بار حضرت محمد علی ٹنگروٹ شریف نے انہیں کہا کہ وہ سائیں صاحب کو ان کے مقدمہ میں دعا کے لئے کہیں۔ طے پایا کہ دونوں آپؒ کے پاس حاضر ہوں گے اور توجہ فرمانے کو کہیں گے۔ جب سائیں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قاضی صاحب کی بات سن کر سائیں صاحب نے زمین پر بیٹھ کر لکیریں کھینچنا شروع کر دیں اور کہا تمہارے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔ جب ایک اور مقدمہ کے بارے میں استفسار کیا گیا کہ اُس کا کیا فیصلہ ہوگا جواب دیا کہ وہاں بھی تمہیں ہی کامیابی ہوگی۔ بعد میں عدالت کی طرف سے وہ ہی فیصلہ ہوگا جیسا کہ سائیں صاحب نے کہا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ لہڑی سکول کے مدرس کی کچھ رقم کسی نے چوری کر لی وہ بڑا پشیمان ہوا۔ غربت کی وجہ سے نقصان برداشت کرنے کے قابل نہ تھا۔ جب سائیں صاحب کو معلوم ہوا تو فرمایا چولہے پھونکنے والے نے لی ہے۔ آدھی رقم ملے گی۔ بعد میں جب کمرے کی تلاشی لی گئی تو مدرس کے چھوٹے بھائی نے جو چولہا جلانے کا کام کرتا

Marfat.com

تھا کے صندوق سے آدھی رقم مِلی ۔ باقی اُس نے خرچ کر دی تھی۔

موضع بھرت کا ایک شخص فوج میں ملازم تھا۔ ایک لڑائی میں اسکی پلاٹون کے اکثر ساتھی مارے گئے ۔ گھر والے دعا کے لئے حاضر ہوئے ۔ ان کا مدعا سن کر کہا کہ سرخ خچر والے کے بارے میں پوچھتے ہو۔ خود ہی آجائے گا پریشان نہ ہو۔ کچھ عرصہ بعد وہ شخص خیریت سے گھر پہنچ گیا۔ جب اُس سے جنگ کے حالات دریافت کئے گئے تو اُس نے کہا کہ دورانِ جنگ اُس کے ذمہ گھوڑوں اور خچروں کی دیکھ بھال کا کام تھا۔

ایک دن سڑک کے کنارے بیٹھے تھے پاس سے ایک نابینا عورت بیٹی کا سہارا لیے ہوئے گزار رہی تھی ۔ اُسے دیکھتے ہی لاٹھی کا وار کیا۔ جسکی چوٹ سے عورت کی چیخ نکل گئی ۔ بیٹی ماں کی محبت میں لاٹھی لے کر سائیں صاحب کو مارنے دوڑی۔ آپؒ آگے بھاگ رہے تھے۔ عورت سنبھلی تو پکار کر بیٹی کو آواز دی کہ واپس آجاؤ میری بینائی لوٹ آئی ہے۔

آپؒ کی سوانح العمری کو حافظ محمد فاضلؒ نے ایک مختصر سے کتابچہ میں مرتب کیا ہے جس سے سائیں صاحب کے بارے میں کسی حد تک معلومات مِل جاتی ہیں۔

Marfat.com

حضرت سائیں غلام محمدؒ

حضرت سائیں غلام محمدؒ شیخ المشائخ حضرت پیرا شاہ غازیؒ کے قلندری باغ کے وہ گلِ سرسبد تھے جو فقر میں اوجِ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ نسباً بینس راجپوت تھے۔ اِس قبیلہ کی اندرہل پر حکومت رہی ہے۔ والد مصطفٰی اور دادا درویش اِس علاقہ کے حکمران رہے ہیں۔ اِس اعتبار سے آپؒ کا شاہی خانوادہ سے تعلق تھا۔ آپؒ نے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی روائت کی پیروی کرتے ہوئے فقر کی راہ اختیار کی۔ طبیعت ابتداء ہی سے غور وفکر کی جانب مائل تھی۔ کسی راہبر طریقت کی تلاش میں رہتے۔ اِس مقصد کے لئے بہت سے آستانوں پر حاضری دی گو ہر مقصود ہاتھ نہ آیا۔ ایک بار اِسی مقصد کے لئے کہیں جارہے تھے کہ راستے میں سے حضرت بابا بدوح سرکارؒ کو آتے دیکھا۔ آپؒ نے انہیں دیکھ کر تعظیماً گھوڑے سے اتر گئے کر سلام کیا۔ بابا جی نے فرمایا چوہدری جس طرف مرضی ہے دوڑتے پھرو خدا نے چاہا تم میرے پاس ہی آؤ گے۔ میں ہی تیرا پیر ہوں اور تو میرا مرید ہوگا۔ یہ سن کر آپؒ کو اطمینان ہوا اسی وقت بابا جی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ مرشد کی توجہ سے سلوک کے مراحل کو تیزی سے طے کیا۔ ریاضت کی کٹھن منزلوں کو سر کرنے کے لئے جنگلوں اور بیابانوں کی خاک چھانتے رہے۔ عارف ربانی حضرت میاں محمد بخشؒ نے حضرت پیرا شاہ غازیؒ کے فرمان کی تعمیل میں آپؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میاں صاحب نے بوستانِ قلندری میں لکھا ہے کہ آپؒ کا زہد و ریاضت تجرد اور توکل عجیب شان کا تھا۔ آپؒ نہایت بلند ہمت عالی حوصلہ مرد تھے۔ شوقِ الٰہی غالب تھا۔ طبیعت میں ایثار کوشی کا جوہر تھا۔ بابا بدوح سرکارؒ سے ایسا عشق تھا کہ رات دن عبادت فرائض اور سنت کے بعد حضرت پیر کی خدمت میں سرگرم رہتے۔ جب تصوف کے کسی مسئلہ پر تقریر فرماتے تو بڑے بڑے علماء حیرت سے آپؒ کے خطاب کو سنتے''۔ کوئی لمحہ عبادت و ریاضت سے خالی نہ ہوتا۔ دنیاوی مال واسباب کی اہمیت ایک پر کاہ سے زیادہ نہ تھی۔ نہ ہی کسی کے دنیاوی مرتبے کو خاطر میں لاتے تھے۔ ایک بار پنجاب کا حکمران رنجیت سنگھ علاقہ اندرہل سے گزرا۔ مصاحبین کی بڑی فوج ہمرکاب تھی۔ کلروڑی کے نواح میں اُس نے ٹوٹی ہوئی مسجد دیکھی تو اس کے امام کے بارے میں پوچھا کہ کس نے اُسے تعمیر کرایا ہے۔ لوگوں نے آپؒ

Marfat.com

کے دادا کا نام لیا۔ مہاراجہ نے کہا کہ کوئی اُن کا جانشین ہے تو لے آ ؤ۔ ایک آدمی دوڑتا ہوا گیا اور آپکو مہاراجہ کی آمد کی اطلاع دی کہ آ کر ملاقات کرلیں۔ آپؒ نے جواب دیا کہ مجھے مہاراجہ سے کیا کام جو میں اُس سے ملاقات کو جاؤں۔ یہ جواب سُن کر مہاراجہ گھوڑے سے اتر کر ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ دونوں کے درمیان جو مکالمہ ہوا وہ صوفیائے کرام کے اُس رویے کا غماض ہے جو انہوں نے حکمرانوں سے روا رکھا جس کا احوال ممتاز محقق ڈاکٹر غلام حسین اظہر نے اپنی کتاب ''میاں محمد بخش۔ شخصیت اور فن''میں یوں بیان کیا ہے۔

آپؒ نے مہاراجہ کے زرنقد پیش کرنے کے جواب میں فرمایا۔

''مہاراج میں اِس سے بھاگا ہوا ہوں فقیر کو اِس کی ضرورت نہیں اُس کو دیدو جو اس کا طالب ہو''۔

بادشاہ نے کہا ''اِس مسجد کی درستی کے لئے جس قدر روپیہ درکار ہو۔ سرکاری خزانہ سے دیا جاوے گا۔''

آپؒ نے فرمایا ''اس مسجد کی مرمت کے لئے آپ کی امداد کی ضرورت نہیں۔ مسلمان اس میں نماز پڑھتے ہیں وہی اِس کو درست کریں گے''۔

مہاراجہ نے اصرار کیا کہ کچھ نہ کچھ ضرور قبول کریں مگر آپؒ نے مہاراجہ کی پیشکش کو قبول نہ کیا۔ کسی سے نذر و نیاز وصول کرنے میں بے نیازی برتتے تھے۔ اگر کبھی قبول کر بھی لیتے تو اُسے انہی قدموں حاجتمندوں میں بانٹ دیتے تھے۔ امراء سے عموماً دور رہتے۔ نہ ہی اہلِ ثروت سے کسی تعلق کو گوارہ کرتے تھے محتاج اور مساکین کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھائے رکھتے۔ حاکمان وقت سے دوری قادری سلسلہ کے صوفیاء کا طرہ امتیاز تھا۔ محمد شاہ بادشاہ اظہارِ تشکر کے لئے جب حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ سے ملاقات کی غرض سے میرپور آیا۔ باوجود کوشش کے وہ آپؒ سے ملاقات نہ کر سکا۔ کیونکہ غازی قلندرؒ اُس کی آمد کا سن کر پہاڑوں کی جانب چلے گئے۔ حضرت سائیں غلام محمدؒ نے بھی عمر بھر اسی روش کو پیش نظر رکھا۔ قصہ سیف الملوک میں حضرت میاں محمد بخشؒ آپؒ سے اپنی عقیدت کا اظہار ایک

Marfat.com

باب کی صورت میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مرد بھلیرا مرشد میرا شاہ غلام محمد　　اہل شریعت اہلِ طریقت وانگ امام محمد
محرم حال حقیقت کولوں واقف سی عرفانوں　　پر تقصیراں نوں تاثیراں ہوون اُوس زبانوں
جیوں مہتر داؤد نبی سن موم کریندے لوہا　　پتھر دل نوں مومن کردے گل اونہاندی اوہا
صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں　　ہک ہک سخن شریف انہاں دا کردا محرم رازوں
آب حیات کلام رسیلی چہرہ خضر ولی دا　　دردکنوں رنگ زرد ہمیشہ آتش عشق تلی دا
تن من اندر راہ حقانی اندر دین پیغمبر　　سالک صوفی نالے زاہد نالے مست قلندر
جیبھ مٹھی تے خوسلونی صورت اپن پاری　　راہبر راہ ہدائت اندر کسب تواضع داری

سیف الملوک کے درج بالا اشعار کی طرح میاں صاحب نے ایک اور جگہ بھی اپنی والہانہ محبت کو یوں برقرار رکھا ہے نمونہ ملاحظہ ہو۔

صفتاں نیک شمار تھیں باہر انت نہ آ　　واہ واہ پیر محمد ادتا رب ملا
حکم سٹے سرداریاں زین پوشاکاں تنگ　　پلنگ تجے بھوں ملیوس جلی لائی انگ
عشق حقانی ساڑیا جیونکر شمع پتنگ　　چہرہ وانگ گلاب دے ہویا کیسر رنگ
ہے درویشی اُسدی عالم تے مشہور　　راج حکومت ملک دے چھڈیا ہویا خوددور
دنیا فصل بہار دا ویکھ ہویا مزدور　　کھیتی کم محمد ا تائیں کرلے ضرور
کھادے روز حلال دا کرت کرے لاہڈ　　جس دانے نے جنتوں آدم دتا کڈھ

خرچ کیتا اُس راہ دا اوہی کھیتی وہڈ
اوتھے شاہ انبار دا اتھے چن داوڈھ

قصہ سیف الملوک کے درج بالا اشعار میں سائیں صاحب کی دلنواز شخصیت کا احاطہ بڑی خوبی سے ہوتا ہے۔ غازی قلندرؒ کے سلسلہ کے سرخیل کی حیثیت سے آپؒ عمل کے جس کڑے معیار پر اترے۔ مشیخیت کے سجادہ پر فائز ہو کر تزکیہ باطن کے ضمن میں جس جانفشانی کا ثبوت دیا وہ یقیناً جموں

Marfat.com

وکشمیر میں تصوف کی تاریخ کا ناقابلِ فراموش باب ہے۔آپؒ نے توہم پرستی کا سدباب کرتے ہوئے دینی قدروں کی راسخ العقیدگی میں ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں۔آپؒ کے زہدو ریاضت، تجرد، توکل، بلند ہمتی، عالی ہمتی، ایثار نفسی اور شوق الٰہی وہ اوصاف تھے جن سے میاں صاحب کی آپؒ سے والہانہ عقیدت وارفتگی کی حدوں کو چھوتی ہے۔ اِس والہانہ عقیدت کا اظہار انہوں نے اپنی متعدد تصانیف میں کیا ہے۔"نیرنگ عشق" میں غنیمت کنجاہی نے شاہ محمد صالح کی منقبت بیان کی ہے۔اس میں شاہ اورنگزیب کی مدح بھی شامل ہے لیکن میاں صاحب نے اس کے ترجمے میں ردو بدل کرتے ہوئے۔شاہ محمد صالح اور اورنگزیب کے بجائے حضرت سائیں غلام محمدؒ اور اپنے دیرینہ دوست حضرت سید باقر شاہ کا ذکر بڑی عقیدتمندی سے کیا ہے۔

ممتاز محقق اور دانشور پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین اظہر اپنی تصنیف "میاں محمد بخش شخصیت اور فن" میں لکھتے ہیں"اپنی تصانیف میں میاں صاحب نے ایک مرشد کامل کے کردار کے اہم اوصاف بیان کیے ہیں۔ان کی دانست میں مرشد کامل کا اہم وصف محض صاحبِ کرامات ہونا ہی نہیں بلکہ حسن اخلاق کی بلندیوں کو چھونا ہے۔سائیں غلام محمد صاحب ایک ایسی ہی پاکیزہ شخصیت تھے اور انہیں خوبیوں کی وجہ سے میاں صاحب نے ان کی بیعت کی"آپؒ کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا حاجتمندوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ اگر گھر میں دینے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو جو چیز پاس ہوتی وہ ضرور تمندوں میں بانٹ دیتے۔ اِس استغنا کی کیفیت حضرت معین الدین چشتیؒ کے خلیفہ حضرت حمید ناگوریؒ سے ملتی ہے جو ایک بیگہ زمین کاشت کر کے روزی کماتے تھے۔ایک چادر تہمند باندھے رکھتے جبکہ دوسری جسم پر پڑی رہتی۔ بیوی دوپٹے کی جگہ پیراھن سر پر ڈال لیا کرتی تھیں۔ حاکمِ ناگپور نے جاگیر دینا چاہی تو جواب دیا کہ جو ایک بیگہ زمین میرے پاس ہے وہ ہی کافی ہے۔سائیں صاحب کا فقر بھی اوجِ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔آپؒ اس باب میں بزرگانِ سلف کی روائت کے امین تھے۔ دینی خدمات کے بعد وصال فرمایا۔کلروڑی میں ہی آسودہ خاک ہوئے۔

وقت آن آمد کہ من عریاں شوم   چشم بگزارم سراسر جان شوم

Marfat.com

حضرت پیر سید نیاز علی شاہؒ

سر سیداں میں حضرت سید قیصر علی شاہؒ کے ہاں آپؒ کی ولادت ہوئی۔ آپؒ کے والد درویش منش شخصیت تھے۔ جنہوں نے آپؒ کی تربیت خالصتاً دینی نہج پر کی۔ قرآن حکیم اور دوسری مذہبی کتب کا مطالعہ گھر پر ہی کیا۔ اُس دور میں حضرت مولانا گل محمدؒ کا مدرسہ ایک معیاری درسگاہ تصور کی جاتی تھی جہاں پنجاب، سرحد اور جموں و کشمیر سے طلباء دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے کھچے چلے آتے۔ آپؒ نے بھی اسی مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔ تمام امتحانات اچھے نمبروں سے پاس کر لئے۔ یہاں سے فراغت پائی تو سہارن پور چلے گئے۔ وہاں کے علماء سے دینی علوم میں کمال حاصل کیا۔ واپس آئے سلطان المشائخ حضرت سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں حاضری دی۔ انہوں نے آپکو اپنے مدرسہ کے طلباء کی تدریس پر مامور کیا۔ یہاں کچھ عرصے رہنے کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑیؒ جیسے اپنے وقت کے ممتاز و نامور مشائخ عظام کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا بلکہ وہاں قائم دینی مدرسوں میں تعلیم دینے کی سعادت بھی حاصل کی۔ اِن بزرگوں کی شفقت ہمیشہ آپؒ کے شاملِ حال رہی۔ آپؒ بھی دونوں خانوادوں کے لئے بے پایاں جذبات و احساسات رکھتے تھے۔ جب بھی فراغت ملتی اِن آستانوں کی حاضری کو چل دیتے۔ شریعت کے بے حد پابند اور پاسدار تھے۔ جب بھی کوئی ایسی بات جو شریعت سے متصادم دیکھتے فوری طور پر نہ صرف اُس کی اصلاح کر دیتے بلکہ قلع قمع کرنے سے گریز نہ کرتے۔ آپؒ کا تعلق ایسے خانوادہ سے تھا جس سے تعلق رکھنے والے علماء کرام نے اِس خطہ میں دینی قدروں کے احیاء میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ صوفیانہ تربیت نے آپؒ میں یہ کمالات پیدا کر دیئے تھے۔ اپنے علاقہ میں واپس آ کر پہلے کیاٹ کو اپنی تبلیغی کوششوں کا مرکز بنایا۔ یہاں مدرسہ قائم کیا پھر اپنی جنم بھومی میں سر سیداں کو مستقل طور پر اپنا مسکن بنا لیا۔ یہاں قائم کیا ہوا مدرسہ ایک عظیم الشان درسگاہ کی صورت اختیار کر گیا۔ ایک صوفی دانشور کا قول ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنا بناتا ہے اُس میں تین خصوصیات پیدا کر دیتا ہے وہ دریا کی طرح سخی، آفتاب کی طرح مشفقت اور زمین کی طرح تواضع ہوگا۔

جس کے فیضان سے دور و نزدیک کے ہزاروں طلبہ مستفیض ہوئے۔ مدرسہ کے ساتھ آپ کی تعمیر کی ہوئی مسجد دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ کے صاحبزادوں حضرت پیر سید سوار شاہ، حضرت پیر سید مولانا محمد ثناء اللہ شاہ، حضرت پیر سید برکت اللہ شاہ اور حضرت پیر سید یاسین شاہ آپ کے تبلیغی مشن کو آگے بڑھانے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔

Marfat.com

حضرت میاں بارو ؒ

حضرت میاں باروؒ سورکھی کے باسی تھے۔گلہ بانی سے گزر بسر کرتے تھے۔ایک بار خطہ پوٹھوہار کے نامور بزرگ حضرت حاجی بگا شیر ؒ کا گزر اِس علاقہ سے ہوا۔ایک ہجوم آپ ؒ کے ہمرکاب تھا۔مقامی آبادی میں سے بھی کافی لوگ ملاقات کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔میاں باروؒ نے جب حاجی صاحبؒ کی آمد کا سنا تو ملاقات کی خواہش پیدا ہوئی۔دودھ کا پیالہ لئے ملاقات کی غرض سے پیش ہوئے۔آپ ؒ نے کچھ تو نوش کرلیا جبکہ باقی میاں باروؒ کو دے دیا جسے پیتے ہی آپ ؒ میں وہ روحانی لگن پیدا ہوئی کہ عبادت وریاضت کو اپنا سرمایہ حیات بنالیا۔توکل کی انتہا یہ تھی کہ بکریوں کو جنگل میں چرنے کے لئے لے جاتے تو انہیں ایک طرف چھوڑ کر خود عبادت میں مصروف ہو جاتے۔نماز میں کھڑے ہوتے تو خشیت الٰہی سے ایسے ساکت ہو جاتے۔گویا جسم میں جان ہی نہیں اور دنیا کا خیال دل سے محو ہو جاتا تھا۔مرشد کی محبت کو مشامِ جاں رکھتے جیسا کہ صاحبِ ''اسرارِ کبیری'' حضرت میاں عبیداللہ لاروی ؒ لکھتے ہیں کہ اے جستجو کنندہ عرفاں کے جب تک تو اپنے برہان کے تصور میں فنا نہ ہوگا تب تک گمنام و بے نوش رہے گا اور برہان کے لفظ سے مراد مرشد کمال ہے کہ جب تک تو فنافی الشیخ میں محو نہ ہوگا۔دریائے بے کنار کا سفر طے کرنا دشوار ہوگا'' حقیقت یہ تھی کہ مرشد کی محبت میں میاں باروؒ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ایک بار جنگل میں بکریوں کی رکھوالی کر رہے تھے۔کسی سے سنا کہ حاجی صاحبؒ آئے ہوئے ہیں۔بکریوں کو چھوڑ کر ملاقات کو چل دیے۔لوگوں کی کافی بھیڑ تھی۔یہ بھی ملاقاتیوں میں کھڑے ہو گئے۔ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ میاں باروؒ نے مجنونانہ جنگل کی جانب دیکھ کر ہانک لگائی۔سب حیران تھے کہ ماجرا کیا ہے۔حاجی صاحب نے کہا کہ ایک بھیڑیا میاں بارو کی بکریوں کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔میاں صاحب نے کشف باطنی سے سارے منظر کو کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا اور اُسے ہانک سے بھگا دیا۔یوں لوگوں کو پہلی بار میاں باروؒ کے روحانی مرتبہ کا اندازہ ہوا۔

Marfat.com

حضرت شاہدولہ بجاڑؒ

حضرت شاہ اسماعیلؒ کا نسبی تعلق گجروں کے بجاڑ قبیلہ سے تھا۔ قادری سلسلہ سے تعلق تھا۔ آبائی تعلق رنگڑ شریف ضلع گجرات سے تھا۔ بچپن ہی سے دینداری کی جانب مائل تھے۔ رہبر کامل کے ہاتھ پر بیعت کی خواہش کی وجہ سے بے شمار آستانوں پر گئے۔ بغداد شریف میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا روحانی شہرہ سنا تو فوراً رختِ سفر باندھا۔ بغداد پہنچے تو دیکھا کہ ایک عالم فیضیابی کے حصول کے لئے امڈا چلا آرہا ہے۔ یہ بھی مشتاقان دید میں شامل ہوگئے۔ جلد ہی سلوک کے مراحل طے کر کے خلافت حاصل کر لی۔ دربار غوثیہ سے روح پرور مجلسوں اور ذکر وفکر کے سبب کمال کو پہنچے۔ لوگوں کی دینی وتربیت کا فریضہ انجام دینا شروع کر دیا۔ آپؒ کی دینی مساعی صرف گجرات تک محدود نہیں تھی بلکہ پنجاب اور جموں وکشمیر کے بہت سے علاقوں میں تبلیغی مقصد کے لئے جاتے۔ آپؒ کا بڑا کام ناخواندہ لوگوں کو حقیقی دینی روح سے آشنا کرنا تھا۔ نام کے ساتھ غازی کا لاحقہ اِس بات کا غماز ہے کہ کفار کے خلاف کسی جنگ میں یقیناً جہاد کیا ہوگا۔ وصال کے بعد رنگڑ میں ہی آسودہ خاک ہوئے۔ آپؒ کے ہونہار سپوت حضرت شاہدولہ بادشاہؒ نے آپؒ کے روحانی مشن کو مکمل کرنے کے لئے مصروفِ عمل رہے۔ غازی باباؒ آپؒ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی اُنھیں یقیناً ایک بڑے تبلیغی مشن کی تکمیل کے لئے تیار کیا۔ یہ مشن تھا کوٹلی کے نواحی علاقوں میں دینی فریضہ انجام دینا یہاں کے محل وقوع کے بارے آپؒ کو بتایا گیا آپؒ گجرات سے کوٹلی کے سفر میں لوگوں کو تبلیغ کرتے رہے بہت سے بزرگان سے ملاقات بھی کی۔ بڑالی ان دنوں غیر گنجان آباد گاؤں تھا جو گھنے درختوں میں گھرا ہوا تھا۔ یہاں کے محل وقوع کے سبب آپؒ نے بڑالی میں رہنا پسند فرمایا۔ یہاں منگرال راجپوت آباد تھے۔ انہوں نے جب ایک درویش کو گاؤں میں جھونپڑی ڈالتے دیکھا تو انہیں اپنا مہمان بنالیا۔ مہمان نوازی کے لئے بکرا ذبح کیا گیا۔ دعوت کے بعد میزبان نے کہا کہ جس بکرے سے دعوت کی گئی اے اجنبی درویش اُسے ہمیں واپس کرو۔ چونکہ تم فقیر نظر آتے ہو۔ اس لئے کرامت کے زور سے بکرا واپس لاؤ بلکہ کشمیری سیب بھی ساتھ ہونے چاہیں۔ اگر یہ نہیں کر سکتے ہو تو کہیں اور ٹھکانہ بنالو۔ آپؒ نے کہا کہ میں خوشی سے مہمان

Marfat.com

نہیں تھا۔ آپ نے دعوت دی چلا آیا مجھ سے بکرے کی قیمت لے لو نہیں تو پھر اس کے بدلے کوئی اور بکرا لے لو۔ میں دینے کے لئے تیار ہوں مگر میزبان کرامت دکھانے کا اصرار کرتا رہا۔ جب اصرار حد سے بڑا تو آپ نے بکرے کی کھال اور ہڈیاں لانے کو کہا۔ آپؒ نے انہیں کھال میں بھر دیا۔ لوگوں کو کہا کہ تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر لو جب کہوں آنکھیں کھولنا، انہوں نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ذبح کیا ہوا بکرا ممیار ہا تھا۔ پاس ہی سیبوں کی ٹوکری رکھی تھی۔ اِس منظر کو سینکڑوں لوگوں نے حیرت سے دیکھا۔ آپؒ کو ان کا یہ طرز عمل پسند نہ آیا۔ وہاں سے ناراض ہو کر چلے آئے۔ آپؒ کے جانے کے بعد پورے گاؤں کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مکانات جلنے لگے۔ لوگوں کی کوشش سے آگ نہ بجھ سکی۔ آپؒ مغلابی میں قیام پذیر تھے لوگوں کی بڑی تعداد منانے کی غرض سے آئی۔ مگر آپؒ نے بڑالی جانے سے انکار کر دیا۔ قریبی گاؤں ننگال میں حضرت بابا نصر اللہ بجاڑؒ کی رہائش تھی۔ لوگ ان سے سفارش کیلئے ملتمس ہوئے کہ وہ باباجی کو منائیں۔ حضرت نصر اللہ بجاڑؒ نے آپؒ سے کہا کہ پورا گاؤں اپنے کیے پر شرمندہ ہے۔ آپؒ نے کہا کہ "ٹھیک ہے"۔ یہ فرمانا تھا کہ آگ خود بخود بجھ گئی۔ منگرال راجپوتوں نے چھتر کے علاقہ میں آپؒ کو گیارہ سو کنال رقبہ دیا۔ مگر چھتر میں زیادہ عرصہ قیام نہ کر سکے۔ وہاں سے ننگال شریف چلے آئے۔ وہاں ہی ایک مسجد اور مدرسہ قائم کیا۔ تھروچی کے ذیلدار جیون خان منگرال نے گیارہ سو کے قریب رقبہ مسجد اور مدرسہ کے لئے دیا۔ آپکی مساعی سے ننگال شریف ایک بڑا روحانی مرکز بن گیا۔ جہاں مصائب کے مارے دکھوں کا مداوا ڈھونڈنے آتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت مولوی محمد عبداللہ چشتیؒ

حضرت مولوی محمد عبداللہ جو آزاد کشمیر کے دینی حلقوں میں مولوی عبداللہ پہاڑ والے کے نام سے مشہور ہیں اپنے دور میں علم ظاہری و باطنی میں یکتائے زمانہ تھے۔ ابھی نوعمر ہی تھے گھر سے علم دین حاصل کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ بہت سے مدارس میں علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ کچھ عرصہ دیوبند میں بھی زیر تعلیم رہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار ایک بزرگ نے اونٹنی کا دودھ پینے کو دیا جس سے آپؒ پر روحانی علوم منکشف ہوگئے۔ حضرت میاں محمد بخشؒ آپؒ کے ہمعصر تھے۔ جب میاں صاحب پلغینی کے گرامئی مقام پر آپؒ سے ملاقات کے لئے جاتے تو دونوں بعض اوقات گھنٹوں مجلس برپا کئے رکھتے تھے۔ تصوف کا کوئی موضوع اظہار خیال سے نہ بچتا تھا۔

حضرت میاں محمد بخشؒ کے متعلق کسی نے مولوی محمد عبداللہ سے کہا کہ وہ دوسرے لوگوں سے سیف الملوک خوشی سے سنتے ہیں۔ سنیاہ گاؤں کے ایک غیر مسلم سے پہاڑی لوک گیت بھی سنتے ہیں۔ اور بانسری سننے کے بھی رسیا ہیں۔ پنجنی کے جنگل میں ایک ملاقات میں مولوی صاحب نے عارف کامل حضرت میاں محمد بخشؒ پر سماع سننے کا اعتراض بھی کیا۔ میاں صاحب نے چیڑ کے گھنے جنگل میں درختوں کی ہری بھری شاخوں سے اٹھکیلیاں کرتی ہوا کے مترنم سائیں، سائیں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ کیا ہے۔ مولوی صاحب محو حیرت تھے اور میاں صاحب سے کہا کہ جو تصوف اور روحانیت کے نتائج آپؒ اخذ کر سکتے ہیں میں قدرت کی ان بوقلمونیوں کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میرے علم کا تفاخر آپ کی علمی اپروچ کے آگے ہیچ ہے۔

ایک بار کسی مسئلہ پر دونوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ آخر معاملہ قاضی سلطان محمود اعوان شریف والوں کی خدمت میں پیش ہوا۔ قاضی صاحب نے دونوں کے نکتہ نظر کو سن کر کہا کہ مولوی صاحب کی رائے مستند ہے۔ میاں صاحب کی بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد بخشؒ، حضرت غلام محی الدینؒ باولی شریف، حضرت پیر سید حیدر علی شاہؒ جلالپور شریف، حضرت قاضی سلطان محمودؒ اعوان شریف، حضرت میاں محمد بخشؒ کھڑی شریف، حضرت خواجہ محمد

Marfat.com

قاسمؒ موہڑہ شریف، حضرت میاں عبیداللہ لارویؒ اور حضرت سید نیک عالم شاہؒ آپؒ کے ہمعصر صوفیاء تھے جن سے آپؒ کے قریبی مراسم تھے۔

حضرت سید نیک عالم شاہ صاحب سے اکثر ملاقاتیں رہا کرتی تھیں۔ مولوی صاحب تو شاہ صاحب کے نامور تلامذہ میں سے تھے۔ جس کا اعتراف انہوں نے بڑے فخر سے کیا ہے۔ پلغینی جو آپؒ کا گاؤں ہے وہاں سے جب بھی آپؒ کا میرپور آنا ہوتا تو شاہ صاحب کے حضور ضرور حاضر ہوتے تھے۔ شاہ صاحبؒ کے وصال پر تاریخ وفات کے علاوہ ایک وفات نامہ بھی لکھا۔ تاریخ وفات تو درج کی جاتی ہے۔ جبکہ وفات نامہ شاہ صاحب کے سوانحی باب میں درج ہے۔

آہ از عالم معنی برخت — نیک عالم مقتدائے اہل جود

متقیٔ یادگارِ اہلبیت — آں کہ دین مصطفیٰؐ روشن نمود

آنکہ باانفاس فیض قدسی خویش — از جہاں جہل وضلالت رار بود

آفتابِ آسمانِ راہ حق — شد نہاں و در جہانِ ظلمت فزود

سال اُو پر سید عبدی از سروش

گفت واہ واہ مقتدائے خلق بود ۱۳۱۹ھ

اِن اشعار سے آپؒ کی قادرالکلامی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ اس گہری وابستگی کے بارے میں بھی آگاہی ہوتی ہے۔ جو آپؒ کو شاہ صاحب سے تھی۔ میرپور سے باہر پنجاب اور پوٹھوہار تک صوفیائے کرام کے آستانوں پر حاضری کی غرض سے سفر کیا۔ بہت سے نامور صوفیائے کرام سے ملاقات کی۔ آپؒ کا آبائی گاؤں ہری پور کھنباء موہڑہ پلغینی ہے۔ دینی تربیت کے لئے اپنے گاؤں میں ایک درس گاہ کی بنیاد ڈالی۔ جہاں طلباء کی خاصی تعداد زیر تعلیم رہتی تھی۔ نسبی اعتبار سے گجر قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ذات پات کی تخصیص سے مبرا تھے۔ جو بھی دینی علوم سیکھنے آتا اُسے زیورِ دینی سے آراستہ کرتے تھے۔

نوجوان قلمکار رانا ریاض الحق منیجر الائیڈ بنک پاکستان اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔

Marfat.com

''آپکو علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔ بلاشبہ اپنے دور کے ابو حنیفہ ثانی کہلاتے تھے۔جنہوں نے دینی علوم کے احیاء میں اہم خدمات انجام دیں۔مولوی حیات علی چشتیؒ مولوی رشید احمد اور مولوی محمد یوسف نقشبندیؒ آپؒ کے قابلِ فخر تلامذہ تھے۔اس کے ساتھ شاعری میں بھی اپنا مافی الضمیر بیان کرتے تھے۔حصولِ علم کا جنون کی حد تک شوق تھا۔یہ ہی تڑپ آپکو ہزارہ، فتح جنگ، گنگوہ اور دیو بند تک لے گئی۔صحرا میں ایک خضر صورت بزرگ کی ملاقات نے روحانی دولت سے مالا مال کیا۔پھر کیا تھا نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں کے مصداق روحانیت میں کامل ہوئے۔ جب ایک عرصہ کے بعد واپس گاؤں آئے تو کسی نے نہ پہچانا سوائے والدہ کے''

آپؒ نے دور و نزدیک کے دیہات میں دینی قدروں کے احیاء کا فریضہ بڑی جانفشانی سے انجام دیا۔پلغینی اپنے محل وقوع کے اعتبار سے پنجنی سے قریبی فاصلے پر ہے۔پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین اظہر اپنی مشہور تصنیف ''میاں محمد بخش شخصیت اور فن'' میں لکھتے ہیں۔''دور دور تک چیڑھ کے بلند درخت اور سبزہ دکھائی دیتا ہے۔اِس سے ملحق علاقہ ہریاول کی وجہ سے سبز کوٹ کہلاتا ہے۔اس کے مشرق میں پیر بڈیسر اور راجوری ہے۔اور اس کے آگے پیر پنجال کا سلسلہ چڑھوئی براٹلہ اور وادیٔ بناہ کا سرسبز اور شادات علاقہ قدموں میں نظر آتا ہے۔غربی جانب میر پور اور جہلم ہیں۔منگلا ڈیم اور دریائے جہلم کا منظر انوکھی مسرت سے ہمکنار کرتا ہے''۔اِس اقتباس سے پلغینی اور پنجن کے محل وقوع کے بارے میں خاصی معلومات ملتی ہے۔مولوی صاحب کے دینی مدرسہ نے چڑھوئی اور وادیٔ بناہ ہی میں دینی قدروں کے احیاء کا فریضہ انجام ہی نہیں دیا ہوگا بلکہ راجوری تک کے علاقوں میں عام مسلمانوں میں دینداری عام کی ہوگی۔

مولوی صاحب نے پلغینی ہی میں وفات پائی وہاں ہی مرقد بنا عرس کے دنوں میں عقیدتمندوں کی خاصی تعداد حاضر ہو کر فیوض و برکات سمیٹتی ہے۔آپؒ نے چند مذہبی کتابیں بھی لکھیں جو غیر مطبوعہ ہیں۔اگر یہ نادر قلمی مخطوطے شائع ہو جائیں تو آپ کا علمی تجر منظر عام پر آجاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عطا محمد مچھیاروی ؒ

حضرت عطا محمد مچھیاروی ؒ تنولی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔آپ ؒ کے بزرگ ہزارہ سے یہاں آئے یہاں ہی آپ ؒ کی ولادت ہوئی کھیل کود میں وقت ضائع کرنے کے بجائے عبادت میں خود کو مصروف رکھتے تھے۔گویا خود کو ایک بڑی ذمہ داری کے لئے بچپن ہی سے تیار کرلیا تھا۔مویشی لے کر جنگل میں جاتے۔خود تو عبادت میں مصروف ہو جاتے مگر مویشی گھاس پھوس کھا کر واپس آ جاتے۔ورد کرتے تو جانور بھی ہم آواز ہو جاتے تھے۔کچھ اور واقعات ایسے رونما ہوئے جن سے گھر والوں کو آپ ؒ کے روحانی مرتبہ کا اندازہ ہوا تو انہوں نے گھریلو ذمہ داریوں سے آپ ؒ کو آزاد کر دیا۔اب عبادت ہی آپ ؒ کا اوڑنا بچھونا تھی۔لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ آپ ؒ ولائت کے مرتبہ پر فائز ہیں تو وہ برکت کے حصول کیلئے آپ ؒ کے پاس آنے لگے۔مادرزاد ولی تھے۔کہا جاتا ہے کہ شکم مادر میں جمعہ کے روز دودھ نہیں پیتے تھے۔مستجاب الدعا تھے۔لوگوں کو آپ ؒ سے بہت ظاہری و باطنی فیوض حاصل ہوئے۔آپ ؒ کی کرامات پر لکھا جائے تو بہت سی کتابوں کو مرتب کیا جا سکتا ہے۔مگر آپ ؒ کا اصل کارنامہ کلمۃ الحق کی سربلندی تھی۔وہ مذہبی لگن تھی جس کا اپنے مریدین کو خوگر بنایا تھا۔اور ان میں دینی جذبہ پیدا ہوا۔اُن کا غیروں سے سلوک مشفقانہ تھا۔یہ ہی وجہ ہے کہ آپ ؒ سے ملتے ہوئے قطعاً اجنبیت کا احساس نہ ہوتا تھا۔

حضرت عطاء محمد ؒ جلیل القدر صوفی تھے۔جنہوں نے اپنے عمل سے لوگوں کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔آپ ؒ نے لوگوں کی تربیت کے لئے دینی ادارے خصوصاً مساجد اور مدرسے قائم کیے۔جہاں طلباء کی خاصی تعداد دینی علوم سے بہرہ مند ہونے کے لئے آتی تھی۔وصال کے بعد مچھیارہ ہی میں اسودہ خاک ہوئے۔

Marfat.com

حضرت سائیں مست بادشاہؒ

حضرت سائیں مست بادشاہ کا نسبی تعلق سدھن قبیلہ سے تھا۔ حضرت نوشہ گنج بخش قادریؒ کے سلسلہ نوشاہیہ میں نہ صرف بیعت ہوئے بلکہ خلافت بھی عطا ہوئی۔ مرشد نے انہیں پونچھ کے علاقوں میں تبلیغی مشن کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا۔ آپؒ نے سدھنوتی کو مرکز بنا کر لوگوں کی بڑی تعداد کو فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔ مبلغ دین کے ساتھ ساتھ آپ ایک بڑے سماجی رہنما بھی تھے۔ جن کی مساعی صرف دینی قدروں کو عام کرنے تک محدود نہ تھی بلکہ فلاحی منصوبوں کو مکمل کیا۔ سدھنوتی چونکہ سدھنوں کا مرکز ہے۔ نسبی تعلق کی وجہ سے اپنی برادری میں آپؒ کے پیغام کو زبردست پذیرائی ملی۔ مخلوق خدا کی بھلائی کے جذبہ کے تحت آپؒ نے مسافروں کے لئے مسافر خانے اور پانی کی کمی کو دور کرنے کے لئے تالاب اور باولیاں تعمیر کیں۔ آمدورفت کے لئے راستوں کو پختہ کیا۔ ان رفاعی کوششوں سے نہ صرف مسافروں کو بلکہ مقامی آبادی کو بھی آسانیاں عطا کیں۔ چونکہ آپ کا عہد ڈیڑھ سو سال قبل کا بتایا جاتا ہے۔ اِس حساب سے 1850ء کا عرصہ بنتا ہے جب جموں وکشمیر کے لوگ رسوا زمانہ مائدہ بیعنامہ امرت سر کی تاریک و سیاہ رات سایہ فگن ہوئی۔ جبر واستبداد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ دراز ہونے کو تھا۔ ایسے میں آپؒ کی شخصیت اہل سدھنوتی کے لئے اثاثہ سے کم نہ تھی۔ آپؒ سے بہت بعد سدھن قبیلہ کے سماجی وسیاسی رہنما کرنل خان محمد خان نے تعلیمی انقلاب کے ذریعے قبیلہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ لوگوں میں رائج سماجی برائیوں کے خاتمہ کیلئے انقلابی بنیادوں پر کام کیا۔

حضرت سائیں صاحب نوشاہی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اِس سلسلہ کو حضرت نوشتہ گنج بخش قادریؒ نے پنجاب میں بہت فروغ دیا۔ ایک روائت کے مطابق سوا لاکھ ہندوؤں نے نوشہ گنج بخشؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ انہوں نے نوشاہی سلسلہ کو بڑے روحانی نظام کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ اُن کی اولاد اور خلفاء نے اِس کی ترویج واشاعت میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ چونکہ سائیں صاحبؒ کے حالات کے بارے میں بہت کم آگاہی ملتی ہے۔ اس لئے یہ بتانا مشکل ہے آپؒ نے اِس سلسلہ کے کِس بزرگ سے خلافت اور فیض حاصل کیا۔ چونکہ حضرت نوشہ گنج بخش قادریؒ کا وصال

Marfat.com

مبارک 8 ربیع الاول 1064 ھجری (1654ء) کو ساہنپال گجرات میں ہوا۔ اس لئے یہ بات واضح ہے کہ آپ نے اُن کے خاندان کے کسی فرد یا خلیفہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ راجہ پونچھ نے کئی بار معقول رقم آپؒ کی نذر کرنا چاہی مگر آپؒ نے انکار کیا۔ راجہ کے ہاں اولاد نرینہ نہیں ہوتی تھی اُس نے کافی علاج کرایا مگر اپنا جانشین نہ ہونے کی اُسے بڑی فکر تھی۔ اُس نے آپؒ کو اولادِ نرینہ کے لئے دعا کے لئے کہا۔ آپؒ کی دعا سے راجہ کے ہاں دو بیٹوں کی ولادت ہوئی۔ اِس پر راجہ بے حد خوش ہوا۔ اُس دور میں لوگوں کو بیگار پکڑ کر مہینوں بلکہ سالوں تک گھر بار سے دور کام کی غرض سے بھیج دیا جاتا تھا۔ کئی لوگوں کو دوبارہ گھر بار دیکھنا نصیب نہ ہوتا تھا۔ راجہ نے اولادِ نرینہ کی خوشی میں آپکے گاؤں منجھاڑی کو بیگار کی پکڑ دھکڑ سے مستثنیٰ قرار دیا جس سے لوگوں کو ڈوگرہ گردی سے نجات مِلی۔ وصال کے بعد منجھاڑی میں آپؒ کا آستانہ ایک بڑے روحانی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں دینی تعلیم کا دارالعلوم کام کر رہا ہے۔ جہاں دور و نزدیک سے طلبہ کی بڑی تعداد دینی تعلیمات سے مستفیض ہو رہی ہے۔

Marfat.com

حضرت مولوی عبداللہ لدڑوی ؒ

حضرت حافظ محمد عبداللہ لدڑوی ؒ میر پور کے اولیاء کاملین میں سے تھے۔ نقشبندی سلسلہ سے تعلق تھا۔ آپ کے ہونہار سپوت حضرت مولانا عبدالحکیم ؒ نے ''حیاتِ کامل'' کے نام سے آپکی سوانح عمری مرتب کی ہے۔ جو صوفیائے لدڑ کے حالات کا خوبصورتی سے احاطہ کرتی ہے۔ یہ صوفیاء کا گھرانہ ہے جس میں نامور شخصیات نے جنم دیا ہے۔ والد حضرت میاں فیض بخش ؒ تھے جن کا مرقد بخت کی یاوری سے جنت البقیع میں ہے۔ جدامجد حضرت میاں محمد عظیم ؒ تھے جبکہ پڑدادا کا نام میاں مندوؒ تھا جن کا مزار موضع بارواں چکسواری میر پور میں ہے۔ دراصل آپ ؒ کی شخصیت کی تعمیر میں آپ ؒ کے پڑدادا کا حصہ زیادہ ہے۔ بقول مولانا عبدالحکیم ؒ صاحب صاحبِ ولائت دادا کی توجہ اور فیض نے پوتے کے اندر وہ اثر پیدا کیا کہ آپ ؒ عرفان اور عبدیت کے مقامات تک پہنچ گئے تھے۔ جامع صفات شخصیت تھے۔ مسلکِ حنفیت کے لئے جہاں انہیں بڑبن کے اہل حدیثِ مبلغ مولوی عظیم اللہ سے مناظرے کرنا پڑے وہاں قادیانی علماء سے بھی آپ ؒ کے مختلف اوقات میں مناظرے ہوتے رہتے تھے۔ جن میں آپ ؒ ہمیشہ سرخرو رہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے نسبت سلوک تھی۔ حضرت پیر سید حیدر شاہ ؒ سے چشتیہ سلسلہ کا فیض مِلا تھا۔ جبکہ حضرت غلام محی الدین باولی شریف ؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اور لوگوں کو نقشبندی طریقے سے بیعت کرتے تھے۔ اس معاملہ میں بڑے سخت تھے کسی کو پرکھے بغیر بیعت نہ کرتے تھے۔ امراء کی نسبت مساکین اور غرباء کی جانب مائل رہتے تھے۔ میر پور سے باہر کشمیر میں حضرت شیخ نور الدین ولی ؒ اور حضرت شاہ ہمدان ؒ کے مزارات پر بھی حاضری دی۔ 1947ء کے خون آشام واقعات میں آپکی ذات بلاشبہ علاقہ کے لوگوں کے لئے رہنما کی سی تھی۔ ڈوگرہ فوج مسلمانوں کے جذبہ حریت کو کچل کر نیست و نابود کرنا چاہتی تھی مگر آپکی باطنی توجہ سے مجاہدین میر پور سرخرو ہوئے۔ ڈوگروں کو عبرتناک شکست ہوئی۔ آزادی کے بعد بھی غلبہ حق کے لئے اپنی مساعی جاری رکھی۔ مسجد سے ملحقہ حجرہ آپ کا مسکن تھا کبھی دنیوی آسائش کے طلبگار نہ ہوئے۔ جو کچھ پاس ہوتا ضرورتمندوں میں تقسیم کردیتے۔ زندگی کے آخری ایام میں علیل رہے۔ بالآخر ۱۲ جولائی 1960ء کو دارفانی سے انتقال فرمایا۔ چکسواری کے نواح میں آسودہ خاک ہوئے۔

Marfat.com

حضرت بابا محمد امین لدڑویؒ

حضرت بابا محمد امین لدڑویؒ پرانے میر پور کے نواعی گاؤں لدڑ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خانوادہ اعلیٰ روحانی اقدار سے بہرہ ور تھا۔ نامور اکابر کا تعلق اسیؒ خانوادہ سے تھا۔ ایک طرح سے اِس خانوادہ کے امین اور مورث اعلیٰ تھے۔ اپنے وقت کے ممتاز عالم دین اور نامور صوفی تھے۔ دینی علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ رکھ رکھاؤ میں سادگی، مزاج میں فروتنی اور انکسار حد درجہ تھا۔ رزق حلال کمانے سے جو وقت بچ جاتا اُسے عبادت گزاری میں بسر کر دیتے تھے۔ رہائش کے پاس ایک چبوترہ تعمیر کر رکھا تھا جسے عبادت وریاضت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ درختوں کے جھنڈ نے ساوی جھنگی کی صورت اختیار کر رکھی تھی۔ اگر چہ یہ علاقہ قدیم زمانے سے جنگل تھا مگر اِس جنگل میں ساوی جھنگی کی اپنی انفرادیت اور امتیازی شان تھی جہاں صوفیاء اور فقراء کا ایک ہجوم تھا جو فیوض و برکات کی غرض سے یہاں جمع رہتا۔ آپؒ آنے والوں کو بلا تخصیص فیوض و برکات سے مستفیض فرماتے۔ لوگوں کی بڑی تعداد نے آپؒ کے فیضان سے برکات سمیٹیں۔ اِس ضمن میں ایک واقعہ بڑا مشہور ہے۔ ایک بار لدڑ میں پلیگ کی وباء پھوٹی خدشہ تھا کہ اِس کے پھیلنے سے زیادہ آبادی متاثر نہ ہو جائے۔ لوگوں نے پتھر اٹھا کر آپکی عبادت کے چبوترہ کی دیواریں تعمیر کرنا شروع کر دیں لوگوں کے اِس عمل کی برکت سے گاؤں کی آبادی اِس وباء سے محفوظ رہی۔ آپؒ کی کرامات کے اور واقعات بھی لدڑ سے تعلق رکھنے والے اکثر لوگوں کی زبانی سننے کو ملتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت مولوی عبدالحکیمؒ

ولادت موضع لدھڑ میں ہوئی ولادت کا سال 1913ء بتایا جاتا ہے۔ والد محترم حضرت مولانا محمد عبداللہ کا شمار یگانہ روزگار شخصیات میں ہوتا تھا۔ آپ نے اپنی تعلیم کے مراحل جلیل القدر والدِ گرامی کی نگرانی میں طے کیے۔ تھوڑے عرصہ میں قرآن حکیم حفظ کرلیا۔ میٹرک اور ادیب عربی کے امتحانات امتیازی نمبروں سے پاس کر لئے۔ کچھ عرصہ مدرس بھی رہے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ امامت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جب وہ گورنمنٹ ہائی سکول کوٹلی میں تعینات تھے وہاں سے نمازِ جمعہ پڑھانے میر پور آجایا کرتے تھے۔ میر پور کا کالج جو کرن سنگھ کالج کہلاتا تھا میں عربی کے مدرس مقرر ہوئے۔ اس دور میں ایک طرح سے ریاست جموں وکشمیر میں سیاسی بیداری تحریک زوروں پر تھی۔ میر پور میں راجہ اکبر خان اور مولوی عبداللہ سیاکھوی اہل میر پور حقوق کے حصول کا شعور بیدار کر رہے تھے۔ اس للکار نے ڈوگرہ جبر کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا تھا۔ 1931ء میں جب ایک متعصب ڈوگرہ خطبہ عید میں مداخلت کا مرتکب ہوا۔ آپؒ اِس واقعہ کے خلاف احتجاج کرنے والے اہم رہنماؤں میں سے تھے۔ حق گوئی کے سبب منگلا قلعہ میں کچھ عرصہ پابند سلاسل رہے۔ رہائی کے بعد آپؒ تحریک آزادی میں سرگرمی سے حصہ لینے لگے۔ میر پور ہاتھی دروازہ کی پہلی اینٹ کو اکھیڑنے کا اعزاز بھی آپکو حاصل ہے۔ مسلمانوں میں بیداری دیکھتے ہوئے وزیر وزارت راؤ رتن سنگھ ڈوگرہ کو میر پور سے بھاگتے بنی۔ کرشن دیو سیٹھی لکھتے ہیں کہ ''32-1931ء میں عوامی سطح پر شخصی راج کے خلاف بغاوت ہوئی میر پور اور کوٹلی میں تحریک کی باگ دوڑ جن لوگوں کے ہاتھوں میں تھی اُن میں آپؒ کا بھی شمار ہوتا تھا''۔ 1947ء کی تحریک جہاد میں آپکا کردار مثالی تھا۔ آزاد حکومت کے قیام کے بعد آپکو ضلع مفتی مقرر کیا گیا۔ یاد رہے کہ اُس وقت بھمبر اور کوٹلی میر پور کی تحصیلیں تھیں۔ دو سال تک مجسٹریٹ درجہ دوم کی حیثیت میں فوجداری مقدمات کی سماعت کی۔ تقریباً پچیس سال تک ضلعی مفتی کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ اس حیثیت میں ہر فیصلہ انصاف اور دیانت داری کے اصولوں پر کرتے۔ کبھی بھی کوئی سفارش نہ مانی۔ نہ کسی معاملے پر کوئی رعب اور دبدبہ خاطر میں لاتے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپکی دینی اور مِلی خدمات سے

Marfat.com

مستفیض ہونے کے لئے حکومت نے آپکو آئمہ مساجد کی تربیت کے کام پر مامور کیا۔انہیں استاذ العلماء مقرر کیا گیا۔ جب اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل دی گئی تو آپکو اِس کا ممبر بنایا گیا۔ ساتھ ہی زکوۃ کونسل کے بھی ممبر بنائے گئے ۔اِن دونوں حیثیتوں میں آپ کی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔ مولانا بوستان قادری لکھتے ہیں کہ ''مفتی صاحبؒ اتحاد امت کے ترجمان اور بے باک نقیب تھے۔ رواداری برتنا ان کی دعوتی وتبلیغی خدمات کا طرہ امتیاز تھا۔تحمل ،قوت برداشت مثالی تھا۔فرقہ واریت سے کوسوں دور تھے۔دوسروں کی دل آزاری کرنا گویا انہیں آتا ہی نہیں تھا۔مخالف کا جواب دلیل سے دیتے تھے۔تمام مسالک کے اکابرین کا احترام بجالاتے تھے۔مسلکی منافرت پھیلانا اورفرقہ واریت کو ہوا دینا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔آپؒ نے چالیس سال بحیثیت خطیب ومقرر دین کی دعوت تبلیغ اور اشاعت کا کام کیا۔آپؒ کی دینداری کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے ایک بار آپؒ کے والد محترم حضرت مولوی عبداللہؒ نے فرمایا کہ '' بیٹے عبدالحکم تو میر پور کا قاضی بنے گا'' آپؒ کی یہ بات بعد میں صحیح ثابت ہوئی۔آزاد کشمیر حکومت کے قیام کے فوراً بعد آپکو میر پور کا پہلا ضلعی قاضی مقرر کیا گیا۔مرکزی جامعہ مسجد کی خطابت آخر دم تک نبھاتے رہے۔ساتھ ہی دینی درس وتدریس کا وسیع سلسلہ بھی جاری رکھا جہاں سے آپؒ کے ہزاروں تلامذہ فارغ التحصیل ہوئے۔ 22مارچ 1984ء میں اپنے پڑدادا کی طرح مرکزی عیدگاہ میں عبادت کی حالت میں اجل کو لبیک کہا یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ملک بھر سے بڑی تعداد میں لوگوں نے آپؒ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

Marfat.com

حضرت محمد عالمؒ

ٹھیکریاں چکسواری سے تعلق تھا۔ والد محترم مولوی علم دین ممتاز عالم دین تھے جو خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ کمسنی میں والد کی وفات ہوگئی۔ والدہ کے ہمراہ لدڑ چلے آئے جہاں حضرت مولانا محمد عبداللہؒ جو نقشبندی سلسلہ کے نامور مشائخ تھے نے آپؒ کی پرورش اور تربیت کی۔ انہیں دینی علوم سے بہرہ ور کیا۔ اوائل جوانی میں دور دراز کے علاقوں میں تحصیلِ علم سے بہرہ ور کیا۔ اوائل جوانی میں دور دراز کے علاقوں میں تحصیلِ علم کے لئے گئے۔ وہاں کے مدارس میں نامور اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ کچھ عرصہ مراد آباد میں ممتاز اور نامور محدث حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ سے حدیث کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ یہاں انہیں نامور اساتذہ کی رہنمائی حاصل رہی۔ واپسی پر کچھ عرصہ امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہؒ کی رفاقت میں تبلیغی دوروں میں جاتے رہے۔ تحریک ختم نبوت میں وہ امیر ملت کے ہمراہ بڑھ چڑھ کر خدمات بجالاتے رہے۔ ان کے ہی ارشاد کے مطابق آپؒ مسلم لیگ کے جلسوں میں سرگرمی سے حصہ لیا کرتے تھے۔ پرانے شہر کی جامعہ مسجد کی خطابت آپکے سپرد تھی۔ ایک بار میرپور کے دورہ میں رئیس الاحرار چودھری غلام عباس جو امیر ملتؒ کے مرید تھے نے اِسی مسجد میں اہل میرپور سے خطاب کیا۔ مسلمانوں کو ڈگروں سے حقوق حاصل کرنے کے لئے ابھارا تھا۔ حکومت نے چودھری صاحب کو دعوت دینے کے جرم میں آپؒ کی زبان بندی کا حکم صادر فرمایا تھا۔ جسے انہوں نے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے اپنی شعلہ نوائی کو جاری رکھا۔ حکومت بھی اُن کی حق گوئی سے خائف رہتی تھی۔ آزاد کشمیر حکومت کے قیام کے بعد بھی آپؒ نے دینی قدروں کے احیاء کا سلسلہ جاری رکھا۔ جہاں بھی تبلیغی مقصد کے لئے گئے مساجد اور مدرسہ کی تعمیر کو اولیت دی۔ آپؒ کی دینی خدمات بلاشبہ آزاد خطہ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں۔ آپؒ بیک وقت ممتاز عالم دین ولی کامل، تحریک آزادیٔ کے بے لوث رہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔

Marfat.com

حضرت میاں مندوؒ

خاندان لدھڑ میں ولادت ہوئی۔ دنیاوی معاملات کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔ موضع بارواں اور لدڑ میں آپ کے تینوں بیٹوں میاں عظیم، غریب اللہ عرف غریبو پہلوان اور میاں متو کی اولاد ہے۔ اِن تینوں میں میاں عظیمؒ درویش منش شخصیت تھے۔ دینداری کے معاملات کی ادائیگی کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔ شب بیدار اور تہجد گزار تھے۔ طب میں مہارت کے سبب آپؒ کا شمار ممتاز حکماء میں ہوتا تھا۔ حضرت بابا جی صاحب خان عالمؒ سجادہ نشین باولی شریف کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی۔ بزرگان کے آستانوں پر حاضری آپکا معمول تھا۔ خاندان لدھڑ کے سرخیل اعلیٰ حضرت حافظ محمد عبداللہ لدڑوی جن کے دم سے اس خانوادہ کی پہنچان بنی آپؒ کے پوتے تھے۔ اِس اعتبار سے مفتی جموں وکشمیر حضرت مولوی عبدالحکیم آپؒ کے پڑپوتے تھے۔ دینی قدروں کے احیاء، اُن کی خدمات سے اس خانوادہ کو جو شہرت اور ناموری حاصل ہوئی وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ حضرت میاں مندوؒ کے بارے میں حضرت حافظ محمد عبداللہ لدڑوی کا ارشاد تھا کہ ”میرے دادا محترم اپنے وقت کے مقبول فقیر اور ولی اللہ تھے“ آپؒ کا وصال عبادت کی حالت میں ہوا۔ بارواں ہی میں آسودہ خاک ہوئے۔

Marfat.com

حضرت مستان خانؒ

حضرت پیرا شاہ غازیؒ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ ہمعصر صوفیاء میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ میاں صاحب لکھتے ہیں جب حالت جذب اور استغراق طاری ہوتا تو کئی روز غلبہ سکر اور بے خودی میں گزر جاتے اسی وجہ سے مستان خان کے نام سے مشہور ہوئے۔

جہناں ہک گھٹ بھر کے پیتا وحدت دے مدھ لالوں
علم کلام نہ یاد رہونے گزرے قال مقالوں

سرائے راجگان سے تعلق رکھنے والی بڑھیا آپؒ کی بڑی معتقد تھی۔ بڑی خدمت گزار تھی۔ آپؒ کی دعا سے اُس کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی۔ ایک بار بیٹا بیمار ہوا بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ وہ دوڑی ہوئی آئی تا کہ آپؒ سے دعا کرا سکے۔ آپؒ حالتِ سکر میں تھے۔ اس لئے بڑھیا کی حالت سے بے خبر تھے۔ اس پر وہ دوبارہ بیٹے کے پاس گئی دیکھا کہ بیٹے کا سانس اکھڑ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دم کا مہمان ہے۔ دوبارہ آپؒ کے پاس آئی دہائی دینے لگی تیری خدمت دل و جان سے کرتی رہی ہوں۔ کیا میری خدمت کا یہی صلہ ہے؟ بیٹا حالتِ نزع میں ہے کرم فرمایئے۔ اُس کی حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی اور کس در پر جاؤں۔ اُس کی آہ و پکار سن کر دعا کی اور اُسے جانے کو کہا بڑھیا نے واپس جا کر دیکھا تو اُس کا بیٹا مرض سے شفایاب ہو چکا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کبھی بیمار ہوا ہی نہ تھا۔ میاں صاحب نے دوسری روائت حضرت بابا فیض بخش گجرؒ کھنیارہ شریف والوں کے حوالے سے یوں بیان کی ہے۔ میں کافی عرصہ تپ چہارم میں مبتلا رہا کسی نے آپؒ کے پاس جانے کا کہا میں جانتا تھا کہ آپ بھنگ کا نشہ کرتے ہیں۔ آنے والے کو پینے کے لئے کہتے ہیں ڈر تھا کہ کہیں مجھے بھی نہ کہہ دیں۔ ایک روز ہمت کر کے آپؒ کے پاس پہنچا دیکھا کہ بھنگ گھوٹ رہے ہیں۔ ابھی بیٹھا ہی تھا دو پیالے بھنگ پی گئے فرمایا تمہارا تپ چہارم میں نے کوٹ کر پی لیا ہے۔ اب دوبارہ اس کی شکائت نہ ہوگی۔ آپؒ کے حالات میاں صاحب نے مختصر انداز میں کیا ہے۔ بوستان قلندری میں صرف اتنا ذکر ملتا ہے۔ جس کے مطابق آپ سرائے خواجگان کی مسجد میں مجذوبی حالت میں بیٹھے رہتے تھے۔ غازی

Marfat.com

قلندرؒ کی محبت والہانہ انداز میں تھی۔ دنیاوی مال و دولت کی محبت کی مطلق پروانہ تھی۔ جو عقیدتمند نقدی اور تحائف لاتے وہ اُسی وقت ضرور تمندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ مست وار فقیر تھے۔ آپؒ کے بارے میں یہ بتانا مشکل تھا کہ کس علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔

وچوں آتش باہروں خاکی دسدے حالوں خستوں
جے ہک نعرہ کرن محمد ڈھن پہاڑ شکستوں

Marfat.com

حضرت مائی دھنیؒ

حضرت مائی دھنی کا شمار جلیل القدر صوفیاء میں کیا جاتا ہے۔ دھنی مظفر آباد میں اُن کا آستانہ بڑے روحانی مرکز کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ آپؒ کے عہد کا مظفر آباد آپ راجیوں میں بٹا ہوا تھا۔ لوگوں کی معاشی حالت ابتر تھی۔ آمدن کے ذرائع محدود اور دشوار تھے۔ غیر مسلم اقوام کی نسبت مسلمان زیادہ مفلوک الحالی کا شکار تھے۔ جو کچھ کماتے وہ سود خور مہاجنوں کی نذر ہو جاتا تھا۔ ان حالات میں صوفیاء کے آستانے ستم رسیدہ لوگوں کو حوصلے اور یقین کی دولت سے مالا مال کرتے تھے۔ مائی صاحبہ کے ہاں سے کبھی کوئی مایوس نہیں لوٹا۔

آپؒ کے حالات زندگی کے بارے میں زیادہ تفصیلات گوشہ گمنامی میں ہیں۔ معلوم نہیں تصوف کے کس سلسلے سے تعلق تھا اور کونسے صوفیائے کرام سے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ تاہم کشف و کرامات کے واقعات سینہ بہ سینہ سننے کو ملتے ہیں جن سے آپؒ کی بلند پایہ روحانی شخصیت کا کسی حد تک اندازہ ہوتا ہے۔ آستانہ محکمہ اوقاف کی نگرانی میں ہے۔ عرس کے علاوہ عام دنوں میں بھی زائرین کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ مائی صاحبہ کی مستند سوانح عمری کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

Marfat.com

حضرت مائی سمیؒ

مظفرآباد کے نامور اولیائے کرام میں سے تھیں ۔آپ کو یہ بلند روحانی مرتبہ سلطان المشائخ حضرت سید محمد علی شاہؒ کی نگاہ فیض سے ملا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک بار حضرت شاہ صاحب نے اِس علاقہ سے گزرتے ہوئے ایک عورت کو اپنی زبان میں گیت گاتے سنا۔آپؒ کچھ دیر وہاں رہے جب وہ عورت اپنا گیت ختم کر چکی تو اُس سے اس کا نام پوچھا جب اُس نے کہا کہ میرا نام سمی ہے۔اِس پر آپؒ نے اُس سے کہا کہ آج سے تم سمی نہیں بلکہ امی ہو تم سارے جگ کی اُمی ہو۔یہ سننا تھا مائی سمی کی حالت بدل گئی۔جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے آپکو عبادت اور ریاضت کے لئے وقف کر دیا جو فرماتی وہ اُسی لمحے پورا ہو جاتا۔یہ فیضان کی ایسی کیفیت تھی جس سے گردونواح کے لوگوں کی بڑی تعداد جو بھی آتا مایوس واپس نہ جاتا۔بیماروں اور مقروضوں کو شفا اور قرض کی ادائیگی خزانہ غیب سے ہونے لگی۔آنے والوں کو مائی صاحبہ کے حضور سے کچھ نہ کچھ ضرور عطا ہوتا تھا۔مظفرآباد اور نیلم کے اضلاع میں آپؒ کے فیوض و برکات کی بے شمار باتیں اب بھی سننے کو ملتی ہیں۔یہ وہ باتیں ہیں جو اپنے بزرگوں سے موجودہ نسل تک پہنچی ہیں۔اِن میں خاصی صداقت ہے۔آپؒ کے وصال کے کافی عرصہ بعد جب وادیٔ نیلم کی سڑک کی تعمیر شروع ہوئی تو آپ کا مزار سڑک کے درمیان میں آ گیا۔ٹھیکیدار نے سڑک نکالنے کی بڑی کوشش کی مگر ہر بار ناکام ہوا۔آخر ایک رات خواب میں آپؒ نے اُسے کہا کہ سڑک مزار کے پاس سے نکالی جائے اُس نے آپؒ کے فرمان کی روشنی میں سڑک کو یہاں سے گزارا۔

Marfat.com

حضرت ملک صاحب دینؒ

حضرت ملک پیر صاحب دینؒ سدھن سردار سیل خان کی اولاد میں سے تھے۔ والد مخالف قبیلہ کے ہاتھوں ایک لڑائی میں مارے گئے۔ والدہ آپؒ کو لے کر ننہال آ گئیں۔ جب بڑے ہوئے تو والد کی المناک موت کا پتا چلا۔ اُسی وقت عہد کیا کہ جب تک بدلا نہ لوں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔ باپ کے قاتلوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد دینی تعلیم کی جانب متوجہ ہوئے۔ دہلی کے ایک مدرسہ میں زیر تعلیم رہے۔ اس دوران بزرگانِ دین کے آستانوں پر حاضری معمول رہی۔ ایک روز استاد نے مسجد کے لئے پانی لانے کو کہا جب سر پر گھڑا رکھے آ رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ گھڑا ہوا میں خود بخود چلا آ رہا ہے۔ استاد نے کہا کہ اب آپؒ بزرگی کے منصب پر فائز ہو چکے ہیں۔ اس لئے کسی مرشد کامل کی تلاش کریں اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہو کر مخلوقِ خدا کی خدمت کریں۔ لوگوں کی رہنمائی کریں جس پر آپؒ حضرت امام بری سرکارؒ کے حضور تشریف لائے اور بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ان کی خدمت میں رہ کر روحانی مراتب طے کیے۔ ایک روز جنگل سے بچ کے لئے ایک بڑا درخت اکھیڑ کر لائے۔ جوں ہی درخت کو دربار کے احاطہ میں رکھا وہ اُسی وقت ہرا ہو گیا۔ حضرت بری سرکارؒ کے فرمان کی وجہ سے اب آپؒ نے اپنے علاقہ کی واپسی کا پروگرام بنایا۔ راستہ میں کوٹلی ستیاں میں ایک گھر میں رات قیام کیا۔ گھر والے آپؒ سے متاثر ہوئے اور اپنی بیٹی کی شادی آپؒ سے کر دی۔ آپؒ کو جب بھی موقعہ ملتا نور پور شاہاں ضرور آتے تھے۔ دریا جہلم چاہے کتنا ہی جوبن پر کیوں نہ ہو آپ کو راستہ دے دیتا تھا۔ ایک بار آپکی اہلیہ بھی ساتھ تھیں ملاح کو پار چھوڑنے کیلئے کہا مگر وہ کہنے لگا کہ ابھی سواریاں پوری نہیں ہیں اس لئے ذرا ٹھہر جائیں۔ یہ سن کر گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ گھوڑا نے طغیانی کی پروا کئے بغیر دریا کو عبور کر لیا۔ اسی طرح کے اور بھی واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ جن سے آپؒ کے بلند روحانی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپؒ اِس علاقہ کے قدیمی بزرگوں میں سے تھے۔ ناخواندگی کے سبب تذکرے لکھنے کا رواج نہ تھا۔ اِس لئے اپنے عہد کے نامور صوفی کے حالات زندگی اور عظیم روحانی خدمات کے بارے میں جاننے سے لوگ محروم ہو گئے ہیں۔ سدھن قبیلہ کی تہذیبی و سماجی روایات پر گہرے نقوش مرتب کیے

Marfat.com

ہیں۔دوسرے قبائل میں بھی آپ کا احترام پایا جاتا تھا۔حضرت امیر خسروؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

در نظر او زگدا و ملوک

درشدہ بے جادہ سلک سلوک

بر دراو ہر کہ ارادت نمود

زندہ جاوید شد از مردہ بود

حضرت پیر صاحب دین کی یادگار صرف ایک چبوترہ ہے۔روائت بیان کی جاتی ہے کہ آپؒ زندہ زمین میں سما گئے تھے۔جہاں عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ جب بہت ضعیف ہوگئے تو اکثر چبوترہ پر بیٹھے رہتے تھے۔جہاں لوگ ملاقات کر لیتے تھے۔ایک روز غسل کیا۔پھر چبوترہ پر آکے بیٹھ گئے۔وہاں ہی سب کی نظروں کے سامنے غائب ہوگئے۔مریدین نے یہاں بیٹھک بنادی۔

Marfat.com

حضرت میاں محمد بخشؒ

دوسرے علاقوں کی طرح جموں وکشمیر میں بھی اسلام کی اشاعت کا سہرہ صوفیائے کرام کے سر ہے۔ جو یہاں مختلف وقتوں اور زمانوں میں تبلیغ کی غرض سے آتے رہے۔ حضرت ملا شاہؒ پہلے قادری بزرگ تھے جو حضرت میاں میرؒ لاہوری کے حکم پر یہاں آئے۔ یہاں تقریباً دو سال تک قیام کیا۔ حضرت پیرا شاہ غازی قلندریؒ نے جموں اور پوٹھوہار کے سنگھم میرپور کے مقام پر ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جسے ان کے مرید باصفا حضرت میاں محمد بخشؒ نے اپنی انتھک کوششوں سے ایک عظیم روحانی مرکز میں بدل دیا۔ جن کے فیوض و برکات سے گردونواح نہیں بلکہ دور دراز کے علاقے بھی مستفیض ہوئے۔ گوجروں کے پسوال گھرانہ سے تعلق تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر میں والد محترم سے حاصل کی۔ پھر قریبی گاؤں سموال شریف میں حافظ غلام حسینؒ کے مدرسہ میں داخل کرایا گیا۔ جہاں انہوں نے فقہ۔ حدیث اور منطق میں دسترس حاصل کی۔ یہاں کے اساتذہ میں سے حافظ محمد علیؒ اور حافظ ناصرؒ نے ان کی شخصیت پر گہرے نقوش مرتب کیے۔ اکثر حافظ ناصرؒ کے فرمانے پر مولانا جامیؒ اور دوسرے صوفی شعراء کا کلام خوش الحانی سے پیش کرتے۔ جن سے حافظ صاحب پر جذب کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ایک بار حافظ صاحبؒ نے کچھ سنانے کو کہا تو انہوں نے کہا کہ ایک شرط پر کہ میرے لئے دعا کریں۔ اس مدرسہ میں پڑھائی جانے والی کتابوں کا علم مجھے حفظ ہو جائے۔ آپؒ اُس وقت جذب کی حالت میں تھے یہ سن کر کہا کہ خدا تعالےٰ تم کو علم لدنی عطا فرمائے اور تمام پڑھی اور نہ پڑھی ہوئی کتابیں تمہارے لئے آسان ہو جائیں۔ اساتذہ کی توجہ اور علمی لگن سے انہوں نے مروجہ علوم پر مہارت حاصل کرلی۔ ابھی پندرہ سال کے تھے کہ کہ والد شمس الدین پوسوالؒ سخت بیمار ہوئے۔ بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ انہوں نے عزیز واقارب کو جمع کر کے کہا کہ میں شائد اب زندہ نہ رہوں۔ مرنے سے پہلے چاہتا ہوں کہ سجادہ نشینی کی ذمہ داری کسی کے سپرد کردوں۔ پھر فرمانے لگے کہ میرے خیال میں محمد بخشؒ سے زیادہ اس بوجھ کو اٹھانے کا کوئی حقدار نہیں ہے۔ والد محترم کی بات سن کر کہا کہ بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے میری کیا مجال کہ اس بوجھ کو اٹھاؤں۔ میرے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا ہی کردیں وہ ہی میرے لئے

Marfat.com

کافی ہوگا۔باپ نے یہ بات سنی تو اُٹھ کر آپکو اپنی بانہوں کے گھیرے میں لیتے ہوئے بغداد شریف کی طرف منہ کر کے فرمانے لگے کہ اے دستگیرؒ میرے بچے کو اپنی شفقت میں قبول کریں۔ یہ فیصلہ سنکر آپکی چیخ نکل گئی۔ زاروقطار رونے لگے۔مجلس میں موجود دوسرے لوگ بھی آبدیدہ ہوگئے۔والد کی وفات کے بعد زیادہ وقت دربار پر ہی گزرنے لگا۔ایک بار مراقبہ میں غازی قلندرؒ سے بیعت کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے حضرت سائیں غلام محمدؒ کے پاس کلروڑی شریف حاضر ہونے کا حکم دیا کہ وہاں جاکر ان کے دست مبارک پر ظاہری بیعت کریں۔ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا کہ صبر کریں۔اس طرح کئی سال گزر گئے۔ یہاں تک کہ عشق کی تپش نے انہیں بے حال کر دیا۔کافی انتظار کے بعد ایک روز سائیں صاحب نے انہیں بیعت کر کے تصوف کے اسرار و رموز سے آگاہ کرتے ہوئے قادری سلسلہ میں رائج ذکر وفکر کے طریقے بتائے۔ کچھ عرصہ کے بعد انہیں حضرت شیخ احمد ولیؒ جو کشمیر کے نامور صوفیاء میں سے تھے کے پاس اپنے حصے کا باطنی فیض لینے لئے جانے کا حکم دیا۔ان کی ہدایت پر میاں صاحب نے کشمیر کا سفر کیا۔راستے میں بے شمار لوگ ملے جنہوں نے بتایا کہ وہ سرینگر میں حضرت شیخ کے گھر کافی عرصے تک مقیم رہے ہیں مگر طویل انتظار کے بعد بھی ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ یہ باتیں سنکر آپؒ مایوس نہ ہوئے۔ سفر جاری رکھا۔ جب سرینگر میں حضرت شیخ کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ ایک خوبرو نوجوان بیٹھا تلاوتِ کلام پاک میں مصروف ہے۔آپؒ نے اُس سے حضرت شیخؒ کی بابت دریافت کیا۔تو اس نے بتایا کہ ان کے آنے کو کسی کو کچھ علم نہیں ہے۔بعض اوقات کئی ماہ کے بعد گھر تشریف لاتے ہیں۔ یہ سن کر افسردہ ہوئے۔سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے اتنی دیر میں مکان کا دروازہ کھلا۔ایک نورانی صفت بزرگ ہاتھ میں عصا لئے گھر کے اندر تشریف لائے۔آتے ہی میاں صاحب کے یوں گلے ملے گویا انہیں عرصے سے جانتے ہوں۔خیریت پوچھی پھر سفر کے حالات دریافت کیے۔لباس اور پاؤں کے جوتے خریدنے کے لئے رقم دی۔انہوں نے لینے سے انکار کر دیا مگر جب حضرت شیخ صاحبؒ کا اصرار حد سے بڑھا تو اِس شرط پر رقم لی کہ دوبارہ ملاقات سے بازیاب کریں گے۔انہوں نے وعدہ کیا کہ جب واپس وطن کو جائیں گے تو ضرور ملاقات ہوگی۔ یہاں سے

Marfat.com

فارغ ہوکر سرینگر میں بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دی۔ایک ماہ کشمیر میں رہے۔واپسی پر حضرت شیخؒ سے الوداعی ملاقات کے لئے حاضری دی تو دیکھا وہی لڑکا تلاوت کلام پاک میں مصروف ہے۔اجازت لے کر اندر گئے تو حضرت شیخ نے ایک کمرے میں دروازہ بند کر کے باطنی دولت سے سرفراز کیا۔اب آپؒ کا زیادہ وقت عبادت وریاضت میں بسر ہونے لگا۔جب فارغ ہوتے تو لازماً دربار پر حاضر رہتے۔مرشد کی محبت جوش مارنے لگتی تو ریش مبارک سے احاطے کی جاروب کشی کرتے تھے۔پنجاب اور پوٹھوہار کے قادری بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری کے لئے متعدد سفر کیے۔حضرت قاضی صاحب آوان شریف سے گہرے روابط تھے۔دونوں اکثر ایک دوسرے کے مہمان بنتے تھے۔ایک بار قاضی صاحب کھڑی شریف سے رخصت ہونے لگے تو میاں صاحب نے یہ الوداعی رباعی پڑھی۔

سجن وداع کریندیاں نیناں چائے وین
نہ رودو نینوں بھیڑیو دیکھن دیونین
سکھ چلے دکھ آ ملے درد اٹھائے چین
میلے فر محمد ا خبر نہیں کد ہین

''دوست کو الوداع کہتے ہوئے چھم چھم رونے لگے ہیں اے نینو نہ رو مجھے دوست کے نین دیکھنے دو سکھ ختم ہوا اور دکھ آ ملا۔درد کا دور شروع ہوگیا۔اے محمد خبری اب ملاقات نصیب ہوگی بھی کہ نہیں''

قاضی صاحبؒ کی والہانہ محبت میں میاں صاحبؒ نے دو رباعیاں کہی تھیں۔سید نور محمد قادری نے ''قطب العارفین'' میں ایک رباعی نقل کی ہے۔

ناں میں سوہنی تے نہ من موہنی جوبن روپ لپیٹی او یار
ناں کوئی لعل جواہر موتی ہیرا ہیر سلیٹی او یار
ناں میں سسی جوبن رتی آدم جائی بیٹی او یار

Marfat.com

نال سلطاناں نہیوں کی جاناں گجر دی گجریٹی اویار

ملاحظہ ہو قلمی بیاض مملوکہ سید سبط الحسن ضیغم لاہور

آپؒ کی شہرت مہاراجہ کشمیر پرتاب سنگھ تک پہنچی وہ اپنے ہمرائیوں کے ساتھ ملاقات کے لئے کھڑی شریف آیا۔ خادم کے ذریعے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپؒ نے کہلا بھیجا کہ وظیفہ ختم کر کے حجرہ سے باہر آؤں گا۔ کافی دیر کے بعد تشریف لائے۔ مہاراجہ نے وزیر کو نیاز پیش کرنے کا حکم دیا۔ آپؒ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اُس نے کہا کہ لنگر کے لئے ہے۔ آپؒ نے تھیلی میں سے ایک روپیہ قبول کر کے باقی رقم لوٹا دی۔ مہاراجہ نے زمین دینی چاہی تو میاں صاحب نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ لنگر کو چلانے والا خود ذمہ دار ہے۔ جاتے ہوئے مہاراجہ نے اولادِ نرینہ کے لئے درخواست کی۔ آپؒ نے ''ساوی جھنگی'' سے دو پتے دیتے ہوئے تاکید کی کہ ایک خود کھانا اور دوسرا اپنی بیگم کو دینا مراد پوری ہوگی۔ کچھ عرصہ کے بعد مہاراجہ کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے۔

مہاراجہ کے جانے کے بعد بڑے بھائی بہاول بخشؒ نے کہا کہ آپؒ تو تارک الدنیا ہیں مگر میں تو بال بچے والا ہوں اگر کچھ زمین ہی مانگ لیتے تو کیا ہرج تھا۔ آپؒ نے یہ سن کر کہا کہ حضرت پیرا شاہ غازیؒ کی درگاہ کے ہوتے ہوئے آپؒ کو اور کیا چاہئے۔ دراصل حاکمانِ وقت سے دور رہ کر توکل کے سہارے زندگی بسر کرنا آپؒ کے سلسلہ کے بزرگان کی روائت رہی ہے۔ انہوں نے تذکرہ مقیمی میں اِس اجمال کی تفصیل اچھوتے انداز میں بیان کی ہے۔ حضرت سائیں غلام محمدؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حاکمانِ وقت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت بابا بدوح سرکارؒ اور حضرت بابا فیض بخشؒ نے بھی اسی روش کو اپنائے رکھا۔ اس کتاب میں حضرت غازی قلندر کے سلسلہ طریقت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

آپؒ سرکار حضرت پیر شاہ غازی قلندر دمڑیاں والا کا سلسلہ مریدی خاندانِ قادریہ سے اِس طرح ملتا ہے کہ آپؒ سید محمد امیر بالا پیرؒ کے مرید تھے۔ اور وہ فرزند و مرید سجادہ نشین حضرت سید محمد مقیم کے اور وہ خلیفہ و مرید حضرت سخی جمال اللہ حیات المیر زندہ پیرؒ کے اور وہ مرید حضرت قطب اقطاب

Marfat.com

سید السادات غوث صمدانی محبوب سبحانی قطب ربانی جناب شیخ المشائخ حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے ''تذکرہ مقیمی میں آپؒ نے ڈوگرہ استبداد کے ہاتھوں جموں وکشمیر کے عوام کی زبوں حالی کے واقعات کا ذکر کیا ہے۔ اِس اعتبار سے یہ تصنیف اُس دور کے واقعات کا مرقع ہے۔

میاں صاحب کی تصانیف کی تعداد سترہ کے قریب ہے۔ ان میں زیادہ شہرت قصہ سیف الملوک کو مِلی ۔ دیکھنے میں تو یہ ایک قصہ ہے مگر یہاں میاں صاحب کے منفرد طرزِ نگارش نے اُسے ایک عہد آفرین داستان کی صورت بخشی ہے۔ بدی الجمال کی محبت میں شہزادہ سیف الملوک کا پر خطر سفر قاری کو جہد مسلسل پر ابھارتا ہے۔ شعر دیکھئے:

قصہ سیف مُلو کے والا اِس کارن ہن کہنا

طالب ہمت کر کے چلے روانہ رکھے بہنا

آپؒ کی دوسری تصانیف بھی ان کے فکری اسلوب کا خوبصورتی سے احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ دراصل فطرت کے گہرے مشاہدے نے ان کے فن کو ابدی رفعتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ داستانوں میں ڈرامائی اسلوب نے میاں صاحب کو دنیائے ادب کا بڑا تمثیل نگار بنا دیا ہے۔

جس دل اندر ہووے بھائی اک رتی چنگاری

ایہہ قصہ پڑھ بھانبڑ بن وانال رہے دے یاری

نامور محقق اور دانشور محمد خلیل ثاقب آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ ''علی ہذا القیاس حضرت میاں صاحبؒ نے اس حسن وعشق پر مبنی ہزاروں سال پرانی روحانی داستان کو تصوف کے رنگ میں سفر العشق المعروف قصہ سیف الملوک کے عنوان سے خوب نبھایا ہے۔ سیف الملوک میں ہر رنگ درجہ کمال پر پہنچا ہوا ہے اور اس میں ہرِ مضمون اور ہر عنوان موجود ہے۔ گویا آپؒ کی یہ کتاب گنج فقر دریائے فقر، دریائے معرفت قندیل نور اور معدن ومخزن اخلاق ہے۔ یہ ان سب ناموں پر پوری اترتی ہے''

عبادت وریاضت کے ساتھ ساتھ لوگوں کے مسائل کے حل کے لئے بھی گہری دلچسپی لیتے

Marfat.com

تھے۔مظلوموں کی دادرسی کرنے میں وہ کسی جابر سے جابر شخص کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔پنجن جہاں وہ گرمیاں گزارنے جاتے تھے ایک باران کی موجودگی میں بندوبست ہوا۔آپکی کوششوں سے مہتمم بندوبست نے غریب کسانوں سے مالیہ کی وصولی میں کافی حدتک رعائت کی۔ممتاز نقاد اور محقق پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین اظہر اپنی تصنیف میاں محمد بخش شخصیت اور فن میں لکھتے ہیں کہ ''جدوجہد اور دعوت عزیمت کو میاں صاحب کے وسیع فکری مطالعے نے اور زیادہ موثر بنادیا ہے ان کے مطالعے اور فکر کے ڈانڈے قرآن وحدیث فارسی شعراء عطار رومی، جامی، منصور حلاج اور خواجہ حافظ سے لیکر صوفی شعراء تک پھیلے ہوئے ہیں۔انہوں نے تصوف کی ہندی اور ایرانی روائت کو جذب کر کے ذاتی اور اجتماعی سوزوگداز کے فیضان کو فکر انگیز اور دلکش پیرائے میں ڈھالا ہے۔ابن عربی اور مولانا روم کی صوفیانہ روائت سے گہرے تعلق نے ان کی انسان دوستی کو عمیق بنادیا اور انہیں مطالبات نفس کے بجائے ضبط نفس کی لذت سے بھی آشنا کیا''

میاں صاحب بلاشبہ ایک عہدِ آفرین شخصیت تھے جنہوں نے فنی گہرائی اور گیرائی سے تصوف اور شعروادب کی مروجہ روایات پر گہرے نقوش مرتب کیے۔ بقول نامور صحافی بشیر سوہاوی ''میاں صاحب پوٹھوہار وکشمیر کے لئے کوہِ ندا کی حیثیت رکھتے تھے'' ان کی فکر سے پھوٹنے والی کرنیں آنے والے وقت اور زمانوں کو متاثر اور رہنمائی فراہم کرتی رہیں گی۔پنجابی زبان وادب کی ترقی کے لئے ان کی شعری نگارشات کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ریاست جموں وکشمیر میں پنجابی زبان کے چلن میں صاحب سیف الملوک کے شعری ورثے کا بنیادی کردار ہے۔انہوں نے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد 21 جنوری 1907ء کو کھڑی شریف میں وصال فرمایا جہاں عرس کی تقریبات شان وشوکت سے منائی جاتی ہیں۔

Marfat.com

حضرت سائیں دھیروپ بادشاہؒ

حضرت سائیں دھیروپ بادشاہؒ جلیل القدر صوفی تھے۔ جنہوں نے اہل پونچھ کو فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔ آپؒ حضرت داؤد شاہ حقانیؒ دان گلی والوں کے مرید تھے۔ سیلانی طبع تھے بہت سے علاقوں کی سیاحت میں وقت گزارتے تھے۔ تبلیغ دین کے ساتھ بیماروں، مقروض اور مصائب میں مبتلا لوگ دعا کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ جہاں قیام ہوتا لوگوں کا ہجوم کھنچا چلا آتا تھا۔ آپؒ کے افکار سے سننے والوں کو روحانی آسودگی کا احساس ہوتا تھا۔ بے شمار کرامات ظاہر ہوتیں۔ جواب بھی لوگوں کو یاد ہیں۔ مگر ایک بات جس کی طرف آپؒ نے اشارہ کیا تھا وصال کے بعد بھی پوری ہوئی۔ آپ کا قول تھا کہ جب علاقہ میں قتل یا کوئی سنگین واقعہ رونما ہونے لگے گا۔ اس واقعہ سے قبل میری قبر سے آواز آنا شروع ہو جائے گی۔ آپؒ کے وصال کے بعد ایسا ہی ہوا اس بات کی گواہی سبھی نے دی۔ جیسا کہ حضرت شبلیؒ کا فرمان تھا ''فقیر سوائے حق کے کسی چیز سے آرام نہیں پاتا''۔ آپؒ نے بھی اسی قول کی تفسیر میں خود کو وقف کیے رکھا۔ بنیادی طور پر دنیاوی معاملات سے بے نیاز تھے۔ طمع یا لالچ کو کبھی بھی پھٹکنے نہ دیا۔ حیات مبارکہ سراپا خیر تھی۔ جس سے لوگوں میں شریعت کے اتباع کا جذبہ پیدا ہوا۔ ان میں عشق حقیقی کی حلاوت پیدا ہوئی۔

عشق آں شعلہ است کہ جوں برفروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب بھڑک اٹھا تو معشوق کے سوا باقی سب کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ جیسا کہ صاحبِ ''اسرار کبیری'' نے لکھا ہے کہ ذکر الٰہی ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی شراب ہے جب عاشق لوگ اس سے مست ہو جاتے ہیں تو سو برس کی راہ گھڑی بھر میں طے کرتے ہیں اور جو غیر حق ہو اُس کو بھول جاتے ہیں۔

حضرت سائیں دھیروپ بادشاہ نے سدھن قبائل میں رشد و ہدایت کے جو چراغ روشن کیے

Marfat.com

اُس سے سدھنوتی کا وسیع علاقہ فیضیاب ہوا۔ بلاشبہ آپ کا آستانہ ایک بڑا روحانی مرکز ہے۔

حضرت سید محمد علی شاہ ؒ

حضرت سید محمد علی شاہ ؒ تاریخی قصبہ کہوڑی مظفرآباد سے تعلق رکھتے تھے۔ اِس قصبہ کو راجہ نجف خان کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل ہے۔ سکھوں کے خلاف تاریخی معرکہ یہاں ہی لڑا گیا۔ جس کی تفصیلات نجف خان کی لوک داستان میں ملتیں ہیں۔ کہوڑی کو حضرت سید محمد علی شاہ ؒ کی ذات سے بھی بڑی پہچان ملی۔ چونکہ اُس دور میں تذکرے لکھنے کا رواج نہ تھا۔ اس لئے صرف آپ ؒ کے ہی نہیں بلکہ دوسرے صوفیائے کرام کے حالات زندگی کے بارے میں بہت کم تحریری مود ملتا ہے۔ جو واقعات بھی ملتے ہیں وہ سینہ بہ سینہ ملنے والی روائتوں سے مدد لے کر لکھے گئے ہیں۔ سید محمود آزاد کی روائت کے مطابق آپ ؒ ملتان کے سادات کرام میں سے تھے۔ وہاں سے نور پور شاہاں بری امام کے آستانہ پر کافی عرصہ پر قیام پذیر رہے۔ انہیں یہاں سے آپکو بے پناہ روحانی فیض ملا۔ ایک بار ملتان سے ایک بزرگ نے بری سرکار حضرت شاہ لطیف ؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر مظفرآباد کے پہاڑی علاقے کی سیاحت کی خواہش ظاہر کی۔ ساتھ ہی کسی کو روانہ کرنے کی استدعا کی جس پر بزرگ کے ساتھ آپکو روانہ کیا گیا۔ دونوں لیپہ سے ڈنگدار پہنچے وہاں سے وادیٔ کشمیر کی جانب جانے کا پروگرام بنایا جس کی انہیں اجازت نہ ملی۔ جس پر بزرگ نے اپنے سامان کی گٹھڑی آپکے حوالے کرتے ہوئے ایک پتھر کو گھوڑا بنا کر آپکو اپنے ساتھ سوار کرلیا اور پرسچہ پہنچے وہاں بزرگ دریا میں غوطہ زن رہے۔ بعد میں یہاں سے ہڑامہ چلے آئے اور ایک پتھر پر کافی عرصہ محو عبادت رہے۔ پھر وہاں سے پرسچہ چلے آئے۔ ایک بار بزرگ آپکو چھوڑ کر کہیں گئے ہوئے تھے آپ ؒ نے ان کی غیر موجودگی میں گٹھڑی کو کھول کر دیکھا تو آپ ؒ کو مٹھائی کی طرح کی کوئی چیز ملی جسے آپ ؒ نے بزرگ کے آنے سے قبل تھوڑا سا کھالیا جب بزرگ واپس آئے تو انہوں نے گٹھڑی کو کُھلا ہوا پایا تو پوچھا کہ کیا سب کھا گئے ہو جس پر آپ نے بچی ہوئی مٹھائی ان کے حوالے کر دی۔

اس کے بعد وہ بزرگ غار میں گوشہ نشین ہو گئے۔ غار میں جانے سے قبل پوچھا کہ میرے

Marfat.com

سامنے رہنا چاہتے ہو کہ پیچھے۔ جس پر آپؒ نے سامنے رہنے کا کہا جس پر کہوڑی کا علاقہ آپؒ کے تصرف میں دے دیا۔ یہ بھی کہا کہ میرا کوزہ باہر آتا رہے گا۔ اُسے بھر کر بھیجتے رہنا۔ جب یہ باہر آنا بند کر دے تو سیدھے کہوڑی چلے جانا۔ کچھ عرصہ بعد کوزہ باہر آتا رہا اُسے بھر کر واپس بھیجتے رہے جب کوزہ باہر آنا بند ہو گیا تو آپؒ وہاں سے کہوڑی چلے گئے۔

کہوڑی پہنچ کر جھونپڑی ڈال کر عبادت و ریاضت میں بیشتر وقت صرف کرنے لگے۔ یہ جگہ ایک لوہار کی ملکیت تھی جس نے جگہ چھوڑنے سے انکار کیا تو آپؒ نے اپنی کرامت کے زور پر اُسے معہ دوکان وہاں سے کافی دور ایک کھیت میں پہنچا دیا۔ صبح اٹھا تو اُسے معلوم ہوا کہ وہ اپنی اصل جگہ سے بہت دور کھڑا ہے۔ وہاں اُسے رہنے کو جگہ مل گئی۔ اِس واقعہ کا بہت چرچا ہوا۔ ایک بار گاؤں کے پل پر سے گزر رہے تھے دیکھا کہ سامنے سے ایک ہندو پانی کا کٹورہ لئے چلا آ رہا ہے۔ جب وہ آپؒ کے قریب پہنچا تو زور سے شور مچانا شروع کر دیا کہ میرا پانی بھرشٹ ہو گیا ہے۔ میرا پانی بھرشٹ ہو گیا ہے جس پر آپؒ نے اُس ہندو کو روک کر اسلام قبول کرنے کا کہا جسے اُس نے مان لیا۔ قریبی آبادی سے اور ہندو بھی آ گئے۔ انہیں بھی اسلام قبول کرنے کو کہا تو وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اِس طرح ایک اندازے کے مطابق ستر کے قریب ہندوؤں نے اُسی پل پر اسلام قبول کیا۔ اِسی طرح ان ہندوؤں کے قرابت داروں کی بڑی تعداد مسلمان ہوئی۔ کہوڑی کی سمی کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ جو بھینس چراتے ہوئے گیت گا رہی تھی۔ آپؒ کے پوچھنے پر اُس نے اپنا نام سمی بتایا آپؒ نے کہا کہ تم آج سے سب کی امی ہو۔ یہ سنتے ہی اُس پر جذب کی حالت طاری ہو گئی۔ اپنے وقت کے نامور صوفیائے کرام میں اُس کا شمار ہونے لگا۔ مائی صاحبہ کا ذکر الگ سے آ چکا ہے۔ مدن سنگھ آپ کا غریب سکھ ہمسایہ تھا جو سبزی بیچ کر مشکل سے گزارہ کرتا تھا۔ ایک روز آپؒ نے اُسے کچھ پیسے دے کر کہا کہ ان سے تو کاروبار کو بڑھا۔ آپؒ کے دیئے ہوئے روپے سے تھوڑے ہی عرصہ میں وہ مالدار ہو گیا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ ایک مفلس و کنگال شخص صرف سبزی بیچ کر کیسے امیر بن سکتا ہے۔ اس کی رشتہ دار عورتوں نے اُس کی گھر والی سے یہ راز حاصل کر لیا حالانکہ آپؒ نے یہ بات کسی اور کو بتانے سے منع کی تھی۔ جلد ہی لوگوں کو موہن سنگھ کی امارت کا راز معلوم ہو گیا۔ اب اس کے رشتہ داروں نے اُسے کہا کہ تم فقیر کو مل کر جو رقم اب تک

Marfat.com

لی ہے واپس کردو اور کہو کہ اپنا حساب میرے ساتھ بیباک کردو۔ رشتہ داروں کے مجبور کرنے پر وہ آپؒ سے ملا اور حساب کے بیباک کرنے کا کہا آپؒ نے کہا کہ پھر کبھی سہی دوسرے دن وہ پھر آپؒ کے پاس گیا۔حساب بیباک کرنے کے لئے کہا آپؒ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ جب اُس نے اصرار کیا تو کہا کہ ابھی حساب بیباک ہوا چاہتا ہے آپؒ کا فرمانا تھا کہ آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا زور کا مینہ برسنا شروع ہوا۔ ہر طرف جل تھل ہوگیا۔تیز طغیانی سے مدہن سنگھ کا مال واسباب پانی میں بہہ گیا وہ پہلے والی حالت پر آ گیا۔ اِس طرح کے اور بھی واقعات مشہور ہیں جن سے آپؒ کی روحانی بلندی کا پتا چلتا تھا۔آپؒ کے ہاتھ مبارک پر غیر مسلموں کی بڑی تعداد اسلام میں داخل ہوئی۔ اقبال کا یہ شعر آپ کے حسبِ حال ہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستانوں میں

Marfat.com

حضرت میاں یوسف علیؒ

حضرت میاں یوسف علیؒ کا صوفیہ کے نامور خانوادہ سے تعلق تھا۔نسبی تعلق گجروں کے گورسی قبیلہ سے تھا۔حقیقت یہ ہے کہ اِس خانوادہ میں بہت سے صاحبانِ حال وقال پیدا ہوئے جن کی دینی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ان میں سے حافظ غلام حسینؒ اپنے عہد کی نابالغہ روزگار شخصیت تھے۔جو ظاہری و باطنی علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔زہد و تقویٰ میں بزرگانِ سلف کے اطوار کی کامل تصویر تھے۔باعمل صوفی کی حیثیت سے لوگوں میں دینی قدروں کا شعور پیدا کیا۔پرہیز گاری و خشیت الٰہی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے جیسا کہ حضرت شیخ الشیوخ حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ نے لکھا ہے کہ ''پس صوفیائے کرام کے قلوب حافظ ہیں (اسرار الٰہی کے) اس لئے کہ دنیا کی طرف انہوں نے رغبت بہت کم کی اور اس کے بعد جب تقویٰ کی جڑ اور بنیاد ان کے اندر مستحکم ہوگئی تو پرہیز گاری و تقویٰ سے ان کے نفوس پاکیزہ اور زہد کی بدولت ان کے دل صاف و شفاف ہوگئے اور جب انہوں نے دنیا کے علائق کو زہد کی حقیقت سے نیست و نابود کر دیا تو اس وقت ان کے بطون کے مسامات کھل گئے اور کوش دل سے وہ سننے لگے اور زہد دنیا اس میں ان کا معاون و مددگار رہا''۔بتایا جاتا ہے کہ

ایک بار سکھوں نے مسلمان آبادی پر حملہ کر دیا۔قریب تھا کہ مسلمان مغلوب ہو جاتے۔جب بچنے کی کوئی صورت نہ رہی تو لوگ آپکی ٹوپی کی وساطت سے دعا گو ہوئے۔اِس عمل کی برکت سے سکھ جلد ہی یہ علاقہ چھوڑ کر چلے گئے۔بزرگوں سے فیضیابی کی یہ صرف ایک روائت نہیں ہے۔اِسی طرح کی ایک اور روائت یوں پڑھنے میں آتی ہے۔مغلوں نے ایک بار یمن پر حملہ کر دیا لوگ نامور صوفی حضرت ابواللیثؒ کے پاس دعا کی غرض سے حاضر ہوئے۔اس وقت آپؒ کے ہاتھ میں چھڑی تھی انہوں نے وہ انہیں دے دی چھڑی کی برکت سے اہل یمن کو امان ملی۔اسی طرح ایک بار حضرت بایزیدؒ کی توجہ سے کفار کے لشکر کی جانب ایک آتش چلی جس سے

Marfat.com

وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

میر پور کا مردم خیز خطہ آزادی کی تحریکوں کا مرکز رہا ہے۔ مالیہ کی عدم ادائیگی کی تحریک کے نتیجہ میں یہاں کے باسیوں کو مصاحب میں مبتلا کر دیا تھا مگر یہاں کے غیور عوام کے پائے استقلال میں ذرا بھی کمی نہ آئی۔ لوگوں کو سزا کے طور پر سامان کی نقل وحمل کے لئے گرفتار کر لیا جاتا تھا۔ اور ان سے ناروا کاموں کی ادائیگی کے لئے کہا جاتا تھا۔ حافظ صاحب کو بھی ایک بار گاؤں کے دوسرے لوگوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ جب آپؒ کو سامان اٹھانے کر لے جانے کو کہا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ سامان خود بخود آپؒ کے ساتھ چل رہا ہے۔ ڈوگرہ افسر یہ دیکھ کر معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ نے اکیلے رہا ہونے سے انکار کر دیا اور کہا کہ دوسرے بے گناہوں کو بھی رہا کیا جائے۔ آپکی یہ بات مان لی گئی۔ یوں لوگوں کو بیگار سے نجات ملی۔

آپؒ کے کمالات سے لوگ مستفیض ہوتے تھے۔ ایک بار علاقہ قحط کا شکار ہوا۔ نقل مکانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ لوگ دعا کے لئے آپؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؒ کے ہاتھ اٹھاتے ہی آسمان پر بادل نمودار ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں مینہ برسنے سے علاقہ جل تھل ہو گیا۔ جس سے قحط کی حالت جاتی رہی۔

آپؒ کے تینوں بیٹوں کا شمار نامور صوفیائے کرام میں ہوتا تھا۔ یہ خانوادہ فقر کی روائت کا امین اور زہد وتقویٰ میں کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ جبکہ آپکی بیٹی شب بیدار اور عبادت گزار تھیں۔ سیاکھ میں آپؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ ایک بار علاقہ کے نامور عالم دین کا گزر یہاں سے ہوا۔ اُس نے آسمان سے مرقد پاک پر انور کی بارش برستے ہوئے دیکھی۔ نور کے ہالہ سے گرد و پیش منور ہو رہا ہے۔

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے اک صاحبِ اسرار

Marfat.com

اِس خانوادہ کے علماء کرام نے بھی حق گوئی کی ہمیشہ روائت کو زندہ رکھا۔ کسی با اثر شخصیت کے ناروا سلوک کو خاطر میں لائے بغیر مظلوم کی دادرسی میں ہمیشہ پہل کرتے تھے۔ کسی میں جرأت نہ تھی کہ وہ آپکے مقابل آتا۔ اِس ضمن میں مولوی عبدالکریم کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ سچی بات کہنے میں کسی بڑے حکومتی اہلکار کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ یہی وجہ ہے راشی اور بددیانت عناصر ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔ اس ضمن میں بہت سے واقعات سے اِس مردِ حر کی حریت پسندانہ فکر سے آگاہی ہوتی ہے۔

مولوی عبداللہ سیا کھویؒ اور مولوی محمد ابراہیمؒ نے اسی روش کو اپنائے رکھا۔ دونوں کا شمار نامور علماء کرام میں ہوتا تھا بلکہ مولوی عبداللہ سیا کھویؒ صف اول کے سیاسی رہنماء۔ عوامی شاعر تھے۔ اپنی بات سمجھانے کے لئے عوامی شاعری کا سہارا لیتے تھے۔ ''لیتر نامہ'' اٹھ جاگ زمیندارہ آپکی یادگار نظمیں ہیں۔ مولانا حسرت موہانی کی مانند جابرانہ قوتوں کو للکارتے رہے آپ کی مِلی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

میاں یوسف علی ریاضت کی سخت منزلوں سے گزرے تھے۔ کٹھن مجاہدوں سے نفس کو زیر کیے رکھا۔ کچھ عرصہ سیاحت میں بسر کیا آخر گورسیاں کو اپنا مسکن بنایا۔ یہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو پیشِ نظر رکھا۔ عوامی خدمت میں لگے رہتے۔ لوگوں کی بڑی تعداد آپؒ سے مستفیض ہوئی۔ شدید گرمی کے دنوں میں آگ کی تپش میں بیٹھے رہتے تھے۔ جب جاڑوں میں پانی یخ بستہ ہو جاتا تو غسل فرماتے۔ نامور سندھی بزرگ برکیۃ کا تار کا معمول بھی یہی تھا۔ جیسا کہ ''صوفیائے سندھ'' کا مصنف لکھتا ہے کہ ''سرما کے شدید موسم میں جب کہ شدتِ برددت سے پانی جم جاتا تھا شیخ برکیۃ کا تیار ایک چادر اوڑھ کر دریا کے کنارے تشریف لے جاتے اور غسل فرما کر اُسی بھیگی چادر میں نماز میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ نماز پڑھتے پڑھتے وہ چادر خشک ہو جاتی تو پھر غسل فرماتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے۔ اس طرح صبح ہو جاتی شدید

Marfat.com

گرما میں جب کہ سورج کی تمازت شباب پر ہوتی اور آفتاب کی حرارت سے چشموں کا پانی کھولنے لگتا تھا اور پرندے گرمی کی شدت سے ہوا میں اڑتے ہوئے گر پڑتے تھے آپؒ چٹیل صحراؤں میں تشریف لے جاتے اور تپتی ہوئی ریت پر نماز میں مشغول ہو جاتے''

آپؒ کی دلنوازی لوگوں کو گرویدہ بنائے رکھتی تھی۔ گفتگو میں بڑی تاثیر تھی جو بات کسی کو بتاتے تھے وہ اُسے حفظ ہو جاتی تھی۔ یوں آپؒ کے رشد و ہدایت کا سلسلہ مقبول ہوتا چلا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ غربا اور مساکین کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھتے تھے۔ مسافروں کے آرام پر بھی توجہ دیتے۔ محتاج اور غنی سبھی کسی تخصیص کے بغیر فیضیاب ہوتے۔ جو بھی آمدن ہوتی وہ مہمانوں کی آسائش پر خرچ کر دیتے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ بھی آپؒ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ انہیں بھی آپکے جود و سخا سے کچھ نہ کچھ حصہ مل جایا کرتا تھا۔

اِس خانوادہ کی ایک شخصیت حضرت میاں فیض بخش کی ہے جن کے حالات میاں صاحب تذکرہ مقیمی میں قدرے تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ راقم بھی الگ سے باب لکھ رہا ہے۔

حضرت میاں اسماعیلؒ بھی اپنے عہد کی جامع صفات شخصیت تھے۔ عام سا لباس پہنے رکھتے تھے۔ نامور صوفیاء میں شمار ہوتے تھے۔ وفات کے بائیس سال کے بعد بھی لوگوں نے جب جسد خاکی کو دیکھا تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تدفین ہوئی ہو۔ ایک بار گاؤں میں طاعون کی وبا پھیلی۔ لوگ مرقد پاک پر حاضر ہوئے۔ دعا کی، آواز آئی گھر جاؤ عبادت کرو۔ گناہوں کی معافی مانگو لوگ واپس گھروں کو چلے گئے۔ دوسرے دیہات میں کافی لوگ وبا کا شکار ہوئے جبکہ موہڑہ خانو کی ساری آبادی محفوظ رہی۔ بقول میاں صاحبؒ

ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی

مرد دعا کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

Marfat.com

اِس خانوادہ کے دوسرے بزرگان میں سے حضرت میاں محمدؒ، حضرت میاں غلام رسولؒ، حضرت حافظ قاسم علیؒ، حضرت حافظ غلام مصطفےٰؒ، حضرت میاں محمد فاضلؒ، حضرت میاں محمد مالکؒ اور حضرت میاں جعفرؒ کا شمار یگانہ روزگار ہستیوں میں ہوتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدمت خلق کا جذبہ ان کی زندگی کا بڑا مقصد تھا۔ اسی کے لئے وہ عمر بھر کوشاں رہے کیونکہ جیسا حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ نے کہا ہے کہ عارف کی صفات آفتاب جیسی ہے۔ تمام دنیا اس سے منور ہے اور دنیا کی کوئی چیز اسکی روشنی سے محروم نہیں ہے۔ بے ساختہ حافظ کا شعر یاد آتا ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیاد ہر کہ خواہد گو برو　　گیر دار و حاجتِ درباں ایں درگاہ نسبت

Marfat.com

حضرت پیرا شاہ غازیؒ

حضرت پیرا شاہ غازیؒ ان ابتدائی مبلغین میں سے تھے جو تبلیغ کی غرض سے میر پور تشریف لائے۔ آپؒ کے حالات زندگی کے بارے میں تذکروں میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ اگرچہ آپ کے مرید باصفا حضرت میاں محمد بخش پوسوالؒ نے اپنی تصنیفات میں آپؒ سے والہانہ محبت کا اظہار بڑی وارفتگی سے کیا ہے۔ معروف محقق اور دانشور پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین اظہر نے اپنی کتاب ''میاں محمد بخش فن اور شخصیت'' میں قاضی سلطان محمودؒ اعوان شریف والوں کی ایک تحریر شائع کی ہے جس سے حضرت غازی قلندرؒ کے بارے میں کسی حد تک معلومات مل جاتی ہیں۔ جس کے مطابق آپؒ کے نام حافظ عبداللہ تھا والد محترم کا نام حافظ محمد حفیظ تھا جن کا ٹھٹھہ موسیٰ گجرات میں مزار ہے۔ جد امجد کا نام حافظ محمد جمال تھا بھائی کا نام فیض بخش تھا۔ اس کے علاوہ دو بہنیں بھی تھیں۔ سیف الملوک کے ممتاز محقق مولوی محمد خلیل ثاقب نے حضرت میاں محمد بخشؒ اور پیر شاہ غازیؒ کی سوانح کے حوالے سے قابلِ قدر تحقیقی کام کیا ہے۔ کچھ تو کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے جبکہ باقی جلد ہی منصۂ مشہود پر آنے والا ہے۔ مولانا کی تحقیق محققین کو ہر دو صوفیاء کے بارے میں جاننے اور لکھنے کے لئے رہنمائی کا کام دے گی۔ ہفت روزہ ''اپنا دیس'' میں پیرا شاہ غازیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ آپؒ چک بہرام ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ گجر قوم کے پسوال گوت سے تعلق رکھتے تھے۔ ملک کے ممتاز محقق دانشور بشیر حسین ناظم نے ایک تحقیقی مقالہ میں لکھا ہے کہ آپؒ نے چک بہرام ضلع گجرات میں ایک درویش صفت زمیندار کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آپؒ کا قبیلہ پسوال گجر ہے۔

حضرت میاں محمد بخشؒ تذکرہ مقیمی میں قلندری اسلاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جناب پیرا شاہ غازی قلندرؒ دمڑی والی سرکار کا سلسلہ مریدی خاندان عالیہ قادریہ میں اس طرح ملتا ہے کہ آپ سید امیر بالا پیرؒ کے مرید اور وہ مرید و فرزند سجادہ نشین حضرت سید محمد مقیمؒ ساکن حجرہ شاہ مقیمؒ کے اور وہ خلیفہ و مرید حضرت سخی جمال اللہ حیات المیر زندہ پیرؒ کے اور وہ جناب شیخ المشائخ حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے۔ حضرت غازی قلندرؒ کو حضرت خضر علیہ السلام سے بھی نسبت باطنی تھی اور ان کی

Marfat.com

صحبت سے بے شمار فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ خضری سلسلہ سے غازی قلندرؒ کی نسبت کی وضاحت حضرت میاں صاحبؒ نے یوں کی ہے۔ آپؒ ایک روز دریا کے کنارے تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے کہ یکا یک نعرہ مستانہ بلند کرتے ہوئے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ عقیدتمندوں نے دور دور تک تلاش کیا مگر کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس واقعہ کو بارہ سال کا عرصہ گزر گیا۔ ایک روز حسبِ دستور دریا کے کنارے مریدوں کا مجمع تھا کہ آپؒ دریا سے باہر آئے۔ ہاتھ میں قرآن پاک تھا جبکہ لباس مبارک پر پانی کا نشان تک نہ تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے مہمان تھے۔ اس واقعہ سے ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

لوگ بڑی تعداد میں فیض کی غرض سے آتے تھے۔ مگر آپؒ اپنے حال میں مست رہا کرتے تھے۔ جنگلوں اور بیابانوں میں چلہ کشی کے لئے وقت گزارنا شروع کر دیا جن میں بیلہ مناور شاہ میں سات سال تک چلہ کشی کی اس کے علاوہ آپؒ کی چار مشہور چلہ گاہیں تھیں۔ جہاں عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ ان میں ایک مزار مبارک کے مشرقی جانب دوسری شمال کی جانب ایک کلومیٹر دور پہاڑی کے اوپر، تیسرے چکسواری کے قریب ملوٹ پہاڑ پر چوتھی رہتاس میں بوڑہ جنگل میں۔ جب جذب وشوق میں ورد فرماتے تو سر کے بال کھڑے ہو جاتے تھے۔ آواز میں شیروں کی سی گرج پیدا ہو جاتی تھی۔ ممتاز محقق کے ڈی چوہدری لکھتے ہیں کہ حضرت پیرا شاہ غازیؒ بزرگان سلف کی طرح لالچ اور طمع سے بہت دور رہتے تھے۔ اپنے عقیدتمندوں پر کبھی بوجھ نہ بنے اور نہ انہیں مالی طور پر کسی آزمائش سے دوچار کیا۔

ایک بار حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے صاحبزادے حضرت پیر سید محمد سعیدؒ میر پور میں تشریف لائے۔ ایک ہجوم ہمراہ تھا۔ زرق برق لباس میں ملبوس گھوڑے پر سوار تھے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ اِس علاقہ میں کیا کوئی صاحبِ کمال بزرگ بھی ہیں۔ لوگوں نے جناب غازی قلندرؒ کا نام لیا۔ حضرت پیر سعید پا پیادہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور احترام سے کھڑے ہو گئے۔ آپکوان کی یہ ادا بڑی پسند آئی پوچھا سعید تو کیا چاہتا ہے انہوں نے بے ساختہ شوق کہا۔ آپؒ نے کہا کہ یہ لفظ کہتے

Marfat.com

ہوئے تیری زبان کیوں نہ جل گئی۔ دیکھ ہم نے دریائے شوق میں غوطہ لگایا تو ایک سیلاب سر سے گزر گیا۔ اتنا فرمانا تھا کہ حضرت محمد سعیدؒ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ دنیاوی جاہ و جلال کو چھوڑ کر ایک تہہ بند باندھ کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنا وقت ریاضت و عبادت میں بسر کرنے لگے۔

پیرا شاہ غازیؒ طریقت کے اعتبار سے قادری قلندر تھے۔ آپکو جو روحانی طنطنہ حاصل تھا وہ عرب و عجم کی شاہی سے بڑھ کر تھا۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا ہے۔

دبدبہ ءقلندری طنطنہ سکندری
آں ہمہ جذبہ ءکلیم ایں ہمہ سحر سامری
آن بہ نگاہ می کشد ایں بہ سپاہ می کشد
آں ہمہ صلح و آشتی ایں ہمہ جنگ و داوری

''مستی'' قلندر کا مزاج ہے جیسا کہ سچل سرمست مثنوی ''رہبر نامہ'' میں لکھا ہے

مستی آنست کہ از خود رہد
غافل از کار جہانی می شود
یاران ہمہ جذب و مستی
شد تو بہ کناں ز خود پرستی
ایں کہ جز مستی ہمہ نا قابلِ است
غافلی و غافلی و غافل است

حضرت پیرا شاہ غازیؒ کو دمڑیاں والی سرکارؒ بھی کہا جاتا ہے۔ اِس کی روائت یوں بیان کی جاتی ہے کہ آپکو پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے روحانی نسبت تھی۔ آپکو دربارِ غوثیہ سے بذریعہ کشف ارشاد ہوا تھا کہ اگر کوئی ایک لاکھ ٹکہ نذر مان کر کسی نیک مقصد کے لئے دعا گو ہوگا وہ ضرور بامراد ہوگا۔ اب دمڑیوں کا رواج ختم ہوگیا ہے۔ لوگ چونی اٹھنی ایک روپیہ کی نذر گزار کر قیامت تک ثواب حاصل کرتے رہیں گے۔ دمڑی کی حیثیت کے تعین کے بارے میں محترم مولوی خلیل

Marfat.com

ثاقب ''آئنہ سیف الملوک'' میں لکھتے ہیں کہ ''پاکستان میں اعشاری نظام قائم ہونے تک ایک روپیہ کے چونسٹھ پیسے ہوتے تھے۔ روپیہ سولہ آنوں میں تقسیم ہوتا تھا ایک آنہ کے چار پیسے (روپیہ کے ۶۴ پیسے) اور ہر پیسہ کی چار دمڑیاں ہوتی تھیں۔ اس لحاظ سے ایک دمڑی روپیہ کا ۲۵۶ حصہ ہوتی تھی۔ یعنی دوسوچھپن''

حضرت میاں محمد بخش نے آپکے کشف وکرامات کے متعدد واقعات لکھے ہیں۔ نادر شاہ نے دہلی میں قتل وغارت کا بازار گرم کرنے کے بعد محمد شاہ بادشاہ کو قتل کرنا چاہا۔ تلوار کا وار کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک فقیر اسے بادشاہ کے قتل سے روک رہا ہے۔ نادر شاہ نے تلوار نیام میں واپس رکھ لی۔ اس طرح اس کی زندگی بچ گئی۔ جب قتل وغارت کا ہنگامہ سرد ہوا تو بادشاہ جسے آپؒ کا حلیہ مبارک یاد تھا۔ ملاقات کی غرض سے میر پور میں آیا۔ آپکو اطلاع ملی تو پہاڑوں کی جانب چلے گئے۔ کیونکہ بادشاہوں اور امراء سے ملنا انہیں سخت ناگوار تھا۔ ایک بار ایک نوجوان جو کافی عرصہ کے بعد گھر جا رہا تھا اس کے پاس نقدی تھی۔ راستے میں چوروں نے اُس سے رقم چھین لی۔ وہ بڑا پریشان ہوا۔ گھر جانے کے بجائے آپؒ کے آستانہ پر حاضر ہو کر عقید تمندوں کی خدمت کرنے لگا۔ اُس نے اس واقعہ سے کسی کو آگاہ نہ کیا۔ چند دنوں کے بعد ایک نقاب پوش نے اُس کی رقم اُسے واپس کرتے ہوئے کہا کہ جب سے تمہارا مال لوٹا ایک پل سکون کا نہیں گزرا۔ لو اپنی نقدی سنبھالو۔

علاقہ جبوٹ کے ایک شخص نے آپکو ایک غریب شخص کے ہاں باجرہ کی روٹی اور ساگ کو تناول کرتے ہوئے دیکھا تو خیال کیا کہ مرغن کھانے پکا کر پیش کروں۔ شائد اس سے آپؒ خوش ہو جائیں۔ جب وہ اپنے ارادے کے ساتھ حاضر ہوا تو باجرہ کی روٹی کو ایک ہاتھ میں لیکر نچوڑا تو اُس سے دودھ بہنے لگا مگر جب مرغن نوالے کو ہاتھ میں لیکر دبایا تو خون کی دھار بہہ نکلی۔ یہ دیکھ کر وہ امیر زادہ ندامت محسوس کرنے لگا۔ غریب شخص تھوڑے عرصہ میں مرفع حال ہو گیا جبکہ وہ امیر آدمی معاشی اعتبار سے کنگال ہو گیا۔

راجہ سرخرو خان جو سموال کا صاحبِ رسوخ زمیندار تھا۔ گجرات کے باغوالہ کے پیر خانہ سے بیعت تھا۔ ایک روز اُس نے آپؒ سے کہا کہ اُس کی کوئی اولادِ نرینہ نہیں ہے جو اُس کے نام کو زندہ رکھ

Marfat.com

سکے۔ آپؒ اسکو دریا کے کنارے لے گئے اور کہا کہ پانی پر نگاہ مارو۔ اُس نے دیکھا کہ لاتعداد بچے کھیل رہے ہیں پھر کہا کہ ان میں جس کو پسند کرو گے وہ تمہارے نصیب میں ہوگا۔ یا چاہو تو سارے بچے تمہارے مقدر میں لکھ دیئے جائیں وہ یہ دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر میرے مقدر میں ہوئے تو ضرور اولاد ہوگی۔ آپؒ کے کہنے سے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ بات سن کو آپؒ نے جلال میں آکر کہا کہ تیرے حق میں جو لکھا ہوا ہوگا تو فقیر اُسے مٹا سکتا ہے۔ یہ فرما کر کہا کہ سموال کی بیخ کنی کر دی ہے۔ اس ارشاد کے ساتھ ہی سموال کی ساری آبادی آگ کی لپیٹ میں آگئی۔ سارا قصبہ تباہ و برباد ہوا۔

راجہ سرخرو خان کی اولاد کو سموال میں آباد ہونا نصیب نہ ہوا۔ خود راجہ سوجن کی بیماری کا شکار ہوا۔ جب حالت ابتر ہوئی تو غازی قلندرؒ کے پاس پہنچ کر معافی کا خواستگار ہوا۔ آپؒ نے کہا کہ جاؤ تجھے اور تیرے شہر کو امان دی۔ تیری زندگی میں یہاں امن رہے گا۔ اُس کی وفات کے بعد سموال ایک بار پھر عذاب کی نذر رہوا۔ آخر حافظ محمد مقیمؒ یہاں تشریف لائے انہوں نے استخارہ سے آپؒ سے دوبارہ سموال کی آبادکاری کا اذن طلب کیا جسکے جواب میں انہیں کہا کہ اکیلئے رہ سکتے ہو۔ پھر پوچھا کہ آبادی کے بغیر کیسے ممکن ہے۔ جواب دیا کہ جیسے چاہو آباد کرلو صرف تمہاری وجہ سے اجازت ہے۔ حضرت والہ کے دم قدم سے سموال میں دوبارہ آبادی شروع ہوئی۔ حضرت میاں محمد بخشؒ نے اپنی تصنیفات، اپنی بے پایاں محبت کا اظہار بڑی شیفتگی سے کیا ہے۔ جس سے قاری غازی قلندرؒ کے حضور اپنی عقیدت سے گردن کو خم کیے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ ایک بار بوڑہ جنگل میں عبادت کرر ہے تھے ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ بالآخر اسی حالت میں رحلت فرمائی۔ حضرت بابا دین محمدؒ آپؒ کو کھڑی شریف لائے یہاں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

Marfat.com

حضرت مٹھا باجیؒ

حضرت مٹھا باجیؒ مظفر آباد کے بالائی علاقوں میں تبلیغ دین کے بڑے مبلغ تھے۔ آپؒ کا آستانہ تریڈا میں ہے۔ جو جنگ بندی لائن پر آزاد کشمیر کی حد میں واقع ہے۔ 1947ء سے قبل یہاں مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ بھی عقیدت سے حاضری دیا کرتے تھے۔ کنٹرول لائن کھنچ جانے کی وجہ سے یہ سلسلہ گزشتہ اٹھاون سال سے موقوف ہے۔ بحرحال آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے زائرین حاضری کی سعادت حاصل کر کے فیوض و برکات سمیٹتے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر اور جموں میں تبلیغی دورے کی غرض سے جایا کرتے تھے جسکی وجہ سے اِن علاقوں میں آپؒ کے مریدین کا خاصہ حلقہ تھا۔ زہد وتقویٰ کے عملی نمونہ سے اپنے عقید تمندوں کی اصلاح فرماتے۔ راتوں کو شب بیداری میں بسر کرتے۔ مصائب و آلام میں مبتلا لوگوں کی ہر ممکن غمگساری کرتے۔ جہاں جاتے لوگوں کا ایک ہجوم ہمرکاب ہوتا۔ جہاں جہاں سے یہ قافلہ گزرتا جنگل و بیابان حق ہو کی صداؤں سے گونج اٹھتا۔ تریڈا میں آپؒ کا آستانہ بلاشبہ ایک بڑا آستانہ ہے جس نے اِس خطہ میں روحانی قدروں کے احیاء میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ یہاں کی سرسبزی شادابی حضرت بابا فریدؒ کی روہی کے تصور کو اجاگر کرتی ہے۔ بابا جی کا سرائیکی شعر دیکھئے۔

تھیاں سرسبز فرید دیاں جھوکاں
سبھو ں خنکی چائی سوکا ں
تھنو ں نما نو ں کھیر
مولے مارو وسایا یا

فرید کے مسکن سرسبز شاداب ہو گئے۔ ہر خشک پودے پر سبزی چھا گئی۔ مال مویشی کے تھنوں میں دودھ سما ہی نہیں سکتا شکر ہے ماروؤں کا ملک آباد کیا۔

Marfat.com

مرد ملے تاں درد نہ چھوڑے اوگن دے گُن کردا
کامل لوک محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

کامل لوک

اولیائے جموں کشمیر کے سوانحی حالات وخدمات

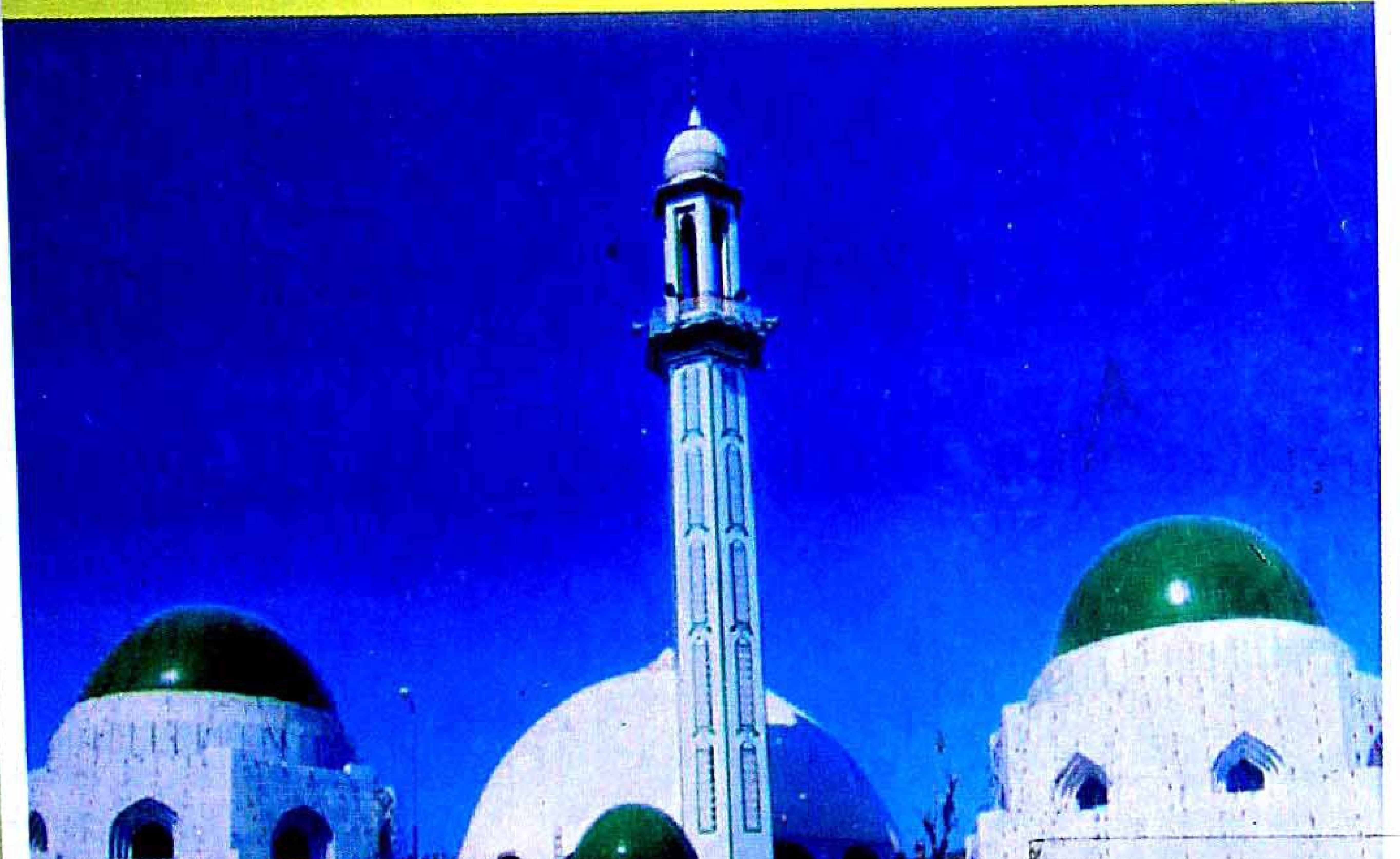

غلام سرور رانا

Marfat.com